

سیرت پاک

تذکرہ مشائخ کرام سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ

شیخ المشائخ جنید ثانی نائب غوث الاعظم دستگیر

غوث الزمان

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جنید اہلساوری

نقشبندی قادری اومسی

المعروف

داتا گره بخش

جناب محمد سلیم اقبال جنیدی

مولف

کاتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تذکرہ مشائخ کرام سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ

داتا گنج بخش
۵۰۳۶

شیخ المشائخ جنید ثانی نائب غوث الاعظم دستگیر
غوث الزمان
حضرت شیخ جنید پشاور
(نقشبندی قادری اویسی)

مؤلف: محمد سلیم اقبال جنید

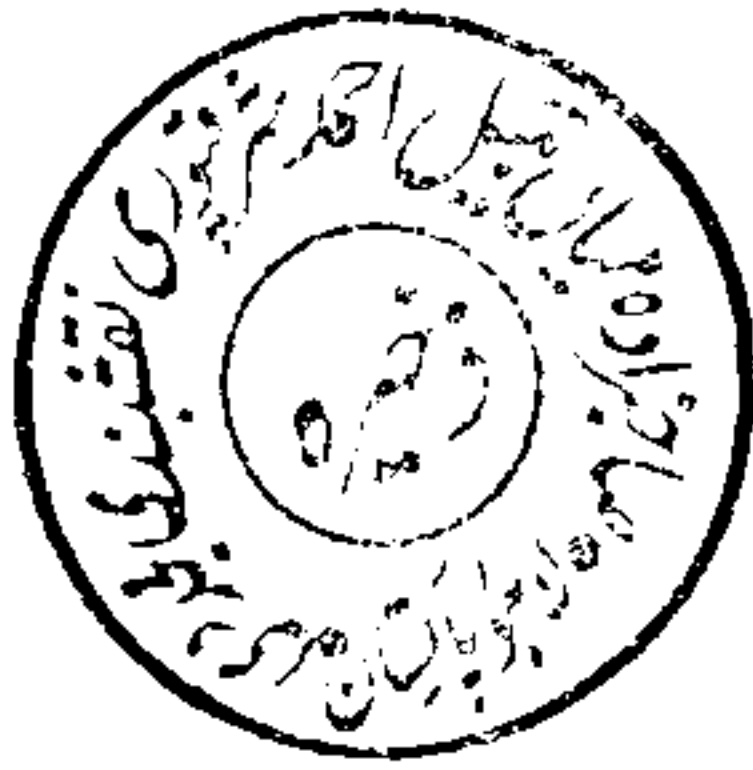
ایڈیٹرز پبلسٹرز
المسراج سنٹر 22، اردو بازار
لاہور فون. 042-7231806

جملہ حقوق محفوظ ہیں

81558

نام کتاب	داتائے سرحد
مؤلف	محمد سلیم اقبال جنیدی
نظر ثانی	1- پروفیسر غلام سرور رانا 2- مولانا آفاق ظفر کیفی میرووی
قیمت	90 روپے

انتساب!



والدین کریمین،

نعوٹ الزمان حضرت شیخ جنید پشاورؒ

اور سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ

کے ازل سے ابد تک جملہ کالمین تمام مشائخ کرام کے نام

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت جل شانہ،

جنید تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
7	حمد باری تعالیٰ جل شانہ	1
8	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
9	اہل بیت کرام کے حضور نذرانہ عقیدت	3
10	منقبت بحضور سیدنا غوث الاعظمؒ	4
11	منقبت بحضور داتا گیسو سرحدؒ	5
12	شریعت اور طریقت	6
15	مقدمہ	7
19	دیباچہ	8
33	اظہار خیال	9
37	آسمائے گرامی مشائخ عظام قادر یہ جنید یہ	10
39	رحمتہ اللعالمین سیدنا حضور نبی کریم ﷺ	11
58	امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ	12
63	امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ	13
69	امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنیؓ	14
74	امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ	15
78	حضرت شیخ حسن بصریؒ	16
86	حضرت شیخ حبیب عجمیؒ	17



93	حضرت شیخ داؤد طائی	18
96	حضرت شیخ معروف کرخی	19
100	حضرت شیخ عبداللہ سرسقطی	20
106	حضرت شیخ جنید بغدادی	21
113	حضرت شیخ ابوبکر شبلی	22
116	حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی	23
118	حضرت شیخ بوالفرح طرطوسی	24
119	حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری	25
120	حضرت شیخ ابوسعید مبارک انحرومی	26
122	محبوب سجانی سیدنا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی	27
130	سیدنا حضرت شیخ کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی	28
139	سیدنا حضرت شیخ شاہ منور الہ آبادی	29
141	حضرت شیخ شاہ عالم دہلوی	30
142	حضرت شیخ احمد ملتانی	33
143	حضرت شیخ جنید پشاورئی	34
168	بابا جی کے خلفائے کرام	35
169	حضرت شیخ محمد صدیق بشونڑی	36
171	حضرت شیخ حافظ محمد عمر زئی	37
173	حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیری	38
179	حضرت شیخ عبدالغفور صاحب سوات	39
189	وظائف سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ	40
190	شجرہ شریف	41
192	-42 ماخذ	

حمد باری تعالیٰ جل شانہ

فکر اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
 وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا
 طور ہی پر نہیں موقوف اجالا تیرا
 کون سے گھر میں نہیں جلوہ زیبا تیرا
 ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
 کونسی بزم میں نمایاں نہیں چرچا تیرا
 پھر نمایاں جو سر طور ہو جلوہ تیرا
 آگ لینے کو چلے عاشق شیدا تیرا
 خیرہ کرتا ہے نگاہوں کو اجالا تیرا
 کیجئے کونسی آنکھوں سے نظارہ تیرا
 جلوہ یار نرالا ہے یہ پردہ تیرا
 کہ گلے مل کے بھی کھلتا نہیں ملنا تیرا
 اب جماتا ہے حسن اس کی گلی میں بستر
 خوبروؤں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا



نعت رسول مقبول ﷺ

(رحمۃ اللعالمین ﷺ آئے)

مبارک ہو جہاں والو کہ ختم المرسلین آئے
 مٹانے کیلئے ظلمت کو وہ نور میں آئے
 مبارک آمنہ کی گود میں در یتیم آئے
 رؤف آئے رحیم آئے وہ صادق اور امین آئے
 جو پتھر مارنے والوں کو شفقت سے دعا دیں گے
 وہ رب العالمین کے رحمۃ اللعالمین آئے
 حبیب کبریا اور باعث تخلیق دو عالم
 شب اسری کے دولہا زینت عرش بریں آئے
 رخ شمس الضحیٰ پر ڈال کر وایل کا گھونگھٹ
 پہن کر تاج لولاکی حسینوں کے حسین آئے
 وہ آئے تاجدار بحر و بر مختار دو عالم
 مکین لامکاں محبوب رب العالمین آئے
 گنہ گاروں کو چستی ناز ہے اپنے گناہوں پر
 سنا جب سے ہے دنیا میں شفیع المذنبین آئے

اہل بیت کرام کے حضور نذرانہ عقیدت

رضائے حق ہے رضائے نبی و آل نبی
 دلائے حق ہے دلائے نبی و آل نبی
 وَ مَا رَمِيَتْ كُو پڑھ کر یہ راز فاش ہوا
 لقاءے حق ہے لقاءے نبی و آل نبی
 نہیں نماز وہ منظور بارگاہ خدا
 کہ جس میں ہو نہ ثنائے نبی و آل نبی
 انہیں کے گھر میں ہی نازل ہوا کلام اللہ
 نجات انہیں سے ہے وابستہ بحر ظلمت میں
 بغیر ان کے نہ کشتی کوئی بھی پار ہوئی
 صداقت اور عدالت انہیں پہ ہے نازاں
 امامت اور ولایت کے ہیں مدار یہی
 گواہ ان کی طہارت پہ آیہ تطہیر
 نشان ان کی شہادت سے تکر بلا کی گلی
 سیادت ان کی مسلم ہے دونوں عالم میں
 غلام ان کے ہیں شاہ و گدا فقیر و غنی
 شجاعت ان کی ہے ضرب المثل زمانے میں
 لقب انہیں کا ہے شیر خدائے لم یزلی
 سخاوت ان کی خدا کی قسم کہ کیا کہنا
 ”نہیں“ تو ان کی زباں سے نہیں کسی نے سنی
 ہیں علم ظاہر و باطن کے بحرے پاپاں
 انہیں خدا نے ہیں سمجھائے رازہائے خفی
 نہیں جو ان سے تعلق تو فیض کچھ بھی نہیں
 کہ دین ان کے سوا ہے تمام بولہبی

منقبت بخسور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری نے حضرت سیدنا غوث الاعظم کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار زینت قرطاس کیے ہیں (آپ حسب تصریح ”تحفۃ الابرار“ از مرزا آفتاب بیگ چشتی سلیمانی جناب غوث الاعظم کے رشتے میں خالہ زاد بھائی ہیں) یا غوث الاعظم نور ہدی مختار نبی مختار خدا سلطان دو عالم قطب علی حیراں زجلالت ارض و سما در صدق ہمہ صدیق و شی در عدل و عدالت چو عمری اے کان حیا عثمان منشی مانند علی باجود و سخا در بزم نبی عالی شانی ستار عبوب مریدانی در ملک ولایت سلطانی اے منبع فضل و جود و سخا چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ و گدا گرواد مسیح بہ مردہ رواں دادی تو بدین محمد جاں ہمہ عالم محی الدین گویاں بر حسن و جمالت گشتہ فدا



منقبت بخضور "داتائے سرحد"

یہ داتائے سرحد مرے راہنما ہیں

سرور دل و جاں مرے دلربا ہیں

کلی ہیں گلستانِ غوث الوریٰ کی

گلستانِ قادر کے گلِ خوشنما ہیں

شریعتِ طریقت کہ ہو معرفت یہ

حقیقت سے ہیں بہرہ مند حق نما ہیں

خدا کی محبت سے سرشار ہیں وہ

دل و جان سے مصطفیٰ ﷺ پہ فدا ہیں

بلا لو مجھے اپنے قدموں میں اب تو

یہ ایامِ فرقت بڑے جانگزا ہیں

مجھے روئے زیاذرا پھر دکھا دو

زیارت کے لمحے بڑے جانفزا ہیں

تصور میں جاؤں تو موجود پاؤں

کروں بند آنکھیں تو جلوہ نما ہیں

نہ کیوں اہلسنت کریں نازان پر

کہ وہ نائبِ غوثِ الاعظم رضا ہیں

☆☆☆☆

شریعت اور طریقت

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
 شریعت وضو ہے طریقت نماز
 طریقت شریعت کی تکمیل ہے
 طریقت عبادت کی تکمیل ہے
 شریعت بحکم و طریقت بہ دل
 کہ معنی سے کر دے تجھے متصل
 شریعت میں آثار راہ خدا
 طریقت میں رفتار راہ خدا
 طریقت شریعت سے ہے صف بہ صف
 وہ ہے موج دریا یہ دریا میں کف
 شریعت سے ہے ظلمت کفر دور
 طریقت میں فطرت کا ظاہر ہے نور
 شریعت کرے گی بصیرت کو صاف
 طریقت میں حسب مذاق انکشاف
 شریعت تو ایک عام مضمون ہے
 طریقت کا ایک خاص مضمون ہے
 شریعت میں لازم اطاعت ہوئی
 طریقت میں مشروط ارادت ہوئی
 شریعت تو ہے دیدہ نور بین

طریقت بنی روح کی دور بین
 شریعت ہے اک شمع محفل فروز
 طریقت ہے اک شعلہ وہم سوز
 شریعت ہے مہر سپہر ہدی
 طریقت ہے سوز دل مصطفیٰ
 شریعت ہے جان اور طریقت نشاط
 شریعت ہے منزل طریقت رباط
 شریعت غذا ہے طریقت دوا
 شریعت چمن ہے طریقت ہوا
 شریعت عبادت ہے اللہ کی
 طریقت محبت ہے اللہ کی
 شریعت کی خدمت کا سب سے لگاؤ
 طریقت کی لذت ہے من یشاء
 شریعت میں ہے نار و جنت کا رنگ
 طریقت میں ہے وصل و فرقت کا رنگ
 شریعت گناہوں کی ہے متحمل
 طریقت میں درس الواح دل
 شریعت طریقت میں تو کیوں الجھ
 وہ قرآن ہے اور یہ اس کی سمجھ
 سخن سنجیاں گو ہوں میری درست

مگر قول سعدی نہایت ہے چست
 طریقت بجز خدمت خلق نیست
 بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
 محال است سعدی کہ راہ صفا
 توں رفت جز برپے مصطفیٰ
 نہ ہو اہل اس کا تو کیا اس کی قدر
 خدا ہی کی مرضی سے ہے شرح صدر
 شریعت میں دین اور ایمان ہے
 طریقت میں تسکین و ایقان ہے
 شریعت میں تائید ضبط - نفوس
 طریقت میں ذوق عمل با خلوص
 طریقت قدم ہے شریعت ہے راہ
 شریعت زباں ہے طریقت نگاہ
 شریعت در محفل مصطفیٰ
 طریقت عروج دل مصطفیٰ
 شریعت میں ہے قیل و قال حبیب
 طریقت ہے محو جمال حبیب

تصوف کے منکرین یہ بات سمجھ لیں کہ طریقت سے انکار اصل میں شریعت سے انکار ہے۔
 بقول حضرت داتا گنج بخش "تصوف کا انکار ساری شریعت مطہرہ کا انکار ہے۔"

اللہ اللہ کیے جانے سے اللہ نہ ملے
 اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملا دیتے ہیں

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ جل شانہ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے: و اتبع سبیل من اناب الی (یعنی ان لوگوں کی راہ لو جو میری طرف رجوع لائے)۔ اس آیہ مبارکہ میں اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے اتباع اور ان کی پیروی کا حکم دیا جا رہا ہے اس حکم کی تعمیل اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان محبوبان الہی کے حالات اور واقعات اور ان کی سیرت کے مختلف پہلو تحریری شکل میں ہمارے سامنے موجود ہوں تاکہ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان کے اتباع کی کوشش کی جائے اور ان کے نقش قدم پر چل کر انسان اللہ جل شانہ کا محبوب اور پیارا بن جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے: عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة (یعنی اللہ جل شانہ کے نیک بندوں کے ذکر کے وقت اللہ جل شانہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں)۔ معلوم ہوا کہ اللہ جل شانہ کے مقبول ولیوں کا ذکر نزول رحمت خداوندی کا سبب ہے لہذا ان کے تذکرے اور حالات لکھنا پڑھنا سننا یہ سب لائق ثواب باعث مغفرت اور موجب نزول رحمت ہے۔

خدا کے وہ نیک بندے جو مجلس نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور جن کو بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے علم و عمل کی سعادتیں میسر آئیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمرے میں شمار ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جن بزرگوں نے استفادہ کیا وہ تابعی کہلائے اور تابعین سے جن بزرگوں کو علم نصیب ہوا وہ تبع تابعین کے مستحق ٹھہرے۔

مابعد اسلامی دور کا وہ حصہ شروع ہوتا ہے جس کو سیرت اولیاء کرام سے ماخوذ کیا جاتا ہے جن علمائے کرام اور بزرگان دین نے تبع تابعین سے اکتساب فیض کیا، اولیاء کرام یعنی (اللہ کے دوست) کہلائے جو درج ذیل شعر کی جیتی جاگتی تفسیر ہے۔

گفتہ	او	گفتہ	اللہ	بود
گرچہ	از	حلقوم	عبداللہ	بود

سلاسل طریقت:

صوفیائے کرام نے قلب کو جلاء اور پاکیزگی بخشنے اور خداوند قدوس کا قرب حاصل کرنے کیلئے ریاضات و مجاہدات کے مختلف طریقے وضع فرمائے جو مختلف ناموں سے مشہور و معروف ہیں ان میں سے جن طریق ہائے سلاسل نے عرب و عجم میں شہرت دوام پائی اور جن کے ذریعے بے شمار مخلوق خدا کو رہبری اور ہدایت ملی وہ درج ذیل ہیں:-

(۱) سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ جن کے سالار عظیم سرتاج اولیاء حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قندیل نورانی قطب ربانی شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔

(۲) سلسلہ عالیہ چشتیہ جن کے بانی حضرت عثمان ہارونیؒ کی نسبت سے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں۔

(۳) سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہیں۔

(۴) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بانی حضرت خواجہ خواجگان بہاؤ الدین نقشبندیؒ ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی ترویج و اشاعت اولیاء کرامؒ اور بزرگان دینؒ کی مرہون منت ہے۔ امت مسلمہ میں آج تک جتنے بھی صوفیائے کرامؒ اور اولیاء کبارؒ تشریف لائے سب نے اطیعوا اللہ و اطیعوا رسول کی صدائے بازگشت بلند کی۔ اولیاء کرام نے انتہائی نامساعد اور پر آشوب حالات میں بھی لوگوں کو حق شناسی حق آگاہی اور حق پرستی کی دعوت دی انہوں نے برصغیر پاک و ہند میں اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس مشن کی تکمیل کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ظلمت کدے کو علم و عرفان کی روشنی سے بقعہ نور بنا دیا۔ صوفیائے کرامؒ جہاں بھی گئے اس علاقے کو اسلام کے نور سے منور و تابان کر دیا وہ سیاسی ہنگاموں، ملکی انقلابات اور معاشی نشیب و فراز سے بالاتر ہو کر اللہ رب العزت ہی کا نام بلند کرتے رہے اور بھنگی ہوئی انسانیت کو شرف آدمیت اور عشق نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بہرور کرتے رہے۔

اولیاء اللہ کے روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے ہر دور میں امیر غریب، بادشاہ فقیر کا سہ گدائی لے کر آستانہ عالیہ پر سرنگوں ہو کر زیر لب اظہار مدعا کرتے

ہوئے نہیں شرماتے یہ وہ خاصان خدا اور رسول ہیں جو مخلوق خدا کی خیر خواہی کے طالب ہوتے ہیں بارگاہ خداوندی میں ہمہ وقت مصروف عبادت ہوتے ہیں یہ اللہ والے رات دن کی قید سے آزاد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انہیں وہ مقام عطا کیا ہوتا ہے کہ جس سے عام مخلوق ناواقف ہوتی ہے۔ یہ ہی کیفیات موجودہ دور کی ہیں تشنگان معرفت اور متلاشیان امن و سکون انہی آستانوں میں آکر راحت و آرام پاتے ہیں سائنس کتنی ہی ترقی کر لے مگر قرآن و حدیث کی حقانیت کو جھٹلا نہیں سکتی سائنسداں خود ایسی عظیم ہستیوں کی آستانہ بوسی اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔

یہ ہی آستانے ہیں کہ ان کو آباد کرنے والے وہی علم سے بہرور ہوتے ہیں اور کسی علم رکھنے والوں کی مشکل اوقات میں عقدہ کشائی فرماتے ہیں یہ سلسلہ انشاء اللہ تا بہ روز قیامت جاری و ساری رہے گا۔

غرضیکہ صوفیائے کرام نے اشاعت اسلام اور لوگوں کے تزکیہ نفس کی تربیت اور اخلاق و کردار کی اصلاح کے سلسلہ میں ہر ممکن کوشش کی انکا فیض برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی آمد سے تا حال جاری و ساری ہے پاکستان کے ہر علاقے کے کونے کونے میں ان کی خدمات اور کارہائے نمایاں کے نقوش مرسم ہیں البتہ موجودہ دور میں ان کی خانقاہیں تو قائم ہیں لیکن ان میں وہ شخصیتیں نظر نہیں آتیں جن کے نظر فیض اثر سے تقدیر بدل جاتی تھی وہ لوگ ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتے جن کے سامنے ہم حافظ کے الفاظ میں اپنا حال اس طرح بیان کریں۔ ”گرتو نمی پسندی، تعبیر کن قضارا“

شاہ لطیف بھٹائی نے بھی آج سے ڈھائی سو برس پہلے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا:
 ”ان جگہوں پر جو صاحب فیض رہتے تھے وہ کہاں چلے گئے؟ اے دوست! چلیں ان کو چاروں طرف ڈھونڈھیں۔“ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہم ان کو انکی تصنیفات، تالیفات اور اشعار میں ڈھونڈ سکتے ہیں ان کی سوانح عمریوں سے انکے کارہائے نمایاں سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

شاہ لطیف نے فرمایا: ”یا تو ان محبوب شخصیتوں کی صحبتوں میں جا کر زندگی گزار دیں یا ان کے ذکر سے اپنے دل کو تسکین دیں خدا کرے کوئی ان دونوں باتوں سے الگ نہ رہے۔“

اکثر کالمین کیساتھ ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ زندہ ہوتے ہیں تو لوگ انہیں یاد رکھتے ہیں جب اس دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو فراموش کر دیئے جاتے ہیں لیکن کوئی ایسا بھی کامل و اکمل ہوتا ہے کہ وہ مر کر بھی زندہ رہتا ہے کچھ عرصہ کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے۔ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ ایسے کالمین ہر دور میں موجود ہوتے ہیں ان کی طرز زندگی عام لوگوں سے مختلف ہوتی ہے اور وہ خال خال ہوتے ہیں۔

یہی بزرگانِ دین دنیا میں روشنی کا مینار ہوتے ہیں وہ اپنی رفتار گفتار اور کردار میں اللہ رب العزت کی حجت اور برہان ہوتے ہیں یہ اپنی نظر کی میا اثر سے انسانی قلوب میں وہ جلا تغیر و تبدل پیدا کر دیتے ہیں کہ دنیا کی مادی طاقتیں محو حیرت رہ جاتی ہیں جو ان سے بے تعلق ہوتا ہے اس پر رحمت الہیہ اور سعادتوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں آج کے شرانگیز اور پرفتن دور میں انہی بزرگانِ دین و حقہ کے دامن آغوش میں پناہ لی جانی ضروری ہے اور ان کا حقیقی علاج یعنی آب نشاط انگیز انہی اللہ والوں کے چشمہ فیض سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بزرگانِ دین کے مزارات پر انوار آج بھی مرجع خلاق ہیں لوگ ان کی ارواح سے کسب فیض کرتے ہیں یہ اولیاء کالمین و اکملین جب تک اس عالم رنگ و بو میں رہیں گے اپنے فیض کے چشموں سے لوگوں کو سیراب کرتے رہیں گے لوگ ان کے حسن اخلاق اور کشف و کرامات سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے اتنے محبوب ہوتے ہیں کہ بعد از وصال بھی ان کے فیض کے چشمے جاری و ساری رہیں گے۔

دربار شہنشی سے خوشتر

مردانِ خدا کا آستانہ

(علامہ اقبالؒ)

حافظ محمد ادریس عفی عنہ

مسجد قادریہ، محلہ بڑھ

سرکی گیٹ پشاور شہر



دیباچہ

تصوف کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ لفظ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں رائج نہ تھا۔ اس طرح تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث فقہ، معانی، بیان اور صرف و نحو غیر اسلامی ٹھہرے۔ استدلال کے طور پر کہ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمہ وقت جہاد میں مصروف تھے اور ان علوم کو مرتب کرنے کیلئے وقت نہ تھا۔ لیکن یاد رہے کہ جب یہ زمانہ ختم ہوا جسے جہاد کہتے ہیں، تو صحابہ کبار، تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ جنہوں نے قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر اور معانی و مطالب بیان کئے وہ مفسرین کہلائے۔ جنہوں نے حدیث پر کام کیا وہ محدثین کے نام سے موسوم ہوئے اور جنہوں نے اسلامی قانون پر کام کیا وہ فقہاء کہلائے اور ان کے مرتب شدہ علم کو فقہ کہا گیا۔ اور جنہوں نے اصحاب صفہ کی طرح تزکیہ نفس اور روحانیت میں مقام حاصل کیا وہ صوفی کہلائے اور اس علم کو علم تصوف کے نام سے بہرہ ور کیا گیا۔ لہذا صحابہ کرام و عظام بہت بڑے مفسر، محقق، محدث، فقیہ اور صوفی باصفا تھے لیکن ان ناموں سے نہیں یاد کئے جاتے تھے۔ بالفاظ دیگر ان کے ہاں حقیقت تھی، رسم یا نام نہیں تھا۔ آج کل نام ہے جو حقیقت سے عاری ہے۔

تصوف عملی درحقیقت حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی خلوص کے ساتھ کامل و اکمل پیروی کا نام ہے اور تصوف نظری دراصل نہ صرف توحید پر صدق دل سے ایمان لانے بلکہ علم الیقین کے ساتھ ساتھ عین الیقین اور حق الیقین بھی حاصل کرنے کی ایک صورت ہے۔ جس طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”میں نے خدا کو خدا سے جانا“۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کیا خوب کہا ہے:

کعبہ	بن	گاہ	خلیل	اکبر	است
دل	گزر	گاہ	جلیل	اکبر	است

دل بدست آور کہ حج اکبر است
 وز ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
 یہ تمام پہلو حضرت قبلہ عالم داتا گره اکاملین شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ
 علیہ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ جن پر قطب دوراں غوث زماں حضرت شیخ احمد
 ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت تھی کہ آپ کو بحر معانی اور سنگ پارس کے القابات سے یاد کیا
 جاتا ہے کیونکہ آپ کا اٹھنا بیٹھنا اور ہنا، بچھونا، چلنا، پھرنا سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے مطابق تھا۔ موصوف ممدوح صحیح معنوں میں ولی کامل و اکمل تھے۔ حضرت ابو
 سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو تصوف کی تعریف میں کہا تھا ”تصوف یکسو نگر یستن و یکساں
 زینت است“ تو انہی درج بالا دو پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

درج بالا استدلال کی روشنی میں عملی تصوف ایک لحاظ سے حضرت خاتم الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے ظاہری پہلو یعنی نبوت سے متعلق ہے اور
 نظری تصوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اقدس کے معنوی پہلو یعنی
 ولایت سے وابستہ ہے۔ دونوں ہی حضور پر نور شافع یوم النور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کی ذات والاصفات کے نور اقدس سے تصوف کا رخ مکہ معظمہ اور مدینہ عالیہ کے
 اس رحمۃ اللعالمین ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم سے وابستہ ہے
 جسے دشمن صادق و امین کے القابات سے یاد کرتے ہیں اور قرآن مجید فرقان حمید جن کے
 اسوۂ حسنہ کی اس طرح گواہی دیتا ہے ”انک لعلیٰ خلق عظیم“ اور امام بوسیری رحمۃ
 اللہ علیہ صاحب قصیدہ بردہ شریف، اسی اخلاق کے بارے میں اس طرح رطب اللسان ہیں:

فاق النبیین فی خلق و فی خلق

ولم یدانوا فی علم و لا کرم

اور تصوف کا دوسرا رخ ”لی مع اللہ“ اور ”قاب قوسین“ کا عکس ہے جس کی

حقیقت کا آئینہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”کنت کنزاً مخفياً“ اور ”
 لولاک لما خلقت الافلاک“ سے ضیاء حاصل کرتا ہے تصوف عملی نے اخلاص فی
 العمل سے حقیقی پاکیزگی یعنی نفس، قلب اور روح کا سامان پیدا کیا اور تصوف نظری نے اہل
 اللہ کے قلوب میں عشق حق اور عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ
 روشن کئے اور یہ فانوس و چراغ ”یحبہم ویحبونہ“ اور ”قل ان کنتم تحبون اللہ
 فاتبعونی یحبکم اللہ“ کی کرنوں سے منور و روشن ہیں۔

بقول حضرت علامہ:

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
 ذرا کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغناء
 پروفیسر خلیق احمد نظامی فرماتے ہیں ”امام قشیری“ کی طرح حضور داتا گنج بخش رحمۃ
 اللہ علیہ نے تصوف کو اسلامی شریعت سے قریب لانے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش
 کی ہے۔ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات میں بڑی صفائی اور انداز بیان میں
 بڑی گہرائی ہے۔ تصوف کی کتابیں اب تک عربی ہی میں تھیں اسلئے عوام کو استفادہ کا موقع
 بہت کم ملا تھا۔ یہ پہلی کتاب ہے جو زبان فارسی میں لکھی گئی۔ حقیقی تصوف کو عوام تک پہنچانے
 میں اس کتاب کا بڑا حصہ ہے۔ شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نے ایک طرف تصوف سے
 متعلق عوام کی غلط فہمیوں کو دور کیا، دوسری طرف اس کی ترقی کی راہیں کھول دیں۔

حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف منیف ”کشف المحجوب شریف“ جو کہ
 تصوف کا انسائیکلو پیڈیا ہے میں فرماتے ہیں ”فقروہ نہیں کہ اس کا ہاتھ متاع اور توشہ سے خالی
 ہو بلکہ فقروہ ہے جس کی طبیعت مراد سے خالی ہو“ نتیجتاً فقر محض فاقہ کشی کا نام نہیں بلکہ دنیاوی
 اغراض و مقاصد، جاہ و جلال، حرص و لالچ اور ہوس کو اپنے قریب نہ پھٹک دینے کا نام ہے۔
 یہ تمام تر اوصاف اور خوبیاں مشائخ قادر یہ جنید یہ میں بالعموم اور داتا سرحد حضرت
 قبلہ عالم امام العارفین حجۃ الکاملین شیخ جنید پشاور رحمۃ اللہ علیہ میں بالخصوص موجود تھیں۔

راقم الحروف نے آپ کے دربار پر حاضری کا شرف حاصل کیا ہے۔ ایک خاص ہی سرور کیف و مستی کا عالم ہے۔ صاحب مزار رحمۃ اللہ علیہ حضور پر نور شافع یوم النشور رحمت عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں مستغرق ہیں، کیونکہ:

سب دل جس سے زندہ ہیں وہ تمنا تمہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہو

ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہو

حافظ شیرازی علیہ الرحمہ اسی سرور، مستی و کیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

يا صاحب الجمال ويا سيد البشر

من وجهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثناء كما كان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کیونکہ ”أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي“ یعنی جو خدا نے پیدا کیا وہ میرا نور ہے اور

لو لاک لما خلقت الافلاك و لما اظهرت ربوبیتی ”یعنی آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں البتہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ ہی اپنی خدائی ظاہر کرتا۔

گویا خلاق عظیم کی اپنے شاہکار سے والہانہ محبت کا انوکھا اور منفرد انداز ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

يا خاتم الرسل المبارك ضوه

صلى عليك منزل القرآن

(اے خاتم المرسلین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو برکت و سعادت کا وہ

سرچشمہ ہیں جن پر قرآن نازل فرمانے والے نے درود و سلام بھیجا ہے)۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فصلى اعليك ولى العباد

رب العباد على احمد

81558

(یعنی درود و سلام بھیجا ہے احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اس نے جو قادر مطلق ہے اور اپنے بندوں کا پروردگار اور والی ہے)۔

جب سرور کونین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ عالیہ کی معصوم بچیوں اور عورتوں کی زبان پر یہ عقیدت و احترام اور عشق و محبت کے پھول تھے:

طَلَعُ الْبَدْرِ عَلَيْنَا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوُدَاعِ
وَجِبَتْ شُكْرَ عَلَيْنَا
مَادَعِي لِّلَّهِ دَاعِ

(ہم پر ثنیہ نامی وداعی ٹیلوں کے اوپر سے ایک ماہ کامل طلوع ہوا، ہم پر اس کا شکر واجب ہے کہ خدا کے ایک داعی پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خدا کی طرف دعوت دی)۔

امام بوسیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں اس طرح مدح سرائی کرتے ہیں:

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ جَبِيلاً بَارِيءَ النَّمِ
مَنْزَهَ عَنِ شَرِيكَ فِي مَحَاسِنِهِ
فَجَوْهَرِ الْحَسَنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسَمِ

(پس حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ظاہری و باطنی کمالات ختم ہیں، پھر انہیں خلقت کے پیدا کرنے والے نے اپنا محبوب بنا لیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی خوبیوں میں کسی شریک سے منزہ ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں جو جوہر حسن ہے وہ ناقابل تقسیم ہے)۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

فَإِقْرَأِ الرِّسَالَ فِضْلًا وَعِلًّا

اهدى السبل لدلالة

ومحمدنا هو سيدنا

فالعزنا لا حابته

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یعنی فضیلتوں اور بلندیوں کے اعتبار سے تمام رسولوں پر فوقیت حاصل ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رہنمائی سے تمام راستوں کو صراطِ مستقیم بنا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ صفت موصوف ہیں اور ہمارے سردار ہیں، ہماری عزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے میں ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شاعر مشرق علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے نذرانہ عقیدت اس طرح پیش کیا ہے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے

غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقاں وہی یس وہی طہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا خوب فرماتے ہیں کہ ”آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم تشریف لائے روشن چراغ بن کر اور ہادی و رہنما بن کر اور اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔“

فقر مقام نظر علم مقام خبر

فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

اسی طرح حضرت علامہ ”فرماتے ہیں:

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

قرآن مجید فرقان حمید میں چھتیس مقامات پر ذکر اذکار کیلئے کہا گیا ہے، تسبیح و تہلیل اور رب العزت کی ذات بابرکات کو یاد کرنے کا ذکر ہے۔ سورۃ منزل اور سورۃ مدثر میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب ہو کر کہا گیا ہے:

”اے چادر لپیٹنے والے رات کو (نماز کے لئے) قیام فرمایا کیجئے مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا کم کر لیا کریں اس سے بھی تھوڑا سا یا بڑھا دیا کریں اس پر اور (حسب معمول) خوب ٹھٹھر کر پڑھا کیجئے قرآن کریم کو بے شک ہم جلد ہی القا کریں گے آپ پر ایک بھاری کلام بلاشبہ رات کا قیام (نفس کو) سختی سے روندتا ہے اور بات کو درست کرتا ہے۔ (المزمل)

اے چادر لپیٹنے والے اٹھیے اور (لوگوں کو) ڈرائیے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔ (المدثر)

”اور نہیں پیدا کیا جنات اور انسانوں کو لیکن عبادت کیلئے (عرفان کیلئے)“ لہذا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ قرآن عظیم میں، احادیث مبارکہ میں، انہی اولیاء نے اللہ جل مجدہ کو یاد کرنے کے طریقے بتائے ہیں تاکہ انسان جو کہ اشرف المخلوقات میں شامل ہے ایک اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہو سکے۔ اسی مقام کو مقام محمود کے نام سے ماخوذ کیا ہے۔ جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پہنچ سکتے ہیں مقام محمود یہ بغیر عشق کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

حضرت علامہ فرماتے ہیں:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
 کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
 عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
 کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
 جب انسان اس راستے پر گامزن ہو جاتا ہے تو ایک مقام آتا ہے جس کے بارے

میں حضرت علامہؒ کہتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے
جس طرح علم کے حصول کیلئے کسی استاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عرفان
کے حصول کیلئے مرد کامل و اکمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ عرفان کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے
لیکن اس کی اہلیت کیلئے خود عارف ہونا ضروری ہے:

کیے ہیں فاش رموز قلندری میں نے
کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد

سب سے پہلے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 815ء) جن کے
والدین ایرانی اور عیسائی تھے بغداد شریف میں صوفیانہ عبادت کا سلسلہ شروع کیا، آہستہ
آہستہ یہ سلسلے باقاعدہ (Brotherhood) کی شکل اختیار کر گئے۔ بغداد شریف سے
قادر یہ سلسلہ کا آغاز ہوا اور یہ سلسلہ عالیہ قادر یہ جنید یہ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
سے ہے۔ امام العارفین حجتہ اکامین صند الواصلین حضرت علی بن عثمان الجبوری المعروف
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ بھی جنید یہ ہے۔

مقامات راہ سلوک یہ ہیں۔

(۱) جذب (۲) حقیقت (۳) معرفت (۴) طریقت (۵) شریعت

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے

جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق کے اعلیٰ ترین ارفع و اعلیٰ

مقام ”قاب قوسین“ دو کمانوں کے فاصلہ یا دو بھوؤں کے فاصلہ تک پہنچے، احد اور صمد نے

جس کا وعدہ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر پہنچایا۔ یہاں پردہ میم باقی رہا۔

انگریز مستشرق ڈی ایس مارگولائٹھ ”محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اینڈ دی رائز آف اسلام“ مطبوعہ لندن جی پی پبلسٹیشن 1923 صفحہ 3 پر رقمطراز ہے:

“The biographers of the Prophet Mohammad (Sal-Alla-ho-Alaihi-Wasalam) from a long series, which it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place”

حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آگینہ رنگ محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذره ریگ کو دیا تو نے فروغ آفتاب
شوکت و سحر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق تھا، آپؐ بیتوں لربہم سجدا و قیاماً ”یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے رات بھر اپنے رب کے حضور میں سجود و قیام میں بسر کرتے ہیں“ کی عملی تصویر تھے، نماز تہجد میں کبھی ناغہ نہیں کیا تھا، ایسے کاملین کے بدن رات کے بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ انہی کیلئے ہے:

”رات کو اٹھو لیکن کم نصف رات ہو یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور تلاوت قرآن کرو، اچھی طرح کیونکہ رات کا جاگنا نفس کشی کیلئے بہت سخت ہے اور بات کو مضبوط کرتا ہے

یعنی آدمی مستجاب الدعوات ہو جاتا ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ اس طرح فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا جو بندہ نوافل (زائد عبادات) کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں (یعنی وہ میرا محبوب بن جاتا ہے) اور اس سے اس قدر قریب ہو جاتا ہوں کہ اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے (بی بیصر) میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے (بی یسمع) اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور میری طاقت سے کام کرتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور مجھ سے جو کچھ طلب کرتا ہے اس کو دیتا ہوں اور جب میری پناہ طلب کرتا ہے اس کو دیتا ہوں۔“

”جاوید نامہ“ میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایمان کامل کی تشریح پیر رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کی ہے جو داتا سے سرحد حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ پر من وعن صادق آتی ہے:

کار	مرداں	است	تسلیم	و	رضا
بر	ضعیفاں	راست	ناید	ایں	قبا
بود	گیرے	در	زماں	با	بیزید
می	ندانی	از	کلام	پیر	روم
خوشتر	آں	باشد	کہ	ایماں	آوری
تا	بدست	آید	نجات	و	سروری
گفت	ایں	ایماں	اگر		ہست
اے	مرید	آں	کہ	دارد	شیخ عالم
من	ندارم	طاقت	آں	تاب	آپ
کاں	فزون	آمدز	کو	شهنشائے	جاں

حضرت داتائے سرحد شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ حسن و اخلاق کے پیکر، بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور مخلص خیر خواہ تھے۔ آج بھی ہزاروں طلباء و علماء کا وجود انہی کی مساعی جمیلہ کے مرہون منت ہے۔ آپ کا مزار پُر انوار، اور ملحقہ جامع مسجد اور مدرسہ حقیقتاً ظاہری علوم کی جامعہ ہونے کے علاوہ تہذیب اخلاق کی تربیت گاہ بھی ہے۔

علامۃ العصر حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعلیٰ کردار، روشن تعلیمات، اخلاق حمیدہ اور عمل صالحہ کی پاکیزگی سے عوام و خواص کو فیضیاب فرمایا۔ اسلام کی تبلیغ، رشد و ہدایت میں تن، من، دھن قربان کر دیا اور آج برصغیر پاک و ہند تو کیا، بلاد اسلامیہ میں فیض قادر یہ آپ کی ہی مساعی جمیلہ کے مرہون منت ہے کیونکہ طریقت کا پہلا اصول ہے کہ اپنے مرشد کامل و اکمل کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہیے۔ یہی سوائے ادب ہے

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
خاکسار تو یہی کہے گا کہ آپ کے دربار گوہر بار پر غوث، قطب، ابدال، اوتاد،
قلندر ہمہ وقت حاضری دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئی پوری ہو گئی کہ:
”ہند سے مجھے خوشبو کی مہک آرہی ہے۔“

یہ مہک حقیقتاً اس چمنستان میں اسی باد صبا کی لائی ہوئی ہے جسے عرف عام میں صوفیائے عظام اور اولیائے کرام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ میاں عبدالحی سندھی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت تھے اور خلیفہ مجاز بھی۔ سلسلہ عالیہ قادر یہ کی خلافت حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ ایسے ہی کالمین کیلئے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

مگسل از پیغمبران وقت خویش
تکیہ کم کن برفن دیر کام خویش
پس بھر دوری ولسی، قائم است

آزمائش تاقیامت دائم است
انہی نقشبندیہ نفوس قدسیہ کے بارے میں ہے:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
می برندازرہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان
می بردوسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصر بے گر کنڈایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ بر آدم بزباں این گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
رُوبہ از حیلہ چساں بگسلد این سلسلہ را
یہ سلسلہ حضرت خلیفۃ الرسل امیر المؤمنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آپ کے بارے میں ہی فرماتے ہیں۔

سایہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ اصطفیٰ

غزو ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل

ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقین سید المتقین

چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

1- کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں نہیں ڈالی جس کو میں نے حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں نہ ڈال دی ہو۔

2- قسم خدا کی، پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کسی اور بہتر شخص پر

آفتاب طلوع نہیں ہوا۔ (ابوداؤد)

3- اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

(صحیح بخاری مسلم ترمذی)

حقیقت تو یہ ہے کہ:

خاصان خدا خدا نہ باشد

لیکن از خدا جدا نہ باشد

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے ”من لم يشكر الناس لم يشكر الله“ یعنی جو انسانوں کا شکر یہ ادا نہیں کر سکتا وہ خداوند قدوس کا شکر یہ ادا کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کاملین و اکملین کا شکر و ذکر کرنے میں بخل کریں گے تو اللہ جل مجدہ کا شکر یہ ادا کرنے کی صلاحیت کہاں سے لائیں گے۔ چنانچہ ان پاکیزہ زندگیوں کے حالات سے دوسروں کو متعارف کرانا اور ان کے کارہائے نمایاں اور ارشادات کو عام کرنا ہے۔

حضرت داتائے سرحد شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے متقی، پرہیزگار، متواضع، قناعت پسند، منکسر المزاج، خوش طبع، درویش، کامل و اکمل، مشفق و مہربان، عاشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک تحریک، غوثِ دوراں اور قطب الاقطاب تھے،

صحبت مرداں اگر یک ساعت است

بہتر از صد خلوت و صد طاعت است

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی روح پُرفتوح آج بھی ہم میں موجود ہے، کیونکہ ایسے کامل و اکمل ولیوں کی زندگی میں ان کی توجہ کے ۹ حصے اللہ جل مجدہ کی طرف ہوتے ہیں اور صرف ایک حصہ مخلوق خدا کی طرف ہوتا ہے جبکہ حیات ظاہری کے بعد ۹ حصے مخلوق خدا کی طرف اور صرف ایک حصہ اللہ جل مجدہ کی طرف ہوتا ہے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کے فکری علمی اور عملی افکار سے آگاہ کرنے کیلئے ایک اکیڈمی کا قیام بھی عمل میں لایا جائے تاکہ حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر ریسرچ کی جائے، جنہوں نے ساری عمر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری و ساری رکھا اور یہاں کے مدرسہ کو جامعہ الازہر کے پیٹرن پر جدید تقاضوں کے مطابق عمل میں لانا چاہیے۔ تاکہ دینی علوم کو ممتاز اور میٹرز پوزیشن حاصل ہو اور ان جامعات کے فارغ التحصیل طلباء و طالبات ایک انوکھے ارفع و اعلیٰ مقام کے حامل ہوں۔ اس عظیم مشن کی تکمیل کیلئے اہل ثروت حضرات کو دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون کرنا چاہیے:

آسماں تیری لحد پر شبہم افشانی کرے
 سبزہ نور شہر اس گھر کی نگرانی کرے
 دریں راہ بجز مرد راعی زلفت
 اس راستہ میں بغیر کامل کوئی نہیں جا سکا
 گماں شد کہ دنبال راعی زلفت
 یقیناً پیر کامل کے بغیر کوئی نہیں جا سکتا
 محال است سعدی کہ راہ صفا
 تصوف کے راستے میں اے سعدی نا ممکن ہے
 تو اں رفت جز در پے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کہ فخر موجودات نور مجسم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر راستہ طے کر سکے

پروفیسر غلام سرور رانا (عفی عنہ)
 گورنمنٹ کالج لاہور

اظہار خیال

دور حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے میدان علم و عمل میں جس تیزی سے قدم اٹھائے ہیں اس پر پوری عالم انسانیت ورطہ حیرت میں ہے جو ان مردوزن ان علوم کے حصول کے لئے رات دن کوشاں ہیں اور ہر ایک کی کوشش اور جستجو ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ تقاضا وقت یہی ہے کہ:

منتظر ہے وقت تیری گرمی رفتار کا
وقت سے آگے نکل تو صاحب رفتار ہے
کوشش پیہم سے ہے ہر ملک و ملت کا وجود
بے عمل کچھ بھی ہو کیفی زندگی بے کار ہے

لہذا ان عوامل کو دیکھتے ہوئے ہر طبقہ فکر اسی تگ و دو میں لگا ہوا ہے مگر جب ہم دوسری جانب غور و فکر کرتے ہیں تو دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ ہم اپنی بنیادی اور اعلیٰ قدروں اور روایات کو بیک جنبش قلم پائمال کئے جا رہے ہیں انسانوں کے اندر جو محبت و پیار، جانثاری، ایک دوسرے کی حرمت کا پاس، بڑوں چھوٹوں کے درمیان لحاظ اور پاس ادب، زن و مرد کے مابین شرم و حیا، اسلامی اقدار کی پاسداری، دین و مذہب سے لگاؤ، اللہ جل شانہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی بجا آوری، اولیاء اللہ جو صاحبان شریعت و طریقت تھے ان کے نقش قدم پر چلنا جو کسی وقت فخر و انبساط سمجھا جاتا تھا نیز علوم معرفت کو حاصل کرنے کی جدوجہد اب یکسر ختم ہوتی جا رہی ہیں یہ تمام حقیقت پسندانہ باتیں جو خرافات کی نذر ہو رہی ہیں ہمارے لئے باعث شرم ہیں

یہ ہی وجہ ہے کہ دیگر اقوام عالم میں مسلمان زیر خنجر قرض کرتا ہوا نظر آ رہا ہے افسوس کی بات ہے کہ نہیں؟ کہاں سرزمین حجاز سے اس کماری تک کی حکمرانی اور پوری دنیا کو ایک نعرہ اللہ اکبر کی پروقا اور دلدوز آواز پر لیک کہنے والے اور اب

در بہ در خاک بہ سر پھرتے ہیں مردان جری
ہاتھ میں کاسہ لئے مانگتے ہیں لال پری
اپنے قرآن سے سب منحرف ہیں آج کے لوگ

لگ گیا پیسہ جمع کرنے کا ہر ایک کو روگ
 سنت سید عالم کا جنہیں پاس نہیں
 انہیں توحید و رسالت کا بھی احساس نہیں
 کس ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں مسلمان ہیں ہم
 اس صورت حال کے پیش نظر اگر ہم نظر عمیق سے آج کے مسلمان کا تجزیہ کریں تو
 ہم پر یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ آج کے مسلمان نے قرآن کریم کی حقانیت کو پس
 پشت ڈال دیا ہے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنی چھوڑ دی ہے
 مادہ پرستی نے اس قدر غرق عصیاں کر دیا ہے کہ ظلمت کی طرف بڑھتے ہوئے قدم بھی ترقی کی
 منازل نظر آتی ہیں افسوس تو اس بات پر ہے کہ اسلام جو دین حق ہے اور اتحاد و یگانگی کا درس
 دیتا ہے اسے بھی الگ کمپنیوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ملت کے اندر مختلف فرقے پیدا ہو گئے جو
 اپنی اپنی بین بجا رہے ہیں جس کی وجہ سے نوزی نسل راہ گم کردہ کی تلاش میں سرگرداں ہے
 مصنوعی پیروں، فقیروں، قلندروں، عالموں اور عاملوں کا بازار گرم ہے ہر کوئی اپنے آپ کو دین
 کا سچا اور مضبوط ستون قرار دے رہا ہے اور جائز و ناجائز کی تمیز مفقود ہوتی چلی جا رہی ہے۔
 چنانچہ وقت کی پکار ہے کہ ان لوگوں کی تعلیمات اور ملت اسلامیہ کے لئے بے
 لوث خدمات کرنے والوں کو منظر عام پر لایا جائے جنہوں نے حقیقت میں اپنی ذات کو فنا
 کر کے حق کے پرچم کو سر بلند کیا اپنی خواہشات نفسانی کو یکسر ملیا میٹ کر کے قرآن کریم کی
 تعلیمات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی سے اپنے اذہان و قلوب کو
 روشن کیا رات دن یاد الہی میں مصروف عمل رہتے دنیا اور اہل دنیا سے کچھ سروکار نہ رکھا زندگی
 صرف خداوند کریم جل شانہ کی وحدانیت کو سمجھنے میں صرف کردی اور قرطاس ہستی پر رہتی دنیا
 تک وہ نقش ثبت کر دیئے کہ وہ انشاء اللہ مٹنے نہ پائیں گے اس مقام پر حافظ شیرازی نے کیا
 خوب فرمایا ہے۔

ہر گز نہ مہر د آن کہ دلش زندہ شد نہ عشق
 ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
 پرستاران نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریائے عشق میں غوطہ زن

ہو کر اپنے ظاہر و باطن میں وہ نکھار پیدا کیا کہ ہر آنے والے متلاشیان مہر و محبت بھی انہیں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں یہ ہی لوگ ہیں جنہیں تاریخ عالم قادری چشتی نقشبندی سہروردی اویسی کے ناموں سے یاد کرتی ہے یہ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اگر ایک طرف تصوف کی تعلیمات حاصل کرنے کے لئے علم کو فروغ دیا تو دوسری طرف حکومت و وقت کو بھی اپنی عقابانی نظروں کی گرفت سے آزاد ہونے کا موقع نہیں دیا اپنی پرواز تخیل اور روحانی قوت سے کج کلاہوں کو بھی خاک نشین بنا دیا اور یہی وجہ تھی کہ بادشاہان وقت بھی اولیاء اللہ کے سچے پیروکاروں میں شمار ہوتے ہیں اس مقام پر یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ ہر کام اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے حکم سے ہوتا ہے وہ خود قرآن کریم میں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶۲ میں اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ ”آپ کہہ دیں کہ اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی مردہ میں سے زندہ اور زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے“۔ یہ تو ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی شان عظیم! اگر ہم آیات بینات پر غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ انسان کی زندگی کا کیا مقصد ہے اور اس دنیا میں اسے کیوں بھیجا گیا وحدہ لا شریک لہ کی تخلیق کا شاہکار آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کو یہ عظیم فریضہ سونپا گیا کہ علم حاصل کر اور اس کائنات لامتناہی کے اندر خالق کائنات نے جس قدر بھی تخلیقات کی ہیں اور یہ زمین پہاڑ دریا سمندر ہوائیں فضا میں اپنے رب کی حمد و ثناء میں رات دن مصروف ہیں ان پر غور و فکر اور تحقیق کر تا کہ تجھے اپنے رب کی ربوبیت کا صحیح اندازہ ہو سکے ان ہی نکات اور اشارات پر غور و فکر کرنے والی ہستیوں میں ایک نام حضرت الشیخ وحید العصر غوث زمان جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے دراصل آپ وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں داتاے سرحد کے نام سے یاد کیا جانا سرحد کی جبین پر سنہراتاج سجانے کے مترادف ہے چہ جائیکہ وادی پشاور میں بے شمار جید اولیاء اللہ اپنے مزارات مقدسہ سے انوار و تجلیات کی کرنیں بکھیر رہے ہیں مگر حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک

مقام ہے جسے اہل نظر و دل ہی جان سکتے ہیں۔

تقریباً تین صدیاں گزرنے کے بعد اگر انفرادی طور پر آپ کی ذات ستودہ صفات کو قلم بند کرنے کے لئے جو ان فکر و نظر آپ ہی کے خانوادہ سے تعلق رکھنے والے سلیم الطبع اور بلند اقبال جناب سلیم اقبال صاحب نے اپنے خوبصورت اور اچھوتے انداز سے مختصر مگر جامع ”سوانح حیات کو کتابی صورت میں پیش کرنے کی جسارت کی ہے اور جس کا نام ”داتائے سرحد“ تجویز کر کے اہل شوق اور محبان اولیاء اللہ کے جذبات کے اندر ہلچل مچا دی ہے۔

وہ قاری جو روحانیت سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی تشنگی بجھانے کے لئے علوم تصوف کی کتابوں کی چھان بین کرتا ہے اس کے لئے یہ کتاب واجب حیثیت رکھتی ہے مولف کتاب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے چمنستان معرفت کے پھولوں کو یکجا کر کے ایک خوب صورت گلدستہ بنا کر محبان اولیاء اللہ اور خصوصاً محبان شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں میں دے دیا ہے اب یہ قاری کتاب کی اپنی علمی بساط ہے کہ وہ کہاں تک اس کتاب سے استفادہ حاصل کرتا ہے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ سلیم اقبال صاحب کی اس کاوش کو مزید ترقی عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ قدس میں مقبول و سرفراز فرمائے (آمین)

مثال نور کا خاور جناب شیخ جنید
ہیں ماہتاب پشاور جناب شیخ جنید
فروع ذکر الہی تھا زندگی کا شعار
گواہ ہیں غائب و حاضر جناب شیخ جنید
زبان خلق پکارے ہے داتائے سرحد
تم ہی ہو فخر پشاور جناب شیخ جنید
خدا ملے بوساتط محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کرایا خلق کو باور جناب شیخ جنید

اثر خامہ

ابوالاثر آفاق ظفر کیفی میرونی

اسمائے گرامی مشائخ عظام سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ

كشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء (الآية)

طوبى لمن رانى و امن بى و طوبى لمن رانى من رانى و لمن رانى

من رانى من رانى و امن بى طوبى لهم و حسن ماب (الحديث)

ترجمہ: عہدگی ہے اس شخص کو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا اور عہدگی ہے اس

شخص کو جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کر چکا ہے اور اس شخص کو

جس نے اس شخص کی زیارت کی جو میری زیارت کرنے والے کی زیارت کر چکا

ہے اور مجھ پر ایمان لایا عہدگی ہے ان سب کو اور اچھی بازگشت

اللهم اهدنا الصراط المستقيم

الہی بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الہی بحرمت امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

الہی بحرمت حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ عبداللہ سرسقطی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ ابولفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ

الہی بحرمت حضرت شیخ ابوسعید مبارک المحزومی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت محبوب سبحانی سیدنا حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت سیدنا حضرت شیخ کبیر الدین شاہدولہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت سیدنا حضرت شیخ شاہ منور الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ شاہ عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ محمد صدیق بشونڑی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد عمر زئی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بحرمت حضرت شیخ عبدالغفور (صاحب سوات) سید و شریف رحمۃ اللہ علیہ

تمام	حاجات	من	روا	کن
واز	غمہائے	روزگار	آزاد	کن



رحمۃ اللعالمین سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(المتوفی ۱۱ ہجری)

محمد سید الکونین و الثقلین
والفریقین من عرب و من عجم

ولادت باسعادت

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بارے میں علماء اور ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ صبح صادق کے طلوع کے بعد اور آفتاب کے طلوع سے قبل دو شنبہ (پیر) کے دن ہے مشہور بارہ (۱۲) ربیع الاول ہے۔

حضرت داؤد کے اٹھارہ سو (۱۸۰۰) سال، حضرت موسیٰ کے دو ہزار تین سو (۲۳۰۰) سال، حضرت ابراہیم کے تین ہزار ستر (۳۰۷۰) سال، حضرت نوح کے چار ہزار چار سو نوے (۴۴۹۰) سال، حضرت آدم کے چھ ہزار سات سو پچاس (۶۷۵۰) سال کے بعد سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مبارکہ سیدہ حضرت آمنہؓ نے ایام حمل میں خواب دیکھا کہ فرشتہ کہہ رہا ہے کہ تجھے کچھ خبر ہے تیرے شکم میں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سیدہ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ خواب دوسری عورتوں سے بیان کیا تو انہوں نے کہا تجھے آسیب کا سایہ ہے ہاتھ اور گلے میں لوہا ڈال دو جب میں نے لوہا ڈالا خود بخود وہ نیچے گرا، حمل کے ایام میں جو تکلیف عورتوں کو ہوتی قطعاً مجھے نہیں ہوئی، دوبارہ بوقت ولادت غنودگی میں وہ فرشتہ آیا اور کہا یہ دعا پڑھ ”ہر حاسد سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں“ ولادت کے بعد اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھیو۔ سیدہ حضرت آمنہؓ کے ایام حمل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد سیدنا حضرت عبد اللہ ﷺ ملک شام کو تجارت کیلئے روانہ ہوئے واپسی میں بیمار ہوئے اور مدینہ طیبہ میں بنو نجار میں وفات پائی۔

منقول ہے کہ سیدنا حضرت عبدالمطلب ﷺ نے خواب دیکھا کہ چاندی کی زنجیر ان کی پشت سے باہر نکلی جس کا ایک سر آسمان میں ہے اور ایک سر زمین میں اور ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں ہے پھر وہ زنجیر درخت بن گیا جس کے ہر پتے پر نور ہے اہل مشرق و مغرب اس کی متابعت کرتے ہیں۔ معبر سے بیان کیا اس نے کہا کہ تیری پشت سے فرزند پیدا ہوگا اہل مشرق و مغرب اس کی متابعت کریں گے۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی سیدہ حضرت صفیہؓ کا قول ہے شب ولادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل بیٹھی تھی کہ ولادت کے وقت ایک نور ظاہر ہوا جو چراغ کے نور پر غالب آیا اس رات چھ (۶) علامات میں نے مشاہدہ کئے ایک (۱) یہ کہ زمین پر سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا دوسرے (۲) یہ کہ سر اٹھا کر فصیح زبان سے ”لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ“ فرمایا تیسرے (۳) تمام گھر نور سے روشن ہوا چہارم (۴) یہ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے میں لپیٹنا چاہا پشت مبارک پر ختم نبوت دیکھی کندھوں کے بیچ میں جس پر ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ تحریر تھا دوسرے یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں مخفی کلام فرمایا وہن مبارک کو کان لے جا کر سنا کہ امتی امتی فرما رہے ہیں۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما عام بچوں کی طرح نہیں ہوئی بلکہ آپ دوسرے (۲) مہینہ اشارہ فرمانے لگے تھے اور چوتھے (۴) ماہ پاؤں پر کھڑے ہونے لگے تھے اور اسی طرح سال کے ختم تک چلنا پھرنا باتیں کرنا سب شروع ہو گیا تھا تیسرے (۳) سال کے ختم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ پلانے والی سیدہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس لائیں تو یہ سمجھ کر کہ میرے گھر کی سب خیر و برکت جس کو تین (۳) سال سے تجربہ کر رہی تھیں کہ ہر چیز میں کھلا فرق تھا وہ سب آج ختم ہو رہی ہے کچھ روز اور اپنے پاس رکھنے کی مہلت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لے گئیں لیکن وہاں پہنچ کر جب شق صدر کا معجزہ پیش آیا تو گھبرا کر اس خوف سے واپس پہنچا گئیں کہ مبادا کوئی

خوفناک منظر پیش آجائے۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک چار (۴) مرتبہ شق کیا گیا: اول (۱) مرتبہ تو یہی تھا دوسری (۲) مرتبہ اس وقت ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف دس (۱۰) سال کی تھی یہ صحرا میں ہوا تھا تیسری (۳) مرتبہ بعثت کے وقت ماہ رمضان المبارک یا ربیع الاول میں غار حرا میں ہوا چوتھی (۴) مرتبہ معراج شریف میں۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن ہی سے رحمہ لئی وفاداری سچائی، دیانتداری، نیک چلنی، صفائی معاملات، غربانواز، قومی ہمدردی اور انصاف پسندی غرض جملہ اخلاق محمودہ میں شہرہ آفاق ہو چکے تھے صادق اور امین کا لقب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا، بوڑھے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتے تھے مکہ مکرمہ میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، امانت میں خیانت نہیں کی، نہ کسی کی غیبت کی اور نہ کسی سے ترش رو ہو کر گفتگو فرمائی ان اوصاف کی وجہ سے ہر شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ الفت و محبت رکھتا تھا۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دادا سیدنا حضرت عبدالمطلبؑ کی کفالت میں آگئے مگر وہ کثیر العیال تھے اور اس کے ساتھ ہی مہمان نوازی اور سخاوت کے علاوہ سردارانہ حیثیت کے اخراجات اس پر مزید برآں تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اول اپنے چچا کے ساتھ جب کہ عمر شریف نو (۹) سال کی تھی شام کا تجارتی سفر کیا مگر اس مرتبہ بحیرا راہب نے راستہ سے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ان کو ملک شام نہ لیجانا، یہود اگر ان کو دیکھیں گے تو برائی سے پیش آئیں گے لیکن دوبارہ جب عمر شریف پچیس (۲۵) سال کی تھی سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کا مال لیکر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور واپسی پر جو منافع ملا تھا وہ اپنے چچا کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اسی سال سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے ہوا نکاح کے وقت آپؐ بیوہ تھیں اور چالیس (۴۰) سال کی عمر تھی اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف پچیس (۲۵) سال تھی آپؐ کے بطن

سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد چار صاحبزادیاں سیدہ حضرت رقیہؓ سیدہ حضرت زینبؓ سیدہ حضرت ام کلثومؓ سیدہ حضرت فاطمہؓ اور دو صاحبزادے سیدنا حضرت قاسمؓ سیدنا حضرت عبداللہؓ ایک صاحبزادہ سیدنا حضرت ابراہیمؓ سیدہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے لطن سے تولد ہوئے۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا زمانہ جوں جوں قریب آ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلوت اور تنہائی زیادہ پسند ہوتی گئی اکثر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سٹو اور پانی اپنے ہمراہ لیکر مکہ مکرمہ سے تین میل پر کوہ حرا میں تشریف لے جاتے تھے اور کئی کئی دن تک وہاں تنہائی و یکسوئی میں قیام فرماتے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور کئی کئی دن وہاں گزار دیتے رمضان المبارک میں اپنے اہل و عیال کو بھی لیجاتے نبوت سے چھ (۶) ماہ قبل سچے خواب بڑی کثرت سے نظر آنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز درختوں اور پتھروں سے سنائی دیتی تھی اسی دوران میں جب آپ اس خلوت نشینی اور تنہائی کی عبادات و ریاضات کی وجہ سے باروحی کے متحمل ہو گئے تو ایک دفعہ حضرت جبرائیلؑ سورۃ اقرآء کی شروع کی آیتیں یعنی اقرآء باسم ربک الذی خلق۔۔۔ ایک ریشمی کپڑے پہ لکھی ہوئی لائے فرشتہ نے کہا کہ اس کو پڑھیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، فرشتہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گلے سے لگا کر اس زور سے بھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسینہ پسینہ ہو گئے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اس کے بعد پھر دوبارہ پڑھنے کو کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر اُمی ہونے کا عذر کیا غرض اسی طرح تین (۳) مرتبہ فرشتہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گلے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چوتھی (۴) مرتبہ جب پڑھنے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے تکلف ان کو پڑھ دیا۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول اول مخفی طور پر لوگوں کو توحید کی

تعلیم فرماتے رہے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی تبلیغ میں یوما فیوماً زیادتی فرمائی اور اہتمام شروع کیا اسی وقت سے کفار مکہ کی عداوت شروع ہو گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے پاکیزہ دین کی تعلیم سے گو مسلمانوں میں اضافہ بھی ہوتا رہا لیکن جوں جوں مسلمانوں میں اضافہ ہوتا تھا کافروں میں حسد کی آگ بہت زیادہ بڑھتی جاتی تھی۔

اور تین (۳) سال تک سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء اسی طرح خاموشی سے اسلام کی تبلیغ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عبادت کرتے رہے تین (۳) سال کے بعد قرآن پاک کی آیت ”وانذر عشیرتک الاقربین“ نازل ہوئی اس آیت شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے رشتہ داروں کو عذاب الہی سے ڈرانے کا حکم دیا گیا تھا اس حکم کے نازل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم کی سرکشی کی وجہ سے ہر چند تشویش تھی مگر حکم الہی کی تعمیل بھی ضروری تھی اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت کا اہتمام فرمایا اور اپنے سب اعزہ کو اس میں مدعو کیا۔ اول (۱) مرتبہ کوئی حرف زبان پر لانے کی نوبت بھی نہ آئی کیونکہ تھوڑی سی مقدار کھانے کی چالیس (۴۰) آدمیوں کو کافی ہو جانا خود اس بات کیلئے بہت کافی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھوج لگاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے تعلق پیدا کرتے مگر ابولہب یہ کہہ کر سب کو اپنے ساتھ لے گیا کہ کھانے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جادو کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری (۲) مرتبہ دعوت فرمائی اور سرداران قریش کو مدعو کیا اور کھانے کے بعد نہایت پیارے الفاظ میں نصیحت فرمائی اور توحید کی ترغیب، شرک سے نفرت دلائی مگر کم بخت ابولہب نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ ابوطالب تمہارا یہ بھتیجا جو تم کو اولاد سے زیادہ پیارا ہے تمہیں یہ کہتا ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور میرے تابع دار بن جاؤ یہ کہہ کر سب نے مذاق اڑایا اور قہقہہ لگاتے ہوئے چلے گئے حتیٰ کہ آیت مبارکہ ”فاصدع بما تؤمر“ نازل ہوئی اس آیت میں سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کو علی الاعلان تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور کفار کے سب قبائل کو نام بنام پکارا، عرب کے دستور کے موافق سب جمع ہو گئے تو آپ نے اولاً ان سے دریافت کیا کہ اگر میں اس بات کی خبر کر دوں کہ عنقریب تم پر کوئی دشمن حملہ کرنے والا ہے اور اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا بیٹھا ہے تو تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ سب نے بیک زبان اقرار کیا کہ ہم نے تمہیں جھوٹ بولتے کبھی نہیں دیکھا اس لئے ضرور سچا سمجھیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر عذاب الہی سے ڈرایا مگر وہ کفار جو ابھی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا اقرار کر چکے تھے یہ سن کر ہنس پڑے مجمع وہاں سے منتشر تو ہو گیا مگر جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے منصوبے شروع ہو گئے جس سے جو بن پڑا وہ اس نے کیا، ایک مرتبہ کفار کا بہت سا مجمع اکٹھا ہو کر ابوطالب کے پاس گیا کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان باتوں سے روک دیں ورنہ ہمارے حوالہ کر دیں کہ خود ہم ان سے نمٹ لیں ابوطالب سخت متحیر تھے نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ سکتے تھے کہ باپ کی آخری وصیت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و کمالات اس میں مانع تھے نہ کفار کے بار بار آئیوں والے وفود سے انکار کر سکتے تھے بالآخر ایک مرتبہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا کر بڑی نرمی اور طویل گفتگو کر کے درخواست کی کہ اپنے مقصد سے ہٹ جائیں اور دعوت دین کے کام کو چھوڑ دیں مگر سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت ہی استقلال سے فرمایا کہ میرے چچا اگر کفار مکہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے میں چاند رکھ دیں تب بھی اپنا کام نہیں چھوڑ سکتا یہاں تک کہ اللہ جل شانہ دینی مقصد کو پورا فرمادیں یا میں شہید ہو جاؤں۔ آپ نے اندازہ فرما لیا تھا کہ اب چچا جان بھی حفاظت سے عاجز ہو گئے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا کفار مکہ جوں جوں اپنی کوششوں میں ناکام ہوتے تھے اتنا ہی ان کا غصہ بڑھتا جاتا تھا جس اذیت و تکلیف کے دینے پر قادر ہوتے اس میں کسر نہ چھوڑتے تھے بالخصوص نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور سے

ستاتے تھے ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں چند اوباش لوگوں نے مل کر کمر مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جس کے بوجھ کی وجہ سے سجدہ سے اٹھنا مشکل ہو گیا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر نہ اٹھا سکے تو خوب قہقہہ لگایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر راستہ میں پتھر مارے جاتے تھے نجاست اور گندگی ڈالی جاتی تھی اور اس پر بس نہ تھا بلکہ قتل کر دینے کی تدابیر بھی ہر وقت کی جاتیں، جب خود سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقاء (مسلمان صحابہ) کا تو ذکر ہی کیا۔ جبکہ ان حضرات کو تکلیف دینے میں کوئی مانع بھی نہ تھا۔ بحر حال جب صحابہ کرام پر حد سے زیادہ تکالیف کی بارش ہونے لگی تو آپ ﷺ نے ان کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کی اجازت مرحمت فرمادی بہت سے لوگوں نے حبشہ میں جا کر اقامت فرمائی اور شاہ حبشہ جس کا نام اصحہ اور لقب نجاشی تھا کے پاس جا کر سکون سے آرام کی زندگی بسر کرنے لگے یہ حبشہ کی پہلی ہجرت تھی جو نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں ہوئی اس جماعت میں گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتیں تھیں، اس کے بعد صحابہ کرام کی ایک اور جماعت حبشہ گئی جس میں تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں شامل تھیں، یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے کفار مکہ اپنی حماقت سے اس کوشش میں بھی لگے رہے کہ وہاں سے بھی یہ مظلوم نکال دیئے جائیں مگر وہ ساری تدابیر بیکار رہیں۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خود مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ہر نوع کی تکالیف برداشت فرماتے رہے چھ سال یہ ہی مشقت اور تکالیف برداشت کرتے ہوئے گزر گئے، خاص شہر مکہ سے جب مایوسی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے اطراف میں تبلیغ شروع فرمائی اور ہر قبیلہ سے جا کر اللہ جل شانہ کے دین میں داخل ہونے اور اللہ جل شانہ کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے کی درخواست کی مگر ان لوگوں نے بجائے اعانت و مدد کے، صاف انکار کر دیا اور مذاق اڑایا۔

طائف میں جب سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ جل شانہ کے پاک دین کو پھیلانے کا ارادہ فرمایا تو وہاں کے سرداروں نے نہ صرف مذاق اڑایا بلکہ بچوں اور شہر کے اوباش لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اینٹیں ماریں اور پتھر برسائیں اس پتھراؤ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں جوتے خون کے بہنے کی وجہ سے سرخ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے اور ایک جگہ اطمینان سے بیٹھ کر یہ دعا مانگی۔

”اللهم اليك اشكر ضعف قوتي و قلة حيلتي و هو اني على الناس يا ارحم ارحم انت رب المستضعفين و انت ربى الى من تكلنى الى بعيد يتجهمنى ام الى عدو ملكة امرى ان لم يكن بك على غضب على فلا ابالى و لكن عافيتك هي اوسع لى اعوذ بنور وجهك الذى اشرقت له الظلمت و صلح عليه امر الدنيا و الاخرة من ان تنزل بى غضبك او يحل على سخطك لك العتبى حتى ترضى و لا حول و لا قوة الا بك (كذافي سيرت هشام قلت و اختلفت الروايات فى الفاظ الدعاء كما فى قرّة العيون)“

ترجمہ: اے اللہ جل شانہ! تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی اے ارحم الراحمین! تو ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دیدیا اے اللہ جل شانہ! اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے تیری حفاظت مجھے کافی ہے میں تیرے چہرے کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور بات آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب

تک تو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدات کا ثمرہ وہ تقرب الہی ہے جو معراج شریف کے نام سے مشہور ہے کہ یہ تقرب انبیاء اولین و آخرین میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ معراج شریف کا قصہ مسلمانوں کیلئے جتنا بھی قابل افتخار ہو مگر کفار کے لئے اور بھی استہزاء اور مذاق اڑانے کا سبب بن گیا اور طعن و تشنیع کا ایک اور بہانہ ان کے ہاتھ آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی سے باہر کے آنے والوں کو تبلیغ فرمایا کرتے تھے مدینہ منورہ والے جو اپنی ضرورتوں یا حج کی ادائیگی کی وجہ سے مکہ مکرمہ آتے تھے وہ یہاں سے مسلمان ہو کر جاتے اور پھر مہاجرین بھی ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جانا شروع ہو گئے تھے اس اعتبار سے مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی تعداد اچھی خاصی تھی اور یہ حضرات چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقل مدینہ تشریف لائیں اور ہمیں مشرف فرمائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مرتبہ یہی فرماتے کہ مجھے ابھی حق تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے ہجرت کا حکم نہیں ملا۔

ایک روز کفار مکہ نے ایک جلسہ کیا جس میں یہ طے پایا کہ سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر ڈالو (العیاذ باللہ) اور یہ قتل ایک شخص نہ کرے بلکہ پانچ (۵) قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی لے کر ان کے ذریعے سے یہ قتل ہوتا کہ بنو ہاشم اگر انتقام اور بدلہ لینا چاہیں تو ان کے لئے مشکل ہو اور وہ مجبوراً دیت پر راضی ہو جائیں اس منصوبہ کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی ہوئی اور ساتھ ہی ہجرت کر جانے کی اجازت بھی مل گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بستر پر سیدنا حضرت علیؓ کو لٹایا اور ان کو وہ تمام امانتیں حوالہ کر آئے جو مکہ مکرمہ کے لوگوں نے اپنی دشمنی کے باوجود رکھوار کھی تھیں اور سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ غار ثور میں چھپ گئے غار ثور میں تین شب قیام فرمانے کے بعد مدینہ کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں چار روز قبا میں قیام فرمایا۔ قبا مدینہ منورہ کے نزدیک ہی ایک چھوٹی سی بستی ہے جمعہ کے دن بارہ (۱۲) ربیع الاول بمطابق

۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔

مدینہ طیبہ کے سن وار چند واقعات

۱۔☆ اس سال اذان کی ابتدا ہوئی۔☆ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت عبداللہ

بن سلامؓ سلسلہ اسلام میں داخل ہوئے جن کی قربانیاں اور جانفروشی کے

واقعات مشہور ہیں۔☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت

سودہؓ اور اپنی صاحبزادیوں کو مکہ سے مدینہ بلوالیا۔

☆ انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم ہوا۔

☆ شوال کے مہینہ میں سیدہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی۔

۲۔☆ سیدہ حضرت فاطمہؓ کا نکاح سیدنا حضرت علیؓ کے ساتھ ہوا۔☆ مسلمان

اب تک نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے تھے اس سال تحویل قبلہ کا حکم

نازل ہوا اور مسلمانوں کیلئے دائمی قبلہ بیت اللہ قرار دیا گیا۔☆ عید الاضحیٰ کی نماز

سب سے اول اس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں عید گاہ

میں ہوئی۔☆ مشہور لڑائی غزوہ بدر ہوئی۔☆ سیدہ حضرت رقیہؓ کا انتقال ہوا۔

۳۔☆ حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا یہی وہ سب سے پہلے صحابی تھے جو

جنت البقیع میں دفن ہوئے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کرام

میں سے پہلے انہی کا انتقال ہوا۔☆ ماہ رمضان میں سیدنا حضرت امام حسن

ؓ پیدا ہوئے۔☆ غزوہ احد ہوئی۔

۴۔☆ سیدنا حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے۔☆ بیر معونہ کا دل دوز واقعہ اور غزوہ بنو

نضیر پیش آئے۔☆ شوال کے مہینے میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ

مطہرہ ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہؓ کا نکاح سے آٹھ (۸) ماہ بعد انتقال

ہوا۔

۵ھ: ☆ ماہ محرم میں غزوہ ذات الرقاع پیش آیا۔ ☆ صلوٰۃ الخوف مشروع ہوئی۔

☆ ام المؤمنین حضرت جویریہؓ (جو غزوہ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئی تھیں) کو

آزاد فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجیت کے شرف سے مشرف

فرمایا۔ ☆ منافقین کی طرف ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر اتہام اسی سال لگایا گیا

جو تاریخ و سیر میں قصہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ ☆ غزوہ خندق ہوئی۔

۶ھ: ☆ سورج گہن اور نماز کسوف کی مشروعیت اسی سال ہوئی۔

۷ھ: ☆ اس سال غزوہ خیبر ہوئی۔ ام المؤمنین حضرت صفیہؓ جو حی بن اخطب کی بیٹی

تھی اور سیدنا حضرت ہارونؓ کی اولاد تھیں اس غزوہ خیبر میں گرفتار ہو کر

مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنی زوجیت کا شرف

بخشا۔ ☆ اسی سال گدھے اور تمام درندوں کا گوشت حرام کر دیا گیا۔ ☆ ام

المؤمنین حضرت عائشہؓ کی والدہ حضرت ام رومان کا انتقال ہوا۔ اسی سال ام

المؤمنین حضرت میمونہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا۔ ☆ اسی

سال خیبر کی صلح کے بعد ایک یہودیہ نے بکری کا گوشت پکا کر اس میں زہر ملا دیا

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنے اخلاق کریمانہ سے اس کو قبول کو فرمایا اور نوش فرمانا شروع کیا، لقمہ منہ میں

رکھا ہی تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے اس گوشت کو قوت گویائی مرحمت فرمائی اس نے

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھ کو نہ کھائیے میرے اندر زہر ملا یا گیا

ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً لقمہ ڈال دیا اور صحابہ کرامؓ سے

صورت حال بیان کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ایک صحابی نے بھی اس زہر آلود گوشت میں سے کچھ کھایا تھا اس لئے وہ جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اس زہر آلود گوشت کا اثر عمر بھر رہا اور وصال کے وقت اس کی زہریت نے زور دکھلایا چنانچہ مرض وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! غزوہ خیبر میں جو گوشت کھایا تھا اس کا اثر میں اب تک اپنے بدن میں پارہا ہوں اور اس وقت میں اپنی رگ جان کو اس زہر کی وجہ سے کٹتا ہوا محسوس کر رہا ہوں یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہادت کا درجہ بھی عطا فرما دیا گیا۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند سیدنا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ جو حضرت ماریہ قبطیہ کے لطن سے تھے پیدا ہوئے۔ ☆ غزوہ موتہ ہوئی یہ غزوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک قاصد حضرت حارث بن عمیر کو شہید کر دینے کی وجہ سے پیش آیا۔ ☆ جب سے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تھی اس وقت سے لیکر اب تک اس میں کوئی منبر نہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہموار زمین پر کھڑے ہو کر ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے تمام سامعین تک آواز نہیں پہنچ سکتی تھی اسی سال ایک انصاریہ عورت نے درخواست کی کہ میرا غلام نجار اس کام کو بہت اچھے طریقہ سے کر سکتا ہے اگر اجازت ہو تو ایک منبر بنواؤں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا سب کی رائے یہی ہوئی کہ بنوایا جائے ضرورت کی چیز ہے چنانچہ اجازت مل جانے پر انصاریہ نے اپنے غلام سے منبر بنوایا جس کی لکڑی غابہ مقام سے لائی گئی منبر

تیار ہونے پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقہ جگہ سے منتقل ہو کر منبر پر تشریف لائے تو وہ کھجور کا تنا، جس جگہ پر منبر بننے سے پہلے سہارا لیا کرتے تھے، جدائی کی تاب نہ لاسکا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اس کی یہ گریہ وزاری دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا، اس وقت وہ تنا اتنی بری طرح ہچکیاں لے کر رو رہا تھا جیسے بچہ اپنی ماں کی گود میں پہنچ کر ہچکیاں لیتا ہے۔ ☆ اسی سال غزوہ حنین پیش آیا۔

۹ھ: ☆ اس سال غزوہ تبوک ہو ایہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری غزوہ تھا ☆ اس سال پہلی مرتبہ اسلامی حج ادا کیا گیا ☆ اسی سال آپ کی صاحبزادی سیدہ حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہوا۔

۱۰ھ: ☆ یہ سال سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجۃ الوداع کا سال ہے کیونکہ اس حج کے تین ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما گئے تھے۔ آپ پچیس (۲۵) ذی القعدہ بروز شنبہ بعد ظہر مدینہ منورہ سے چل کر چار (۴) ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں قیام پزیر ہوئے، ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے حج کے موقع پر کئی تقریریں فرمائیں سب کا حاصل یہی تھا کہ مسئلے مسائل اچھی طرح یاد کر لو بہت ممکن ہے کہ آئندہ میں اور تم یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں چنانچہ فرمایا کہ:

لوگو! سنو شاید ہم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہ ہو سکیں تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایسے ہی حرمت رکھتے ہیں جیسے یہ مہینہ، یہ دن اور یہ مقام حرمت والے ہیں جو لوگ یہاں موجود ہیں انہیں چاہیے کہ یہ احکام یہ باتیں ان لوگوں کو بتادیں جو یہاں نہیں ہیں، ہو سکتا ہے کوئی غیر موجود تم سے زیادہ سمجھنے اور محفوظ رکھنے والا ہو۔

تمہیں ایک اللہ جل شانہ کے رو برو حاضر ہونا ہے جہاں پر اچھے برے اور چھوٹے بڑے عمل کا حساب ہوگا اللہ جل شانہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اللہ جل شانہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اس نے اپنے بندے سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد فرمائی اور تنہا اسی کی ذات نے باطل کی ساری قوتوں کو زیر کر دیا۔

خبردار! میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

لوگو! زمانہ جاہلیت کی ہر بات کو اپنے پاؤں تلے روندنا ہوں اور تمام خون اور قتل اور سودی کاروبار کو ملیا میٹ کرتا ہوں۔

لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو پانچ وقت کی نماز ادا کرو مہینہ بھر کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکوٰۃ خوش دلی کے ساتھ دیتے رہو اپنے اللہ جل شانہ کے گھر کاج کرو اور اپنے اہل امر کی اطاعت کرو۔

عورتوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنا جس طرح تمہارا ان پر حق ہے اس طرح ان کا تم پر حق ہے انہیں اچھا کھلاؤ پہناؤ اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور ان کے معاملے میں اللہ جل شانہ سے ڈرتے رہو۔

غلاموں سے اچھا سلوک کرنا۔

دنیا کے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی بزرگی اور فضیلت و برتری نہیں ہے تم ایک آدم کی اولاد ہو جو مٹی سے بنایا گیا تھا۔

میں تمہارے پاس ایک قرآن مجید کو چھوڑ چلا ہوں دوسرے میری سنت یعنی میرا اسوہ حسنہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور اس پر عمل کرو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔

یاد رکھو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی امت آئے گی اور نہ ہی کوئی نیا

دین پیدا ہوگا ارکان اسلام کی پابندی کرنا، نیک کام کرنا، اس کے بدلے اللہ تعالیٰ جل شانہ تم کو جنت میں جگہ دے گا۔ قیامت کے دن تم سے میری بابت پوچھا جائے گا کہ میں نے تم کو اللہ جل شانہ کا پیغام پہنچایا ہے یا نہیں بتاؤ تم کیا جواب دو گے؟ اس پر سب لوگوں نے بلند آواز سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اللہ جل شانہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے اور بہترین طریق پر پیغمبری کا حق ادا کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا: اے اللہ جل شانہ! تو گواہ رہنا۔

قربانی کے موقع پر سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواونٹوں کی قربانی دی اس طرح سے کہ تریسٹھ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیے جن میں سے سات اونٹ قربان ہونے کے لئے اُٹھ کر آئے اور سینتیس اونٹ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذبح کیے۔

سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا مقصد جب پورا ہو گیا اور دین اسلام ہر جگہ پھیل گیا اس کے ماننے والے ہر جگہ ہو گئے تو حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ فرمایا۔ بعض علماء کرام کا کہنا ہے کہ اسی حج کے دوران سورۃ النصر نازل ہوئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قرب وصال کا اندازہ فرمایا تھا چنانچہ صحابہ کرام کے مجمع میں ایک روز فرمایا: اللہ جل شانہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ دنیا میں رہ لے یا اللہ جل شانہ کے یہاں رہنا پسند کرے سو اس بندے نے اللہ جل شانہ کے یہاں رہنا ہی پسند کر لیا اس جملہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد اپنے انتقال کے قرب کو بتلانا تھا جسے سیدنا حضرت ابو بکر صدیق فوراً سمجھ گئے اور رو کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں یہ آپ پر کیا فرما رہے ہیں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق کی ذہانت اور بات کی تہہ تک پہنچ جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں کسی انسان کو اگر

دوست بناتا تو وہ آپ ﷺ ہوتے لیکن آپ میرے دینی بھائی ہیں یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مکان کی کھڑکی کے علاوہ باقی تمام کھڑکیاں جو مسجد کی طرف کھلتی ہیں بند کر دی جائیں علماء نے لکھا ہے کہ اس حکم سے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کے مرض کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اولاً آپ کے سر مبارک میں درد شروع ہوا پھر بخار بڑی شدت کے ساتھ چڑھ گیا اس دوران آپ کا قیام ام المؤمنین حضرت میمونہ کے گھر میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ حضرت میمونہؓ اور دوسری بیبیوں سے اجازت لیکر حضرت عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے ان ایام میں بھی نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد تشریف لاتے رہے لیکن جب مسجد میں آنے سے تکلیف ہونے لگی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہلوایا کہ وہ امامت کریں، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت ابو بکر صدیقؓ بڑے رقیق القلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ خالی نہ دیکھ پائیں گے لہذا یہ خدمت سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد کر دیجئے کہ وہ قوی القلب ہیں سیدہ حضرت حفصہؓ نے بھی اس کی تائید کی، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو ڈانٹا اور فرمایا اللہ جل شانہ اور مسلمان ان کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں کریں گے سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں سترہ (۱۷) وقت کی نمازیں پڑھائیں دن میں ایک نماز کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض میں کچھ غفلت محسوس فرمائی اور تشریف لا کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے برابر میں بیٹھے اس دوران معلوم ہوا کہ انصار و مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں رورہے اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس یاد آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلا روحانی باپ ہو کر کیسے ان کے رنج و غم میں رہنا گوارا کر سکتے تھے اسے لئے سیدنا حضرت علیؓ اور حضرت سیدنا فضل بن عباسؓ کے کندھوں پر سہارا دے کر تشریف لائے کیونکہ ضعف و تکلیف کی وجہ سے خود چلنا مشکل تھا مسجد میں تشریف لا کر منبر کی پہلی سیڑھی پر رونق افروز ہوئے اور ایک مختصر سا

وعظ فرمایا جس میں صحابہ کرامؓ کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں، فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کے تصور سے گھبرار رہے ہو، کیا کوئی نبی یا رسولؐ ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں رہا ہے جو میں بھی ہمیشہ رہوں۔ یقیناً میں اب جل شانہ سے ملنے والا ہوں اور تم بھی تھوڑی سی مدت کے بعد مجھ سے آملو گے یاد رکھو! میں پہلے جا رہا ہوں اور تم میرے بعد آ کر ملو گے اور تم سے اب حوض کوثر پر ملاقات ہوگی دیکھو جو مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ اپنا دل ہاتھ اور اپنی زبان غلط جگہ پر استعمال نہ کرے دیکھو اگر آدمی اچھے ہوتے ہیں تو ان کا بادشاہ بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر آدمی برے ہوتے ہیں تو ان کا بادشاہ بھی برا ہوتا ہے میں انصار کو مہاجرین سے اور مہاجرین کو انصار سے اچھے برتاؤ اور نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر سیدہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لے گئے اس کے بعد پھر ایک مرتبہ صبح کی نماز میں حجرہ شریف کا پردہ اٹھا کر صحابہ کرامؓ کو آخری مرتبہ ملاحظہ فرمایا جسے دیکھ کر حضرات صحابہ کرامؓ از خود رفته گئے قریب تھا کہ یہ حضرات نماز میں آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اشارہ سے منع فرما دیا اور حجرہ شریف کا پردہ گرادیا یہ واقعہ ربیع الاول ۱۱ھ کا ہے اسی روز سیدہ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ نگاہیں آسمان کی جانب متوجہ ہیں اور زبان مبارک پر اللهم الرفیق الاعلیٰ جاری ہے سمجھ گئیں کہ انتقال کا وقت قریب ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

انا لله وانا اليه راجعون

انتقال پر ملال کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی صحابہ کرام جن کے قلوب سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور مودت سے لبریز تھے ان کو اس حادثہ کا یقین ہی نہ آتا تھا سیدنا حضرت عمر فاروقؓ جیسا بہادر اور مضبوط دل کا آدمی بھی اس حادثہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا اس موقع پر سیدنا حضرت ابو

بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وجود ہی ایسا تھا جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو دلا سے دیئے ہوئے تھا یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا لوگو! جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا اور جو شخص اللہ جل شانہ کی عبادت کرتا ہو تو اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس کے بعد آیتہ کریمہ و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔۔۔ دلیل کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائی اس تقریر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کی وفات کا یقین ہو گیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر جنازہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھ دیا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گروہ در گروہ آتے رہے اور نماز پڑھتے رہے راج قول کے موافق شب چہار شنبہ (منگل) اسی حجرہ شریف کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری آرام گاہ بنا دیا گیا۔

صلی اللہ تبارک و تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ

وسلم تسليماً كثيراً كثيراً

قطعة تاریخ وصال:

رفت	چوں	از	جہاں	جناب	نبی
ہمچو	خور	گشت	در	زمین	مستور
نور	حق	بود	وصل	شد	ذات
پردہ	میم	شد	ز	احمد	دور
گفت	جبرئیل	سال	سال	ترجیلش	
اے	گبو	مہر	شد	سراپا	نور
۱۱	=	۲۲۵	-	۲۵۶	



خلفائے راشدین

ترتیب کتاب کا مقتضایہ تھا کہ سیدنا نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا تذکرہ شروع کیا جاتا کیونکہ سلسلہ قادریہ جنیدیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کے بعد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا اسم مبارک ہی مشہور سلسلہ ہے لیکن چونکہ خلفائے راشدین کا تذکرہ بھی حقیقتاً حضور ہی کے تذکرہ کا تمہ ہے اور بعض مشائخ کے نزدیک تو مصدر طریقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کمالات و ترقیات میں بھی حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بڑا دخل ہے اس کے علاوہ سلاسل اربعہ میں خلفائے راشدین کا واسطہ بھی طرق میں منقول ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بطور ضمیمہ کے ہر سہ حضرات کا مختصر تذکرہ اجمالاً لکھ کر پھر کتاب اپنی ترتیب پر شروع کیا جائے۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

= (المتونی 13ھ)

فالصدق فی الغار والصدق لم یریا
وہم یقولون ما بالغار من ارم

ولادت

آپ کی ولادت واقعہ فیل کے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔

سیدنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی ہر جزو کل میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق کے متعلق ہوئی مہاجرین و انصار کی بیعت سے آپ خلیفہ رسول اللہ قرار پائے۔

آپ کا اسم گرامی مشہور قول کے موافق عبد اللہ اور زمانہ جاہلیت کا نام عبد الکعبہ ہے بعض لوگوں نے آپ کا اسم گرامی عتیق بتلایا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے اور نسب عبد اللہ بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن تمیم بن مرثد بن کعب بن لوی بن غالب القرشی لیتمی ہے مرہ بن کعب پر جا کر آپ کا نسب سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کے والد ابو قحافہ کا نام عثمان ہے جو ۸۰ میں نوے سال کی عمر میں اسلام لائے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا مشہور لقب صدیق ہے۔ اس مبارک لقب کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ شب معراج شریف میں سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ لوگ اس واقعہ (معراج) کی تصدیق کس طرح کریں گے تو انہوں نے عرض کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی تصدیق کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔

قبول اسلام

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق "سب سے اول اسلام لانے والوں میں ہیں اور جب مسلمان ہونے کیلئے دربار نبوی میں پہنچے تو کوئی معجزہ بھی طلب نہ کیا صرف بعثت کے متعلق سوال کیا اور اسی وقت مسلمان ہو گئے سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے جس شخص کو بھی اسلام کی دعوت دی اس میں ایک قسم کا تردد اور لچک ضرور دیکھی مگر جس

وقت ابو بکر پر میں نے اسلام پیش کیا وہ بے جھجک مسلمان ہو گئے۔
 شروع شروع میں صحابہ کرام کفار کے ظلم و تشدد کی وجہ سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے
 تھے لیکن جب مسلمان تعداد میں انتالیس ہو گئے تو سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے کھلم کھلا تبلیغ کی
 اجازت چاہی سیدنا حضور نبی کریم ﷺ نے اصرار کے بعد یہ درخواست منظور فرمائی آپؐ
 صحابہ کرام کی مختصر سی جماعت کے ہمراہ بیت اللہ شریف میں گئے اور جا کر خطبہ دیا یہ سب
 سے پہلے خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا۔ آپؐ کی شرافت و عظمت کافروں کے
 نزدیک بھی مسلم تھی مگر اس خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ لوگوں نے اس قدر مارا کہ تمام چہرہ خون
 سے سرخ ہو گیا۔ ناک کان وغیرہ سب زخمی ہو گئے پہچانا مشکل ہو گیا۔ جوتوں ٹھوکروں اور
 لاتوں سے مارا اس کے علاوہ وہ سب کچھ کر گزرے جو ان کے بس میں تھا۔ شدت تکلیف
 سے آپؐ بے ہوش ہو گئے قبیلہ کے لوگ اٹھا کر گھر لائے شام کو ہوش آیا۔ ہوش میں آتے
 ہی سب سے پہلے زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے ”سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کا کیا حال
 ہے؟“ اس جملے کو سنکر تیمار دار اٹھ کر چل دیئے کہ جن کے ساتھ رہنے کی بدولت یہ مصیبت
 آئی ان کیلئے اب بھی یہ اتنا جذبہ رکھتے ہیں۔ ام خیر (جو آپؐ کی والدہ ہیں) نے کھانے
 پینے کیلئے اصرار کیا مگر آپؐ نے قسم کھائی کہ جب تک آپ ﷺ کی زیارت نہ کر لوں گا نہ
 پیوں گا جب لوگوں کی آمد و رفت کم ہو گئی تو رات کا بڑا حصہ گزر جانے پر خدمت نبوی ﷺ
 میں حاضر ہوئے خود بھی خوب روئے اور حضور ﷺ کو بھی خوب رلایا۔ صحابہ کرامؓ بھی خوب
 روئے اس مجلس میں آپؐ نے اپنی والدہ کی ہدایت کیلئے دعا کی درخواست کی آپ ﷺ نے
 دعا فرمائی اور ترغیب دی چنانچہ یہ اسی مجلس میں اسلام لے آئیں۔

آپؐ کا علم و عمل سخاوت و فیاضی تقویٰ اور پرہیزگاری حلم و بردباری تواضع و انکساری
 ذکاوت بیداری تعبیر رویا کی مہارت اور انساب کی کمال واقفیت فصاحت و بلاغت جن کے
 متعلق سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کا فیصلہ کافی شہادت ہے۔ سیدنا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ
 سے جو شخص بھی سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث نقل کرتا میں اس کو احتیاطاً قسم دیا کرتا تھا
 مگر سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو قسم نہیں دیتا تھا کہ وہ اس سے بالاتر تھے غرض کونسا کمال جو ہر کونسی

خوبی ایسی تھی کہ اس رسول اللہ کے سچے جانشین حقیقی نائب اور اول خلیفہ میں علی وجہ الائمہ نہ تھی۔ آپؐ ابتداء میں تاجر تھے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اسلام لانے کے وقت آپؐ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور بعض روایات میں ہے کہ چالیس ہزار درہم تھے لیکن اسلام اور اہل اسلام کی معاونت میں خرچ کرتے رہے حتیٰ کہ ایک وقت وہ آیا جس کے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ سیدنا حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ چندہ فرمایا تو آپؐ نے وہ سب کچھ لا کر خدمت میں پیش کر دیا جو گھر میں تھا اور آپ ﷺ کے اس سوال پر کہ گھر میں کیا چھوڑا فرمایا ”اللہ اور اس کے رسول کو“ سیدنا حضرت عمرؓ جن کو اکثر اس کی رغبت رہا کرتی تھی کہ میں کسی دن سیدنا ابو بکرؓ پر سبقت لے جاؤں اس دن بہت کچھ لائے اور حضور ﷺ کے فرمانے پر کہ گھر میں کیا چھوڑا۔ فرمایا کہ جو موجود تھا نصف لے آیا اور نصف گھر میں چھوڑ دیا۔ پہلے سے سیدنا حضرت عمرؓ کو خیال تھا کہ اگر کسی دن سبقت لے جانا ممکن ہے تو آج ہو سکتا ہے، لیکن جب سیدنا ابو بکرؓ کا جواب سنا تو سمجھ لیا کہ ان سے سبقت لے جانا ممکن نہیں یہی وہ وجوہ تھیں جن کی بنا پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا بھی مجھ پر احسان ہے میں نے اس کا بدلہ دیدیا مگر سیدنا ابو بکرؓ کو ان کے احسان کا بدلہ باقی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی قیامت کے دن مرحمت فرمائیں گے۔

قوت ایمانی

اسماعیلی نے سیدنا عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ جب سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا اور عرب میں ارتداد کا واقعہ پیش آیا اور ضعیف الاعتقاد لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو میں حضرت سیدنا ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے خلیفہ و جانشین لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب سے کام لیجئے اور نرمی کا برتاؤ کیجئے کہ ان پر وحشت غالب ہو رہی ہے سیدنا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں تو تیری مدد کا امیدوار تھا زمانہ جاہلیت میں تو بڑا سخت اور متشدد تھا اسلام میں اتنا ضعیف کس چیز سے تالیف قلوب کروں؟ شعر گھڑ کر ان کو سناؤں یا ان پر کچھ جادو کروں۔ افسوس افسوس آپ ﷺ کا وصال ہو گیا وحی منقطع ہو گئی (کہ احکام میں تغیر ہو سکے) واللہ ان سے جہاد کرونگا اس وقت تک کہ

میرے ہاتھ میں تلوار پکڑنے کی طاقت رہے اگر ایسی ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جس کو یہ سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوں اور اب مجھے انکار کر دیں تو اس پر بھی قتال کرونگا۔ سیدنا عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو اپنے سے زیادہ پختہ اور پکا پایا۔ اور انہوں نے لوگوں کو ایسے امور کا عادی بنا دیا جس کی وجہ سے مجھے اپنی خلافت کے زمانہ میں بڑی سہولت ملی۔

خلیفہ وقت کا مشاہرہ

ابن سعد نے عطاء بن السائب سے نقل کیا ہے کہ جب ابو بکرؓ خلیفہ ہو گئے تو صبح کو چند ایک چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار جا رہے تھے۔ سیدنا عمرؓ کے دریافت فرمانے پر کہ کہاں کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں کے کاموں میں مشغول کر دیا گیا ہوں اہل و عیال کے کھلانے کیلئے بازار جاتا ہوں۔ عمرؓ نے فرمایا کہ آؤ ابو عبیدہ کے پاس چلیں جو بیت المال کے خزانچی ہیں وہ ایک آدمی کے گزارہ کے قابل آپ کے لئے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ابو عبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ جو مقدار ایک مہاجر کے اوسط گزاراوقات کیلئے مقرر کی جاتی ہے وہی آپ کے لئے بھی ہو سکتی ہے چنانچہ وہ مقدار مقرر کر دی گئی بعض روایات میں آتا ہے کہ جو مقدار ان کے لئے مقرر کی گئی تھی وہ کثرت عیال کی وجہ سے کلنی نہ ہوئی تو درخواست پر اس میں کچھ اضافہ بھی کیا گیا۔

طبرانی نے سیدنا امام حسنؓ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ نے مرض الموت میں سیدہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ یہ دودھ دینے والی اونٹنی اور سالن کا پیالہ اور چادر جو امارۃ کی وجہ سے مجھے دی گئی تھی میرے مرنے کے بعد سیدنا عمرؓ کے حوالہ کر دینا۔ چنانچہ انتقال کے بعد یہ تمام چیزیں سیدنا عمرؓ کے حوالہ کر دی گئیں۔ اس پر سیدنا عمرؓ نے فرمایا۔ ابو بکرؓ اللہ تم پر رحم کرے کہ تم نے اپنے بعد کے آنے والے خلفاء کو بڑی مشقت میں ڈال دیا۔ کیونکہ اس قدر احتیاط ہر شخص سے ہونی مشکل ہے۔

انتقال پر ملال

حضرت ابو بکرؓ کی پیدائش سیدنا حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے دو سال اور

چند ماہ بعد ہوئی اس لئے کہ اتنی ہی مقدار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے تھے۔ بعض روایات سے آپکا عمر میں بڑا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ علماء کے نزدیک یہ روایات صحیح نہیں بہر حال جب عمر کی یہ کمی پوری ہوگئی اور آپکا سن شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن مبارک کے برابر پہنچ گیا تو آپکا بھی وصال ہو گیا۔

شععی کہتے ہیں کہ اس ذلیل دنیا سے کیا توقع رکھیں کہ سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور سیدنا ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی۔

سیدہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ ۷ جمادی الثانی دوشنبہ کے روز آپ نے غسل مبارک کیا۔ سردی سخت تھی جس سے بخار ہو گیا اور پندرہ روز مسلسل سردی کی وجہ سے شدت سے بخار رہا نماز کے لئے مسجد میں بھی نہ جاسکے اور اکیس جمادی الثانی ۱۳ھ شنبہ کی شب میں وصال فرمایا۔

مدت خلافت

سیدنا ابو بکر صدیق صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کی مدت دو سال تین ماہ نو دن ہے۔

رضی اللہ عنہ وارضاه.

قطعہ تاریخ وصال

حضرة	صدیق	اکبر	یار	غار
حاکم	دیں	والی	کون	مکان
بود	مقبول	احد	آں	پاک
از	۱۳	شد	سال	عیان
باز	سال	انتقالش	گفت	دل
آہ	اے	سرور	ولی	رفت
۱۳	=	۲۲	-	۵۹



امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(المتوفی ۳۵ ہجری)

ولادت

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل سے تیرہ سال بعد ہوئی۔ ستائیس سال کی عمر تھی کہ اسلام میں داخل ہوئے ان سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد انہی کے تعیین سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ و جانشین قرار پائے اور امت کی ہر نوع کی ظاہری و باطنی ترقیات کی بھاگ آپ رضی اللہ عنہ کی ہاتھ میں آئی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول خلافت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مرض نے شدت پکڑی اور وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور چند مہاجرین و انصار کو بلایا اور فرمایا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ میری حالت کیا ہو رہی ہے اور کسی آدمی کا تعیین جو میرے بعد تمہارے امور انتظام کرے ضروری ہے اگر تمہاری رائے ہو تو تم آپس میں کسی کو مشورہ سے طے کر لو اور اگر تمہاری رائے ہو تو میں انتخاب کر دوں عرض کیا کہ آپ ہی انتخاب فرمادیں چنانچہ آپ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنانے کا فرمان لکھوایا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس کام کا تحمل نہیں کر سکتا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری تلوار لاؤ (کیونکہ انہوں نے خلیفہ رسول اللہ کا حکم نہیں مانا) اور ان کو خوب ڈانٹا اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت قبول کرنے پر مجبور ہوئے اس کے بعد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے اس تجویز منصب پر تنقید کی اس پر فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ بخدا تمہارے لیے بہترین آدمی ہیں اور تم ان کے لیے بدترین آدمی ہو یہ فرما کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو خوب ڈانٹا اور ان کو نکال دیا اس کے بعد سیدنا

عثمان سے یہ پروانہ لکھوایا۔ ”یہ عہد نامہ ہے جس کو سیدنا ابو بکرؓ خلیفہ رسول اللہ نے ایسے وقت میں لکھوایا جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اور سفر آخرت شروع کر رہا ہے۔ میں نے تمہارے لیے اپنے بعد سیدنا عمر بن الخطاب کو خلیفہ بنایا اگر وہ نیکو کار ہے اور انصاف کرتا رہے تو ان کے بارے میں میرا یہی حسن ظن ہے اور اگر ان میں کوئی تغیر و تبدل ہو گیا تو مجھ کو غیب کا علم نہیں میں نے اپنے خیال میں تمہارے لیے (اس انتخاب کے ذریعہ) بھلائی اور بہتری کی ہے اور جو کوئی آدمی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے۔

آپ کا اسم گرامی عمر ہے اور لقب فاروق، ابو حفص کنیت ہے یہ لقب اور کنیت دونوں دربار نبوی سے مرحمت ہوئے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے سیدنا عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن غالب القرشی العدوی۔ سیدنا حضور نبی کریم کے ساتھ کعب بن لوی پر آپ کا نسب جا ملتا ہے۔

قبول اسلام

سیدنا عمرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی بڑا عجیب ہے وہ یہ کہ ایک روز کفار کی مجلس منعقد ہوئی جس میں یہ سوال اٹھا کہ محمد ﷺ کو کون قتل کر سکتا ہے؟ سیدنا عمر نے کہا یہ کام میں انجام دوں گا یہ کہہ کر تلوار اٹھائی اور چل دیئے۔ راہ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص ملے دریافت کیا عمر کہاں جا رہے ہو کہنے لگے محمد کے قتل کی فکر میں ہوں سیدنا سعد نے فرمایا بنو ہاشم بنوزہرہ بنو عبد مناف تم کو اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے اس جملہ کو سن کر غصہ آ گیا اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی بد دین یعنی مسلمان ہے آپہلے تجھ کو ختم کر دوں یہ کہہ کر تلوار کھینچ لی سعد نے یہ کہہ کر کہ ہاں میں مسلمان ہوں تلوار نکالی ایک دوسرے پر حملہ ہونے ہی کو تھے کہ سیدنا سعد بولے عمر پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو۔ تیری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام قبول کر چکے یہ سن کر طیش میں آگئے اور فوراً اپنی بہن کے گھر گئے دیکھا کواڑ بند ہیں اور سیدنا خباب ان دونوں میاں بیوی کو قرآن پڑھا رہے ہیں آواز سن کر سیدنا خباب ﷺ تو

مکان ہی میں چھپ گئے وہ صحیفہ جس پر آیات قرآنی لکھی ہوئی تھیں جلدی میں باہر رہ گیا بہن نے کواڑ کھولے اس وقت سیدنا عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جسے پوری قوت سے بہن کے سر پر دے ماری خون بہنے لگا فرمایا اپنی جان کی دشمن تو بھی بد دین ہوگئی اندر گھر میں آ کر دریافت کیا۔ کیا کر رہے تھے۔ یہ آواز کیسی تھی؟ کس کی تھی؟ بہنوئی نے کہا آپس میں بات چیت کر رہے تھے فرمایا اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا بہنوئی نے کہا کہ اگر وہ دین برحق ہو تو کیا حرج ہے یہ سننا تھا کہ اُن پر بے تحاشہ ٹوٹ پڑے اور زمین پر گرا کر خوب مارا بہن نے آگے بڑھ کر بچانے کی کوشش کی تو اُن کے منہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ خون نکل آیا یہ بھی آخر کار سیدنا عمرؓ کی بہن تھیں کہنے لگیں عمرؓ کیا ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم اسلام لے آئے یقیناً ہم اسلام لے آئے جو تم سے ہو سکے وہ کر لو اتنے میں سیدنا عمرؓ کی نظر اس صحیفہ قرآن پر پڑ گئی جو باہر ہی رکھا تھا کہنے لگے کہ مجھے بھی دکھلاؤ اس میں کیا لکھا ہے بہن نے کہا کہ تم ناپاک ہو اور ناپاک آدمی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ سیدنا عمرؓ نے بہت اصرار کیا مگر بہن نے بغیر وضو اور غسل کے وہ صحیفہ ہاتھ میں نہیں دیا۔ سیدنا عمرؓ نے غسل کیا اور صحیفہ اٹھایا تو اس میں سورہ ظہ لکھی ہوئی تھی ”انسی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی و اقم الصلوٰۃ لذكوری“ تک پڑھا تھا کہ حالت بدل گئی فرمانے لگے مجھے بھی دربار نبویؐ میں لے چلو یہ بات سن کر سیدنا خبابؓ اندر سے نکلے اور فرمایا اے عمرؓ کل شب پنجشنبہ میں سیدنا حضور نبی کریمؐ نے دُعا مانگی تھی کہ اے اللہ! عمرؓ اور ابو جہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس کو اسلام کی توفیق عطا فرما ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضور نبی کریمؐ کی دُعا آپؐ کے حق میں قبول ہوگئی اس کے بعد سیدنا عمرؓ دربار نبویؐ میں پہنچے اور جمعہ کے دن صبح کو اسلام لائے عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت۔

ہجرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کا واقعہ بھی کافی عجیب ہے جس سے ان کی شجاعت اور بہادری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اول اول ہر شخص نے خفیہ طریقہ سے ہجرت کی مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو اس شان سے کی کہ تلوار گلے میں ڈالی اور کمان ہاتھ میں لی بڑی تعداد میں تیر ساتھ لئے سب سے پہلے بیت اللہ شریف میں اطمینان سے طواف کر کے نماز پڑھی پھر کفار کے مجمع کی طرف گئے اور فرمایا جس کا دل یہ چاہے کہ اس کی ماں اسے روئے اس کی بیوی بیوہ ہونے کے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آ کر عمر کا مقابلہ کرے یہ فرما کر تشریف لے گئے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آ کر مقابلہ کرتا لیکن اس شجاعت اور بہادری کے باوجود سیدنا حضور نبی کریم کے انتقال پر حیرانگی اور پریشانی کا یہ عالم تھا کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی یہ کہے گا کہ آپ کا وصال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا بلکہ آپ زندہ ہیں اور اپنے رب سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی پاک جاہ و جلال جو شہرہ آفاق ہے نہایت فقیرانہ تھی گرتے میں تین تین چار چار پیوند ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی شخص نے تمام کرتے کے پیوند شمار کئے تو چودہ تھے بسا اوقات پیوند لگانے کیلئے کوئی کپڑا نہ ملتا تو چمڑے کے ٹکڑے ہی کا پیوند لگا لیا جاتا۔ ایک مرتبہ قمیص میں دونوں مونڈھوں کے درمیان چار پیوند لگ رہے تھے۔ سیدنا زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سترہ (۱۷) پیوندان کے لباس میں شمار کئے۔ دسترخوان پر دو سالن کبھی جمع نہ ہونے دیتے تھے ایک مرتبہ صاحبزادی سیدہ صفیہ نے سالن ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے اس پر گھی ڈال دیا تو آپ ناراض ہوئے کہ ایک ہی برتن میں دو سالن کر دیئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ قحط پڑا اور نو ماہ تک رہا اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے گھی اور گوشت کھانا ترک کر دیا فرمایا کہ غرباء کو تو میسر نہ ہو اور میں کھالوں اور قسم کھائی کہ

زیتون کے تیل کے سوا کسی چیز سے روٹی نہیں کھاؤں گا حتیٰ کہ زیتون کا تیل بکثرت استعمال کرنے کی وجہ سے چہرہ انور پر اثر آ گیا تھا اور اسی قحط میں دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میرے ہاتھوں اُمت کو ہلاک نہ فرما گھروں میں جا کر لوگوں سے ان کی ضروریات دریافت فرماتے اور تاکید کرتے کہ اپنی ضرورتوں کو مجھ سے بیان کیا کرو۔

ابتداءً مزاج میں بہت سختی تھی اسی کا نتیجہ تھا کہ ابتداً خلافت فاروقی میں لوگوں نے گھروں سے نکلنا چھوڑ دیا تھا یہ دیکھ کر آپ نے ایک طویل خطبہ دیا اس میں فرمایا لوگو! میں اس وقت تک سخت تھا جب تک تم میں سیدنا حضور نبی کریم اور سیدنا ابو بکرؓ جیسے نرم اور مہربان تھے میری سختی اور ان کی نرمی دونوں مل کر اعتدال پیدا کر دیا کرتی تھی مگر اب میں تم پر تشدد نہ کرونگا بلکہ میری سختی صرف ظالموں کیلئے ہے۔ اے لوگو! اگر میں آپ کی سنت اور سیدنا ابو بکرؓ کی سیرت کی مخالفت کر کے کوئی حکم دوں تو تم کیا کرو گے جب کئی مرتبہ ارشاد فرمایا تو ایک آدمی تلوار لے کر کھڑا ہوا اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا فعلنا ہکذا یعنی ہم تلوار سے سراڑا دیں گے اس جملے سے آپؐ پر ذرہ بھر اثر نہ ہوا بلکہ خوش ہوئے۔

وصال پر ملال

فجر کی نماز میں ابو لولو مجوسی نے آپؐ پر حملہ کیا زخم کاری لگا جس سے ہر وقت خون بہتا تھا اور کبھی غفلت بھی ہو جاتی تھی لیکن اس کے باوجود جب نماز کیلئے کہا جاتا تو اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور فرماتے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ آپ کی شہادت ۲۳ھ ماہ محرم میں ہوئی۔ انتقال کے وقت آپؐ کا سر صا جزا دے سیدنا عبداللہ کی ران پر رکھا ہوا تھا فرمایا کہ میرا سر زمین پر رکھ دو عرض کیا کہ اگر ران پر ہی رہے تو کیا مضائقہ ہے مگر اصرار کے بعد اپنا سر زمین پر رکھوا لیا اور فرمایا کہ اگر میرا رب مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میرے لئے ہلاکت ہے سیدنا صہیبؓ کے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہلو میں دفن ہوئے۔

مدت خلافت

خلافت کی کل موت دس سال چھ ماہ پانچ دن ہوئی۔

رضی اللہ عنہ وار ضاہ

قطعہ تاریخ وصال

عمر	حضرت	مصطفیٰ	اجا نشین
آسماں	عرش	فرش	بود
جناب	آں	وصال	سال
جہاں	محبوب	رفت	گو

۲۳

۱۔ اس تاریخ گوئی میں ایک نکتہ ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ اگر عالم کے اعداد سے محبت جہان کے اعداد نکال لیے جائیں تو باقی ۲۳ بچیں گے جو آپ کا سن شہادت ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

(المتوفی ۳۵ ہجری)

آپ خلیفہ ثانی کے بعد تیسرے خلیفہ ہیں جو اہل مشورہ کی قرارداد کے مطابق محرم ۲۴ھ شنبہ کے روز مسند خلافت پر مستقر و متمکن ہوئے۔

حافظ نے اصابہ میں لکھا ہے کہ واقعہ فیل سے چھ سال بعد آپ کی پیدائش ہوئی یہی قول صحیح ہے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تحریک سے مشرف باسلام ہوئے اسلام قبول کرتے ہی سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ کا نکاح آپ سے کیا۔

آپ کا اسم مبارک عثمان اور لقب ذوالنورین ہے یہ لقب اس وجہ سے کہ دونوں آپ کے نکاح میں جمع ہوئے یعنی سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم سے یکے بعد دیگرے آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ جب سیدہ رقیہ کی وفات ہوئی تو سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دوں جب سیدہ ام کلثوم کا بھی ۹ھ میں انتقال ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری اگر کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیتا۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ ابن عبد شمس۔ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد مناف پر آپ کا نسب جا ملتا ہے اس طرح کہ عبد مناف کے دو لڑکے تھے ایک کی اولاد میں سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے لڑکے کی اولاد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

آپ کی ذات حیا و شرم کا مصدر و مخزن تھی۔ بند مکان میں غسل کرتے وقت بھی حیا کی وجہ سے آپ کا کپڑا نہیں اترتا تھا۔ حضرات شیخین کے سامنے سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بے تکلف تشریف فرما رہتے تھے۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری پر ان کی حیاء کی وجہ سے سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کپڑوں کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ کثرت تلاوت، کثرت عبادت آپ کا خاص حصہ تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ جس روز شہید ہوئے اس دن بھی روزہ تھا تمام رات تلاوت فرماتے تھے شب کے اول حصہ میں تھوڑی سی دیر سوتے۔ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے باوجود نہایت مالدار ہونے کے آپ کا لباس اکثر نہایت معمولی ہوتا تھا۔ لنگی چار پانچ درہم کی ہوتی تھی۔ لیکن صدقہ و خیرات کرنے میں بڑا کشادہ دل رکھتے تھے معمول تھا کہ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد فرماتے۔ اگر کسی جمعہ کو اس معمول میں فرق آجاتا تو اگلے جمعہ کو اس کی قضا فرماتے۔

مالی امداد

غزوہ تبوک میں صحابہ کرام اور خود سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جتنی مشکلات پیش آئیں وہ قریب قریب سب کو معلوم ہیں حتیٰ کہ اس غزوہ کا نام جیش العسرہ مشہور ہو گیا اس موقع پر سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس لشکر کیلئے اسباب مہیا کرے گا۔ اس کو جنت ملے گی۔ آپ نے ایک ہزار اشرفیاں لا کر پیش فرمادیں۔ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان اشرفیوں کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے ”سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آج کے بعد کوئی عمل نہ کریں تو کوئی حرج نہیں۔“ آپ کے بارے میں سیدنا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر نبی کیلئے کوئی ساتھی ہوتا ہے میرے ساتھی جنت میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہونگے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اور سیدنا لوط رضی اللہ عنہ کے بعد مع اپنے اہل و عیال کے ہجرت کی۔

ایک غزوہ میں مسلمانوں کی امداد کے لئے بہت کچھ سامان دیا جس میں خورد و نوش کی بہت سی چیزیں تھیں جو کئی اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ یہ فرمایا اے خدا میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی رہ سیدنا نبی کریم ﷺ کے فرمانے پر صحابہ نے بھی یہی دُعا مانگی۔

وفات حسرت آیات

آپ ﷺ اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو انتہائی مظلومیت کے ساتھ شہید کئے گئے۔ جس وقت شہید ہوئے تلاوت قرآن پاک میں مشغول تھے۔ خون بہہ کر قرآن پاک کی اس آیت پر گر افسیکفیکہم اللہ وهو السميع العليم۔ سیدنا نبی کریم ﷺ اس مظلومانہ شہادت کی اطلاع بہت پہلے دے چکے تھے۔

۱۔ اس حدیث اور اس جیسی بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کو علم غیب حاصل تھا۔ آج کل بعض بد عقیدہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب حاصل نہیں۔ یہ نادان لوگ آپ ﷺ کی شان کو کیا سمجھیں۔ کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس تو بہت ارفع و اعلیٰ بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو عام بندوں میں سے جب کسی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اس کی سماعت و بصارت ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ بخاری اور مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”جب میں بندہ کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کی سماعت ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔“ سورۃ آل عمران میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔ ”اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔“ (پ ۳ ع ۱۳) حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ آدمی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا اور آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لئے بنا کر رکھا ہے۔ آپ کے پاس بچے بہت سے جمع ہو جاتے تھے آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے۔ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے فلاں چیز تمہارے لئے اٹھا رکھی ہے۔

مدت خلافت

بارہ دن کم بارہ سال

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا نبی کریم ﷺ نے ایک فتنہ کے متعلق صحابہ کرام سے تذکرہ کیا اور سیدنا عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں ظلماً قتل ہونگے

رضی اللہ عنہ وارضاه.

بچے گھر جاتے روتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا بچے کہتے حضرت عیسیٰ نے تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا وہ جادوگر ہیں ان کے پاس نہ بیٹھو اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ بچوں کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں ہیں آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا سور ہیں۔ فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب سور ہی سورتھے۔

۱۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۴۵۳ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ”ایک بار حضور ﷺ ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی اپنی منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

۲۔ بخاری ج ۲ ص ۶۰۵۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۳ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا ”کل یہ جہنڈا میں ایک شخص کو دوڑنگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔“

۳۔ مسلم شریف ص ۳۹۰ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔“

ان احادیث کریمہ میں ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دینا، مشرق سے مغرب تک زمین کے سارے حصے کو دیکھنا اور غزوہ خیبر میں یہ فرمانا کہ میں کل جس کو جہنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن سے حضور ﷺ

قطعہ تاریخ وصال

شاہ عثمان خلیفہ برحق
از جہاں شد بہ جنت اعظم
سال تاریخ آں سراپا عدل
اے بگورفت عادل ز ظالم

۳۲

نے سب کو آگاہ فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم کو علم غیب حاصل ہے ورنہ ان باتوں کو وہ اپنی زبان مبارک پر ہرگز نہیں لاتے۔

جن حدیثوں میں حضور ﷺ کے علم غیب کا بیان ہے۔ صحابہ نے ان کو روایت کیا جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے۔ اس کے علاوہ خود صحابہ کے واقعات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ صحیح ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کو غیب کا علم ہوا کرتا ہے۔

علامہ ابو نعیم نے دلائل النبوة میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم جمعہ کا خطبہ فرما رہے تھے یکا یک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا **يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ. يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ. يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ.** یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ عنہا کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمایا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرما رہے تھے پھر یکا یک بلند آواز سے کہنے لگے۔ **يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ.** تو یہ معاملہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم ہے خدا کے ذوالجلال کی میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ”میں“ نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں۔ اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا۔ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہ کا قاصد ایک خط لیکر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی **يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ.** اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو خدائے تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ہم نے انہیں قتل کر ڈالا اس طرح ہم کو فتح حاصل ہو گئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نہادند جو ملک ایران میں ہے وہاں پر لڑائی کرنے والے مجاہدین اسلام کو حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ سے دیکھا یہ علم غیب ہے جسے آپ نے لوگوں پر ظاہر فرما کر ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کیلئے علم غیب کا عقیدہ حق ہے اسے شرک و کفر سمجھنا گمراہی و بد مذہبی ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

(المتوفی ۴۰ ہجری)

آپ ۳۵ھ میں سیدنا عثمان کی شہادت کے بعد دوسرے دن مسند خلافت پر متمکن ہوئے آپ ہی کا ذکر خیر اس جگہ مقصود ہے کہ سلاسل قادر یہ مبارکہ میں سیدنا نبی کریم ﷺ کے فیض کا ظاہری سلسلہ آپ ہی سے ہے آپ کا نام مبارک علی کنیت ابوتراب اور ابوالحسن ہے لقب اسد اللہ ہے آپ کا نسب یہ ہے سیدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ سیدنا عبدالمطلب پر جا کر آپ کا نسب حضور پاک سے مل جاتا ہے۔ عجیب اتفاق بلکہ معجزہ ہے کہ نسب کے اعتبار سے جو شخص جتنا دور ہے وہ اتنا ہی خلافت کے اعتبار سے قریب ہے اور نسب کے لحاظ سے جو شخص جتنا قریب ہے خلافت میں اتنا ہی دور ہے۔

حافظ ابن حجر نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ صحیح قول کے موافق آپ ﷺ کی ولادت نبوت سے دس سال قبل ہوئی اور حضور پاک کی گود میں پرورش پائی اس لحاظ سے حضور پاک ﷺ کے ساتھ اخلاق اور عادات اطاعت و عبادات میں جتنا سیدنا علی کو تلبیس و اتصال رہا ہے دوسری جگہ اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سیدنا علی ان چند خوش نصیبوں میں ہیں جنہیں بچپن میں ہی اسلام لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ قبول اسلام کے وقت کیا عمر تھی۔ مورخین نے آٹھ، نو، دس کی عمر بیان کی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھنا شروع کر دی تھی۔

آپ کے مناقب بہت ہی کثرت سے منقول ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل کا مقولہ ہے کہ سیدنا علی کے مناقب جتنے مقبول ہیں کسی دوسرے صحابی کے اتنے مناقب منقول نہیں۔ بعض مشائخ نے اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ بنو امیہ کے زمانے میں سیدنا علی سے لوگوں کو بغض تھا اسلئے اس کی تردید کی وجہ سے علمائے حقہ آپ کے مناقب کی روایات

بکثرت نقل فرماتے تھے اور اسی وجہ سے حضرت امام نسائی وغیرہ کو آپ کے فضائل میں مستقل رسائل تصنیف فرمانے کی ضرورت ہوئی۔ شجاعت اور بہادری سے معرکوں میں گھس جانا آپ کی مخصوص صفات ہیں۔

علوم ظاہریہ و باطنیہ کی نشر و اشاعت آپ کا خصوصی مشغلہ تھا۔ غزوہ خیبر میں سیدنا نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے حب اللہ اور حب الرسول کا پروانہ ملا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ اس غزوہ میں ایک روز حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل کو جھنڈا ایسے شخص کو ملے گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور رسول بھی اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ سیدنا علی کی آنکھیں آشوب کرتی تھیں پھر بھی حضور پاک ﷺ نے جھنڈا آپ ہی کو مرحمت فرمایا اور آشوب کیلئے اپنا لعاب مبارک لگا دیا جس سے وہ اچھی ہو گئیں۔

خوف و خشیتہ

سیدنا علی عبادت و طاعت میں خوف و خشیتہ الہی میں اپنی نظیر آپ تھے ان کے اس سلسلے کے بہت سے واقعات کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ عادت شریف تھی کہ جب نماز کا وقت آتا تو بدن میں کپکپی دوڑ جاتی چہرہ کارنگ زرد ہو جاتا اور یافت کرنے پر فرمایا کہ یہ اس امانت کی ادائیگی کا وقت ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ نے آسمانوں اور زمین و پہاڑ پر اتارا مگر وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔

مکمل کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدنا علی کے ساتھ چلا وہ ایک قبرستان میں پہنچے اور ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے مقبرہ والو! بوسیدگی والو! اے وحشت اور تنہائی والو! کیا حال ہے ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد اموال آپس میں تقسیم کر لئے گئے۔ اولادیں یتیم ہو گئیں۔ بیویوں نے دوسرے شوہر کر لئے یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنا بھی کہو اس کے بعد حضرت مکمل کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر ان کو بات چیت کی اجازت ہوتی تو یوں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرما کر خوب روئے اور فرمایا اے مکمل قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت اپنی زندگی کے کئے ہوئے اچھے اور بُرے اعمال معلوم ہو جاتے ہیں۔

انتقال پر ملال

آپ ﷺ ۱۸ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمن ابن ملجم کے ہاتھ سے کوفہ میں شہید ہوئے واقعہ کی اجمالی تاریخ یہ ہے کہ جنگ نہروان کے بعد مکہ معظمہ میں تین خارجیوں کا اجتماع ہوا۔ عبدالرحمن بن ملجم، عمرو ابن بکیر، برک بن عبداللہ ان بد بختوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضرت علی ﷺ حضرت معاویہ بن سفیان ﷺ اور حضرت عمرو بن عاص ﷺ کو قتل کر دیا جائے۔ ابن ملجم نے سیدنا علی ﷺ کے قتل کی ذمہ داری لی، عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن عاص ﷺ اور برک نے سیدنا امیر معاویہ ﷺ کے قتل کی ذمہ داری اٹھائی۔ ابن ملجم تو اپنی شقاوت آمیز ذمہ داری میں کامیاب ہو کر خسر الدنیا والا آخرہ کا مصداق بنا اور وہ دونوں اپنے مقصد میں ناکام ہوئے سیدنا علی بہت سویرے مسجد میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور راستے میں سونے والوں کو الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر اٹھاتے جاتے تھے۔ ایک رات ابن ملجم مسجد کے راستہ میں چھپ کر بیٹھ گیا جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے پیشانی مبارک پر تلوار ماری جو دماغ کے اندر تک جا پہنچی داڑھی خون سے تر ہو گئی لوگ اس حادثہ کو دیکھ کر دوڑ پڑے۔ ابن ملجم کو پکڑ لیا۔ سیدنا علی نے فرمایا اس کو قتل نہ کرنا اگر میں اچھا ہو گیا تو میں جو چاہے معاملہ اپنے اختیار سے کروں گا اور اگر انتقال کر گیا تو جس طرح اس نے ایک ضرب میرے لگائی ہے تم بھی لگا دینا۔ آپ کے انتقال کے بعد ابن ملجم کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔

سیدنا نبی کریم ﷺ اس بدنما واقعہ کی اطلاع بہت پہلے دے چکے تھے ایک مرتبہ خود حضرت علی ﷺ سے فرمایا تھا۔ اے علی پہلی امتوں میں سب سے زیادہ شقی وہ تھا جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تمہاری اس داڑھی کو تمہارے سر کے خون سے رنگین بنا دے گا۔ کرم اللہ وجہہ الکریم

رضی اللہ عنہ وارضاه.

مدت خلافت

تین دن کم پانچ سال

قطعہ تاریخ وصال

مرتضی	شاہ	علی	مظہر	انوار	جلی
خانہ	دین	نبی	یافت	ازو	آبادی
زاہد	پاک	چہ	تاریخ	وصانش	جستم
از	خرد	یاد	ندا	گشت	کہ ہادی ہادی

$$۲۰ + ۲۰ = ۴۰$$



حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۰ھ ہجری)

بھٹک سکتا ہے کیسے قافلہ یہ اپنی منزل سے
اسے مولیٰ علی آپؑ کی حاصل قیادت ہے

اسم گرامی

امام عصر و فرید دھر ابو علی الحسن کی کنیت ابو محمد ہے، بعض نے آپؑ کو ابو سعید بھی کہا ہے، اہل طریقت کے نزدیک آپ بڑے جلیل القدر ولی اللہ ہیں۔

ولادت

حضرت شیخ حسن بصریؒ اکیس (۲۱) ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے بصرہ میں پرورش پائی اسی مناسبت سے بصری کہلائے آپؒ کے والد محترم کے نام کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے یسار لکھا ہے لیکن موسیٰ بن راعی بن خواجہ اویس قرنی بہت مشہور ہے۔ یہ بات تمام تذکرہ نویسوں نے بالاتفاق لکھی ہے کہ جب خواجہ صاحبؒ پیدا ہوئے تو آپؒ کے والد محترم جناب موسیٰ بن راعی انہیں دعائے خیر و برکت کے لئے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں اٹھالائے۔ امیر المؤمنینؓ نے آپؒ کو دیکھا تو فرمایا واللہ کتنی پیاری صورت ہے، انشاء اللہ بڑا ہی خوب رو اور حسین و جمیل بچہ ہے اس کا نام حسن رکھو چنانچہ جناب خواجہؒ نے اسی نام سے شہرت دوام پائی۔

خواجہ حسن بصریؒ کی والدہ محترمہ خیرہ، ام المؤمنین سیدہ حضرت ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں سیدہ حضرت ام سلمہؓ خواجہؒ کو بہت پیار کرتی تھیں۔

بیعت

یوں تو جناب خواجہ نے بڑے بڑے صحابہ کرام کے چہرہ انور سے اپنی آنکھیں روشن کیں اور ان کی صحبت سے فیض اٹھایا ہے لیکن علوم ظاہری و باطنی آپ نے بالخصوص سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی سے حاصل کئے۔

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور شروع ہوا تو تمام واعظین کو وعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام منبروں کو توڑ کر پھینک دو لیکن جب حسن بصری کی مجلس وعظ میں پہنچے تو ان سے پوچھا کہ تم عالم ہو یا طالب علم؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، البتہ جو کچھ احادیث نبوی ﷺ سے سنا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں یہ سن کر سیدنا حضرت علی نے فرمایا کہ آپ کو وعظ گوئی کی اجازت ہے اور جب حسن بصری کو یہ علم ہوا کہ وہ سیدنا حضرت علی تھے ان کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور ایک جگہ جب ان سے ملاقات ہو گئی تو عرض کیا کہ مجھے وضو کا طریقہ سکھا دیجئے۔ چنانچہ ایک طشت میں پانی منگوا کر سیدنا حضرت علی نے آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا اور اسی وجہ سے اس مقام کا نام ”باب الطشت“ پڑ گیا۔

فضیلت علم

امام زہری (ولادت ۵۱ھ - وفات ۱۲۴ھ) جو اعلام تابعین سے ہیں متعدد اصحاب سے تعلیم پائی، وہ فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے عالم صرف چار ہی ہیں مدینہ میں المسیب شام میں مکحول کوفہ میں شععی یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اول اول جناب امام اعظم ابو حنیفہ کو حصول علم کی ترغیب دی اور بصرہ میں جناب امام المصنفین والعارفین خواجہ حسن بصری کو تمام سیرت نگاروں نے یہ بات بالاتفاق لکھی ہے کہ خواجہ حسن بصری اگرچہ نسل حبشی تھے مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انہیں بہت بڑا فصیح السان بنایا، حجاج بن یوسف آپ کے مقابلے میں خود کو ہیچ سمجھتا تھا۔

مسلمانی کی تعریف

داراشکوہ نے لکھا ہے کہ کسی نے آپؐ سے دریافت کیا کہ مسلمانی کی تعریف کیا ہے اور مسلمان کسے کہتے ہیں؟ جواب میں ارشاد فرمایا ”مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور“ یعنی مسلمانی کتاب میں ہے اور مسلمان قبر میں ہیں پھر آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا حضرت ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں آپؐ کے ارشادات اور پسند و نصائح کا ان پر اثر کیوں نہیں ہوتا، ہمیں اس کے لئے کیا علاج کرنا چاہئے؟ فرمایا: اگر دل سوئے ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی انہیں جھنجوڑ کر جگایا جاسکتا تھا رونا تو یہ ہے کہ دل مر چکے ہیں اب انہیں کتنا ہی جھنجوڑو جگانے کی کوشش کرو یہ بیدار نہیں ہو سکتے۔

جناب خواجہؒ نے مسلمانوں کو دنیا اور صرف دنیا ہی کے بن جانے پر بڑی سختی سے روکا اور خلاف پیمبر چلنے سے منع کیا آپؐ کی نظر قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ کی تفسیر پر تھی اس لئے آخرت کی زندگی آپؐ کے نزدیک گویا آنکھوں دیکھی چیز تھی دنیا کی بہتات اور چاہت نے مسلمانوں کو دین سے غافل بنا دیا تھا اور وہ آخرت کی زندگی کو بھولتے جا رہے تھے آپؐ نے انہیں جھنجوڑ کر بیدار کیا انہیں چونکایا اور بتلادیا کہ تم صرف زبان ہی سے اقرار کر لینے پر مسلمان نہیں بن سکتے مسلمان اور کامل مسلمان بننے کیلئے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ جن حقائق کا تم دل سے اقرار کرتے ہو دل کے ساتھ پورا پورا عمل بھی کرو۔

بے باک مرد خدا

ایک مرتبہ دوران و وعظ حجاج بن یوسف برہنہ شمشیر لئے اپنی فوج کے ہمراہ وہاں پہنچا اسی محفل میں ایک بزرگؒ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا کہ آج حسن بصریؒ کا امتحان ہے کہ وہ تعظیم کیلئے کھڑے ہوتے ہیں یا وعظ میں مشغول رہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے حجاج کی آمد پر کوئی توجہ نہیں کی اور اپنے وعظ میں مشغول رہے کیونکہ احکام خداوندی بیان کرتے

وقت آپ کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے، اختتام و عظ کے بعد حجاج نے دست بوسی کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ اگر تم کسی مرد خدا سے ملنا چاہتے ہو تو حسن کو دیکھ لو۔

جنات کو تبلیغ

ایک مرتبہ حضرت عبداللہؓ نماز فجر کے لئے حسن بصریؒ کی مسجد میں تشریف لے گئے تو اندر سے دروازہ بند تھا اور آپ مشغول دعا تھے اور کچھ لوگوں کے آمین کہنے کی صدا میں آرہی تھیں چنانچہ یہ خیال کر کے شاید آپ کے ارادت مند ہوں گے باہر ہی ٹھہر گئے اور جب صبح کو دروازہ کھلا اور اندر جا کر دیکھا تو آپ تنہا تھے چنانچہ فراغت نماز کے بعد جب صورتحال دریافت کی تو فرمایا کہ پہلے تو کسی سے نہ بتانے کا وعدہ کرو پھر فرمایا کہ یہاں جنات وغیرہ آتے ہیں اور میں ان کے سامنے وعظ کر کے دعا مانگتا ہوں جس پر وہ سب آمین آمین کہتے ہیں۔

کرامت

کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ بغرض حج روانہ ہوئے اور ان میں سے بعض لوگوں کو شدت سے پیاس لگی چنانچہ راستہ میں ایک کنویں پر نظر پڑی لیکن اس پر رسی اور ڈول کچھ نہ تھا اور جب حسنؒ سے صورت حال بیان کی گئی تو فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم پانی پی لینا چنانچہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو اچانک کنویں میں سے پانی خود بخود ابل پڑا اور سب لوگوں نے اچھی طرح پیاس بجھائی لیکن ایک شخص نے احتیاط کچھ پانی ایک کوزے میں رکھ لیا اس حرکت سے کنویں کا جوش ایک دم ختم ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ تم نے خدا جل شانہ پر اعتماد نہیں کیا یہ اسی کا نتیجہ ہے پھر آگے روانہ ہوئے تو راستہ میں کچھ کھجوریں اٹھا کر لوگوں کو دیں جن کی گٹھلیاں سونے کی تھیں اور جن کو فروخت کر کے لوگوں نے سامان خورد و نوش خریدا اور صدقہ بھی کیا۔

وصال

آپؐ نے پانچ (۵) رجب ایک سو دس (۱۱۰) ہجری نو اسی (۸۹) سال کی عمر میں انتقال پر ملال فرمایا۔

دم مرگ میں آپؐ مسکراتے ہوئے فرما رہے تھے کہ کونسا گناہ کونسا گناہ اور یہی کہتے کہتے روح پرواز کر گئی پھر کسی بزرگؒ نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ عالم نزع میں آپؐ مسکرا کیوں رہے تھے؟ اور بار بار کونسا گناہ کہہ رہے تھے۔ فرمایا کہ دم نزع مجھے یہ ندا سنائی دی کہ اے ملک الموت سختی سے کام لے کیونکہ ایک گناہ باقی رہ گیا ہے چنانچہ اسی خوشی میں مسرور ہو کر بار بار کونسا گناہ کہہ رہا تھا۔ وفات کی شب میں کسی بزرگؒ نے خواب دیکھا کہ آسمان کے درتے کھلے ہوئے ہیں اور ندا کی جا رہی ہے کہ حسن بصریؒ اپنے مولیٰ اجل شانہ کے پاس حاضر ہو گئے اور اللہ جل شانہ ان سے راضی ہیں۔

واقعات اور ارشادات

کتب تواریخ میں آپؐ کے بہت سے واقعات اور ارشادات موجود ہیں جن میں سے چند اس کتاب کے موضوع کی مناسبت میں یہاں تحریر کئے جاتے ہیں۔

☆ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ سے کسی نے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جو ہمیشہ تنہا رہتا ہے ایک دن حسن بصریؒ اس سے ملنے گئے اور فرمایا تم خلوت پسند آدمی معلوم ہوتے ہو؟ لوگوں سے کیوں ملاقات نہیں کرتے؟ کہا کہ ایک کام میں مشغول رہتا ہوں اس وجہ سے لوگوں سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی فرمایا یہاں حسن بصریؒ رہتے ہیں ان سے ضرور ملاقات کیا کرو ان کے پاس جاتے رہا کرو کہنے لگا جس کام کی وجہ سے اور لوگوں سے نہیں ملتا حسن بصریؒ سے بھی نہیں مل سکتا دریافت کیا کہ وہ کونسا کام ہے کہنے لگا جب صبح کرتا ہوں تو اللہ جل شانہ کی نعمتیں اور اپنے گناہوں کو دیکھتا ہوں پس نعمتوں کا شکر اور گناہوں

سے توبہ کرتا رہتا ہوں، فرمایا تو حسن بصریؒ سے بھی زیادہ سمجھدار ہے بس اپنے ہی کام میں مشغول رہنا۔

☆ حضرت حسن بصریؒ نے ایک نوجوان آدمی کو دیکھا کہ ہنسنے میں مشغول ہے آپ نے فرمایا کہ کیا تو پل صراط سے گزرا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ توجنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟ اس نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے؟ راوی کہتا ہے کہ اس قصہ کے بعد اس کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

☆ فرمایا کرتے تھے کہ دوزخ میں سے ایک شخص ایک ہزار (۱۰۰۰) سال بعد نکلے گا کیا ہی اچھا ہو کہ وہ آدمی میں ہی ہوں۔

☆ فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کی شرط یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو جس کو بھی دیکھے اپنے سے افضل سمجھے۔

☆ فرمایا کرتے تھے کہ جب آدمی سے گناہ ہو جائے اور پھر وہ سچی توبہ کر لے تو پھر اس توبہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے یہاں تقرب میں زیادتی ہوتی ہے۔

☆ ایک شخص نے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو فرمایا کہ ذکر کی مجلسوں میں شریک ہوا کرو۔

۱ قرآن اور احادیث میں ذکر کی بہت زیادہ فضیلتیں بیان ہوئی ہیں بزرگان دین ذکر کا بہت اہتمام فرماتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ کے مشائخ کرام اپنے مریدین کو ذکر کی تلقین فرماتے ہیں۔ الحمد للہ دربار عالیہ قادریہ جنیدیہ یعنی داتا سے سرحد کی درگاہ معلیٰ میں بروز جمعرات بعد مغرب ذکر بالجہر کی محفل ہوتی ہے۔

آجکل بعض بد عقیدہ لوگ ذکر بالجہر سے مسلمانوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شرک ہے یہ لوگ خود تو گمراہ ہیں دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تبلیغی نصاب میں فضائل ذکر کے باب میں ذکر کے متعلق لاتعداد احادیث بیان کی گئی ہیں۔ ذکر بالجہر کے بارے میں یہ

☆ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ان اکابر کو پایا ہے کہ جو حلال چیزوں میں بھی اتنی بے رغبتی فرمایا کرتے تھے جتنی تم حرام چیزوں میں بھی نہیں کرتے۔

☆ فرمایا کرتے تھے کہ لالچ عالم کو عیب دار بنا دیتا ہے قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ جو آدمی بھی روپیہ پیسہ کو عزیز سمجھتا ہے اس کو اللہ جل شانہ ذلیل کر دیتا ہے۔

حدیث ملاحظہ ہو۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔ (ف) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اسے کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے۔ آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمایا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معدوم قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ”اذكروا اللہ ذكراً كثيراً“ (اللہ جل شانہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تو نگری بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان صے قرآن پاک کے ارشاد ”وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا“ میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر بھی دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے بعض نسنوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اس کی اطاعت کرے۔ ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دروغ نہ کرے لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

☆ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا تیرے لئے ایک سواری ہے اگر تو اس پر سوار ہوگا جب تو وہ تجھ کو منزل تک پہنچا دے گی لیکن اگر وہ تجھ پر سوار ہوگئی تو تجھ کو ہلاک و برباد کر دے گی۔

☆ فرمایا کہ اللہ جل شانہ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو اہل و عیال میں مشغول نہیں ہونے دیتے۔

☆ فرمایا کہ جو شخص بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ بزرگوں سے بدظن ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اہل بہشت جب بہشت کو دیکھیں گے تو ستر (۷۰) سال بیہوش پڑے رہیں گے وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ انہیں اپنے دیدار سے منور فرمائے گا اگر اس کے جلال میں دیکھیں تو وحدت میں غرق ہو جائیں۔

تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ جناب خواجہ کا بیان درد و کرب اور سوز و گداز سے پر ہوتا یہی سبب تھا کہ جو بات آپ کے منہ سے نکلتی لوگوں کے دلوں میں تیر کی طرح اترتی چلی جاتی آپ کی زبان مبارک میں غضب کا اثر تھا جو ایک مرتبہ کہہ دیتے وہ پتھر کی لکیر ہو جاتا یہی سبب ہے کہ آپ کو ایک خلق خدا امام زمانہ صاحب کرامت اور مستجاب الوقت ولی تسلیم کرتی ہے۔

مزار پر انوار

آپ کا مزار پر انوار بصرہ (عراق) سے ایک سو ایک (۱۰۱) قدم کے فاصلہ پر صحرا میں مرجع خلائق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ حبیب عجمی

زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال:

آغوشِ ام سلمہ کے پروردہ ہیں حسن
بحرِ علوم معرفتِ حق کے غوطہ زن
دولتِ سرائے سرور کونین میں پلے
جن کو زمانہ خواجہ بصری حسن کہے

حضرت شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۵۶ھ ہجری)

اسم گرامی

آپ کی کنیت ابو محمد اور اصل وطن فارس ہے۔

بیعت

آپ نے حضرت شیخ خواجہ حسن بھری کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

حالات و تعارف

آپ صدق و صفا پر عمل پیرا، صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے ہوئے ہیں اور آپ کی ریاضت و کرامات بے اندازہ ہیں، ابتدائی دور میں آپ بہت امیر تھے اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے اور جب مقروض سے تقاضا کرنے جاتے تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا تو اپنے وقت کے ضائع ہونے کا مقروض سے جرمانہ وصول کرتے اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔

ایک دن آپ کسی کے یہاں وصولیابی کے لئے پہنچے تو وہ گھر پر موجود نہ تھا اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی جس کا تمام گوشت تو ختم ہو چکا البتہ سر باقی رہ گیا ہے اگر تم چاہو تو وہ میں تم کو دے سکتی ہوں چنانچہ آپ اس سے سر لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سر سود میں ملا ہے اس کو پکا ڈالو بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے اور نہ آٹا بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی انتظام مقروض لوگوں سے لے کر کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے۔ لیکن

جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آ کر سوال کیا آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اگر تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا لیکن ہم مفلس ہو جائیں گے سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا لیکن وہ ہنڈیا سالن کے بجائے خون سے لبریز تھی اس نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ دیکھو تمہاری کنجوسی اور بد بختی سے یہ کیا ہو گیا ہے۔

آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو شاہد بنا کر کہا کہ آج میں ہر برے کام سے تائب ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازیں کسنا شروع کیں کہ علیحدہ ہٹ جاؤ حبیب سود خور آ رہا ہے کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بد بخت نہ بن جائیں یہ سن کر آپ بہت رنجیدہ ہوئے اور حضرت شیخ خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی اور جب واپسی میں ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہئے تاکہ ایک عاصی کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہی لڑکوں نے کہنا شروع کیا کہ راستہ دے دو اب حبیب تائب ہو کر آ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے پیروں کی گرد اس پر پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمارا نام گناہگاروں میں درج کر لے۔

آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ جل شانہ سے عرض کی کہ تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کر دیا اس کے بعد آپ نے منادی کرادی کہ جو شخص میرا مقروض ہو وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ خدا جل شانہ میں لٹا دی اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل کے سوال پر اپنا کرتہ تک اتار کر دے دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دے دی۔ اس کے بعد

دونوں میاں بیوی تقریباً نیم برہنہ سے رہ گئے پھر ساحل فرات پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول رہے اور یہ معمول بنا لیا تھا کہ دن میں تحصیل علم کے لئے حضرت شیخ خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور رات بھر مشغول عبادت رہتے۔ ایک مرتبہ بیوی نے کہا نہ خوردونوش کے لئے کچھ نہ کچھ کام کرنا چاہئے؟ آپؒ "مزدوری کرنے کے لئے گھر سے نکلے لیکن دن بھر عبادت میں مشغول رہ کر جب گھر پہنچے تو بیوی نے سوال کیا کہ کیا لائے ہو آپؒ نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ بہت کرم والا ہے اور اس کے کرم ہی کی وجہ سے مجھ میں اجرت طلب کرنے کی جرات نہ ہو سکی لیکن اس نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ دس یوم کے بعد جب تم کو ضرورت ہوگی تو پوری اجرت دے دوں گا پھر جب دس دن کے بعد آپؒ کو یہ خیال آیا کہ آج گھر پر جا کر کیا جواب دوں گا تو ایک طرف تو اپنے تصور میں غرق چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ایک بوری آٹا، ایک ذبح شدہ بکری، گھی، شہد اور تین سو درہم ایک موکل کے ذریعہ آپؒ کے گھر پہنچا دیئے اور ساتھ ہی یہ پیغام بھی دیا کہ حبیب سے کہہ دینا کہ اپنے کام کو ترقی دیں جس کے صلہ میں ہم اس سے بھی زیادہ مزدوری دیں گے چنانچہ جب آپؒ گھر کے دروازے پر پہنچے تو گھر میں کھانے کی خوشبو آ رہی تھی اندر جا کر بیوی سے صورت حال دریافت کی تو اس نے پورا واقعہ اور پیغام آپؒ تک پہنچا دیا یہ سن کر آپؒ کو خیال آیا کہ جب صرف دس یوم کی بے توجہی کی ریاضت کا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے نعم البدل عطا فرمایا ہے تو اگر زیادہ دلجمعی کے ساتھ عبادت کروں تو نہ جانے کیا انعامات حاصل ہوں گے چنانچہ اسی دن سے دنیا کو چھوڑا اور اس درجہ عبادت میں غرق ہو گئے کہ مستجاب الدعوات کے درجہ تک پہنچے اور ان کی دعاؤں سے مخلوق کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

کرامات

ایک عورت گریہ وزاری کرتی ہوئی آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں بہت ہی مضطرب ہوں آپؒ نے پوچھا کہ

تمہارے پاس اور کیا ہے اس نے کہا کہ دو درہم ہیں آپ نے اس سے درہم لیکر خیرات کر دیئے اور دعا کر کے فرمایا کہ جاؤ تمہارا بچہ آ گیا چنانچہ گھر پہنچ کر اس نے دیکھا تو واقعی اس کا بچہ گھر پر موجود تھا اس کو گلے لگا کر پوچھا تو کہاں چلا گیا تھا لڑکے نے کہا میں تو کرمان میں تھا اور میرے استاد نے گوشت لینے کے لئے بازار بھیجا راستے میں اچانک ایسی آندھی آئی جو مجھے یہاں تک اڑا کر لے آئی اور میں نے کسی کہنے والے کو سنا کہ اے ہوا! اس کو گھر پہنچا دے اس ایک واقعہ سے آپ کی دعاؤں کی برکت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

بصرہ میں ایک مرتبہ شدید قحط سالی ہوئی تو آپ نے قرض لیکر کھانا غرباء میں تقسیم فرمایا اور ایک تھیلی تکیہ کے نیچے رکھ لی جب کوئی قرض لینے والا آتا تو اس میں سے نکال کر دیتے جاتے تھے۔

توکل

آپ کا مکان بصرہ کے چوراہے پر تھا اور ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیئے اور خود کہیں نہانے کے لئے چلے گئے اتفاق سے حضرت شیخ خواجہ حسن بصریؒ کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ نے ان کا لباس شناخت کر کے خیال کیا کہ حبیب عجمیؒ کہیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا اور اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لئے وہاں ٹھہرے رہے اور جب عجمیؒ واپس آئے تو پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انہوں نے فرمایا کہ تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیئے اگر کوئی اٹھا لے جاتا تو کیا ہوتا انہوں نے کہا کہ اسی کے بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے حفاظت کے لئے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ خواجہ حسن بصریؒ ایک مرتبہ حبیب عجمیؒ کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت ان کے یہاں جو کی ایک روٹی اور تھوڑا سا نمک موجود تھا وہی بطور تواضع آپ کے سامنے رکھ دیا اور جب انہوں نے کھانا شروع کر دیا تو ایک سائل آ پہنچا حضرت حبیب عجمیؒ نے وہ روٹی آپ کے سامنے سے اٹھا کر سائل کو دے دی اس پر حضرت

حسن بصریؒ نے فرمایا تم میں شائستگی تو ضرور ہے لیکن علم نہیں کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ مہمان کے سامنے سے اس طرح پوری روٹی اٹھا کر نہ دینی چاہئے بلکہ ایک ٹکڑا توڑ کر دے دیتے ہیں تو یہ سن کر وہ خاموش رہے لیکن کچھ ہی دیر کے بعد ایک غلام سر پر خوانِ نعمت رکھے ہوئے حاضر ہوئے جس میں تمام قسم کے نفیس کھانے موجود تھے اور اس کے ہمراہ پانچ سو درہم بھی تھے آپؒ نے وہ درہم تو غریبوں میں تقسیم کر دیئے اور کھانا حضرت حسن بصریؒ کے سامنے رکھ کر خود بھی کھانے بیٹھ گئے۔

مقامِ رضائے الہی

ایک مرتبہ حسن بصریؒ مغرب کی نماز کے وقت آپؒ کے یہاں پہنچے لیکن آپؒ نماز کے لئے کھڑے ہو چکے تھے اور حسن بصریؒ نے جب یہ دیکھا کہ آپؒ الحمد کی بجائے الحمد چھوٹی سے قراءت کر رہے ہیں تو یہ خیال کر کے کہ آپؒ چونکہ قرآن کا تلفظ صحیح ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آپؒ کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے چنانچہ انہوں نے علیحدہ نماز پڑھی لیکن اسی رات کو خواب میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا دیدار نصیب ہوا تو آپؒ نے عرض کی کہ یا اللہ جل شانہ تیری رضا کا ذریعہ کیا ہے ارشاد ہوا کہ تو نے ہماری رضا پائی لیکن اس کا مقام نہیں سمجھا آپؒ نے پوچھا وہ کونسی رضا تھی ارشاد ہوا کہ اگر تو نماز میں حبیبِ عجمیؑ کی اقتداء کر لیتا تو تیرے لئے تمام عمر کی نمازوں سے بہتر تھا کیونکہ تو نے اس کی ظاہری عبادت کا تصور تو کیا لیکن اس کی نیت نہیں دیکھی جب کہ ولی کی نیت سے تلفظ کی صحت کم درجہ رکھتی ہے۔

صفائی قلب کی فضیلت

حضرت حسن بصریؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے تو دریائے دجلہ کے کنارے حضرت حبیبِ عجمیؑ سے ملاقات ہو گئی انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے حضرت حسن بصریؒ نے کہا کہ دریا کے پار جانا چاہتا ہوں اور کشتی کا منتظر ہوں آپؒ نے فرمایا کہ بغض اور حب دنیا کو قلب سے نکال کر مصائب کو غنیمت تصور کرو اور اللہ تعالیٰ جل شانہ پر اعتماد کر کے پانی

کے اوپر روانہ ہو جاؤ یہ کہہ کر خود پانی کے اوپر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے یہ کیفیت دیکھ کر حضرت حسن بصریؒ پر غشی طاری ہو گئی اور ہوش آنے کے بعد جب لوگوں نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ حضرت حبیبؒ عجمیؒ کو علم میں نے سکھایا لیکن اس وقت وہ مجھ کو نصیحت کر کے خود پانی کے اوپر روانہ ہو گئے اور اس دہشت سے مجھ پر غشی طاری ہو گئی کہ جب روز محشر پل صراط پر چلنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر میں اس وقت بھی محروم رہ گیا تو کیا کیفیت ہوگی پھر آپؐ نے دوسری ملاقات میں حیرت سے حبیبؒ سے پوچھا کہ تمہیں یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا فرمایا کہ میں قلب کی سیاہی دھوتا ہوں اور آپ کا غد سیاہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ صد حیف دوسروں نے تو میرے علم سے فائدہ اٹھایا لیکن مجھ کو کچھ نہ مل سکا۔

حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو یہ شک ہو کہ حضرت حبیبؒ عجمیؒ کا مقام حضرت حسن بصریؒ سے بلند تھا تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے علم کو ہر شے پر فضیلت عطا فرمائی ہے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ”قل رب زدنی علما“ اے نبی! آپ کہیں کہ اے میرے رب میرے علم میں زیادتی عطا کر اور جیسا کہ مشائخ کا قول ہے کہ طریقت میں چودھواں درجہ کرامت کا ہے اور اٹھارہواں اسرار و رموز کا عقل و فکر سے جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر شے پر تھی لیکن اتباع حضرت موسیٰؑ کی کرتے تھے اور خود صاحب کتاب نبی نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہی کی کتاب پر عمل پیرا ہے۔

ایک کنیز بیس سال تک آپؐ کے یہاں رہی لیکن کبھی آپؐ نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا اور ایک دن اس کنیز سے فرمایا ذرا میری کنیز کو آواز دے دو اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہی تو آپؐ کی کنیز ہوں فرمایا تمیں برس میں میرا خیال سوائے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کسی اور طرف نہیں گیا یہی وجہ ہے کہ میں تم کو شناخت نہ کر سکا جس وقت آپؐ کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی تو مضطرب ہو کر گریہ و زاری کرنے لگتے ایک دن کسی نے سوال کیا

کہ آپ قرآن کا مفہوم کس طرح سمجھ لیتے ہیں جبکہ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ عجمی ہیں فرمایا کہ میری زبان گو عجمی ہے لیکن قلب عربی ہے۔

ایک خونی کوتختہ دار پر چڑھایا گیا تو اسی شب لوگوں نے خواب میں اُسے عمدہ لباس زیب تن کئے جنت میں ٹہلتے ہوئے دیکھا اور جب اس سے پوچھا کہ تم نے تو قتل کا ارتکاب کیا تھا پھر اس مرتبہ تک کیسے پہنچ گئے اس نے کہا کہ سولی دیتے وقت حضرت حبیب عجمی ادھر آئے اور میری جانب متوجہ ہو کر دعائے مغفرت فرمائی یہ اسی دعا کی برکت کا نتیجہ ہے۔

وصال صد ملال

آپ کی وفات حسرت آیات ایک سو چھپن (۱۵۶) ہجری میں ہوئی۔

مزار پر انوار

آپ کا مزار مبارک بصرہ شریف (عراق) میں مرجع خلاق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ ہیں آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

حبیب عجم صاحب و محتشم
خدا کی عنایت ہے اس کا کرم
محمد ﷺ کی امت کو بخشے گئے
بہ شکل ولی یہ حبیب عجم



حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۶۵ھ ہجری)

بیعت:

آپ حضرت شیخ خواجہ حبیب عجمی کے مرید و خلیفہ ہیں۔

آپ نے اپنی ریاست کو خیر باد کہہ کر فقیری کو اختیار کیا تھا آپ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے آپ کے مناقب بے شمار اور فضائل لا تعداد ہیں ایک روز آپ روٹی کھا رہے تھے کہ ایک آتش پرست آیا آپ نے روٹی کا ایک ٹکڑا اس کو دیا اس کی برکت سے اس کی بیوی حاملہ ہو گئی اور اس سے حضرت شیخ معروف کرخی پیدا ہوئے۔

آپ کے پاس بیس دینار تھے انہی کو آپ بیس سال تک کھاتے رہے آپ فرماتے کہ میں ان پر اس لئے نگاہ رکھتا ہوں کہ یہ میری فراغت کا سبب ہیں تاکہ مرنے تک اس رقم سے ضروری سامان مہیا کروں آپ روٹی چبا کر نہ کھاتے اس لئے کہ کھانے میں وقت کیوں ضائع کروں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے دیکھا کہ پانی کا ایک کوزہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے اس نے کہا اسے سایہ میں کیوں نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جب اس جگہ رکھا تو اس وقت سایہ تھا اب مجھے اللہ جل شانہ سے شرم آتی ہے کہ نفس کی خاطر اسے ہٹا دوں۔

آپ کا مکان بہت بڑا تھا اس کا ایک حصہ خراب ہو گیا تو آپ دوسرے حصہ میں جا بیٹھے لوگوں نے کہا آپ مکان کیوں نہیں بنواتے آپ نے فرمایا میں نے اللہ جل شانہ کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ اب دنیاوی عیش و راحت کے لئے کوئی عمارت نہ بنواؤں گا۔ دوسرے دن مکان کا وہ حصہ بھی گر گیا صرف دہلیز باقی رہ گئی تھی جس رات آپ نے وفات پائی اس رات وہ دہلیز بھی گر گئی۔

خلیفہ ہارون الرشید نے ایک روز امام ابو یوسف سے کہا کہ مجھے حضرت داؤد طائی کی

زیارت کے لئے لے چلو خلیفہ اور امام ابو یوسف دونوں جب آپ کے دروازہ پر پہنچے اور اندر آنے کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے انکار کر دیا پھر خلیفہ نے آپ کی والدہ سے عرض کی کہ ہماری باریابی کے لئے سفارش فرمادیجئے انہوں نے بھی سفارش کی لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو قبول نہیں کیا۔ فرمایا مجھے ظالموں اور دنیا داروں سے کیا غرض میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا اس پر آپ کی والدہ نے کہا کیا یہی تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے اور میری رضامندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں جو اپنی ماں کی رضا کے طالب نہیں آپ نے اپنی والدہ کے یہ کلمات سنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر گزاری اور عرض کی یہ حلال ہے قبول فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے اٹھا لیجئے مجھے اس کی ضرورت نہیں میرے پاس جتنے روپے تھے انہیں خرچ کر رہا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا کی ہے جب یہ روپے ختم ہو جائیں تو مجھے موت دے تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ رہوں مجھے امید ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری دعا قبول فرمائی ہوگی امام ابو یوسف نے پوچھا کہ اب آپ کا نفقہ کس قدر باقی رہ گیا ہے فرمایا درہم چاندی کے رہ گئے ہیں اور ایک درہم روزانہ خرچ کرتا ہوں پھر یہ دونوں واپس ہو گئے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ امام ابو یوسف محراب میں بیٹھ لگائے بیٹھے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج داؤد طائی نے وفات پائی ہے جب دریافت کیا تو درست نکلا لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح جانا امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نفقہ کی مقدار سے حساب کیا کہ اب باقی نہیں رہا اور یہ کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔

آپ فقراء بے نوا سے بہت محبت کرتے تھے آپ کے نزدیک تمام دنیا اور دنیا داروں کی ذرہ بھی وقعت نہیں تھی۔

وصال صد ملال

آپ کا وصال ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہجری میں ہوا۔

مزار پر انوار

آپ کا مزار شہر بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ معروف کرخی

زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

منزل	حق	کے	جو	ہیں	راہی
شیخ	معظم		داؤد		طائی
جن	چہ	نگاہ	سرور		عالم
جن	کی	زبان	پر	ذکر	الہی

حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۲۰۰ھ ہجری)

اسم گرامی

آپ کی کنیت معروف بن علی الکرخی ہے۔

بیعت

آپ نے حضرت شیخ داؤد طائی کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر فیوض باطنی سے سیراب ہوتے رہے۔

تعارف

آپ طریقت و حقیقت کے مقتدا و پیشوا تھے لیکن آپ کے والد نصرانی تھے اور جب آپ کو داخل مکتب کیا گیا تو معلم نے یہ درس دینا چاہا کہ ثالث ثلاثہ یعنی خدا تین ہیں آپ نے کہا کہ ”ہو اللہ احد“ وہ اللہ تو ایک ہے اور ذر و ذوب ہونے کے باوجود بھی آپ نے اللہ کو تین نہ کہا اور وہاں سے فرار ہو کر حضرت علی بن موسیٰ رضا کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن فرار ہونے کے بعد والدین کو خیال آیا کہ وہ کسی مذہب پر بھی رہتا لیکن کاش ہمارے پاس رہتا پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ گھر لوٹے تو آپ کے احوال سے متاثر ہو کر والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت محمد بن طوسی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نشان دیکھ کر پوچھا کہ کل تک تو یہ نشان آپ کو نہیں تھا پھر آج کیسے ہو گیا فرمایا کہ رات کو حالت نماز میں مجھے مکہ مکرمہ پہنچنے کا تصور آ گیا اور وہاں پہنچ کر طواف کعبہ کے بعد جب چاہ زمزم پر پہنچا تو میرا پاؤں پھسل گیا اور یہ اسی کا نشان ہے۔

حالات

ایک مرتبہ قرآن و مصلیٰ مسجد میں چھوڑ کر آپ دریا پر پاکیزگی کی نیت سے تشریف لے

گئے دریں اثناء ایک بڑھیا آپ کا قرآن و مصلیٰ مسجد سے اٹھا کر چلتی بنی اور جب راستہ میں آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے گردن جھکائے ہوئے بڑھیا سے فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی بچہ قرآن پڑھتا ہے بڑھیا نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ میرا قرآن تو واپس کرو البتہ مصلیٰ میں نے تمہیں ہبہ کر دیا چنانچہ وہ بڑھیا آپ کے علم سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ دونوں چیزیں آپ کو واپس کر دیں۔ آپ کچھ لوگوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک مجمع رقص و سرور وے نوشی میں مصروف مل گیا اور جب آپ کے ہمراہیوں نے ان کے حق میں بدعا کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ اے اللہ جل شانہ جس طرح آج تو نے ان کو بہتر عیش دے رکھا ہے آئندہ اس سے بھی بہتر عیش ان کو عطا کرتا رہ۔ اس دعا کے ساتھ ہی وہ مجمع شراب و رباب پھینک کر آپ کے سامنے آیا اور بیعت حاصل کر کے برے افعال سے تائب ہو گیا اس کے بعد آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو شیرینی سے مر سکتا ہو اس کو زہر دینے سے کیا حاصل۔

حضرت سری سقطیؒ سے روایت ہے کہ عید کے دن بھی آپ کو کھجوریں چنتے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یہ سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں اسی لئے میں کھجوریں فروخت کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے لئے کپڑے فراہم کر سکوں لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں۔ آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور اللہ جل شانہ نے عطا کیا اس سے میری حالت بدل گئی۔

قبلہ کا صحیح رخ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آپ کے ایک مہمان نے غلط سمت کی جانب منہ کر کے نماز ادا کر لی اور نماز کے بعد جب اس کو صحیح سمت معلوم ہوئی تو اس نے آپ سے عرض کیا کہ جب میں نے نیت باندھی تھی اس وقت آپ نے آگاہ کیوں نہیں کیا فرمایا کہ فقراء کو دوسروں کے امور میں اس وقت مداخلت کی حاجت ہوتی ہے جب انہیں اپنے امور سے مہلت مل جائے۔

آپ کے ماموں کو تو ال شہر تھے انہوں نے آپ کو جنگل میں اس حالت میں دیکھا کہ ایک کتا آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے اور ایک لقمہ خود کھاتے ہیں اور ایک اس کو کھلاتے ہیں یہ کیفیت دیکھ کر ماموں نے کہا تم کو حیا نہیں آتی کہ کتے کو کھانا کھلا رہے ہو۔ آپ نے کہا کہ حیا کی وجہ سے ہی تو میں اس کو کھلا رہا ہوں اور یہ کہہ کہ جب آپ نے آسمان کی جانب دیکھا تو ایک پرندہ اپنی آنکھ اور چہرے کو پروں سے ڈھانپنے ہوئے آپ کے دست مبارک پر آ بیٹھا اور آپ نے ماموں سے فرمایا کہ اللہ جل شانہ سے حیا کرنے والے سے ہر شے حیا کرتی ہے۔

وصال

آپ کی وفات دو (۲) محرم دو سو (۲۰۰) ہجری میں ہوئی۔

واقعہ جنازہ

وفات کے بعد ہر مذہب کے لوگ اپنے مسلک کے مطابق آپ کی میت اٹھانے پر آمادہ پیکار تھے۔ یہ دیکھ کر آپ کے ایک خادم نے بتایا کہ آپ کی یہ وصیت تھی کہ جس مذہب کے لوگ زمین سے میرا جنازہ اٹھالیں وہی دفن بھی کریں چنانچہ مسلمانوں کے علاوہ کسی سے بھی آپ کا جنازہ نہ اٹھے گا اور اسلامی احکام کے مطابق آپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔

ارشادات

فرمایا کہ اتباع خدا جل شانہ کی گرفت ہے اور جو خدا جل شانہ کو یاد کرتا ہے وہ اس کا محبوب ہے اور وہ جس کو محبوب بنالے اس پر خیر کے دروازے کھول کر شر کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ فرمایا کہ لغو باتیں گہراہی کی دلیل ہیں اور غافل نہ ہونا حقیقت و فاقہ کی نشانی ہے فرمایا کہ اعمال صالح کے بغیر جنت کی طلب اور اتباع سنت کے بغیر شفاعت کی امید اور نافرمانی کے بعد رحمت کی تمنا حماقت ہے اور حقائق کو معتبر تصور کرتے ہوئے دقیق مسئلہ بیان کرنا اور مخلوق سے امید وابستہ نہ کرنا خالص ہے لہذا مخلوق سے آس توڑ کر خدا جل شانہ سے طلب کرنا چاہیے فرمایا کہ شر کو نظر

انداز کر کے کسی کی برائی یا بھلائی نہ کرو فرمایا کہ دنیا سے کنارہ کش رہنے والا حب الہی کے ذائقہ سے لذت حاصل کرتا ہے لیکن یہ محبت بھی اس کے کرم سے نصیب ہوتی ہے فرمایا کہ عارفین خود سراپا دولت ہیں انہیں کسی دولت کی حاجت نہیں۔

آپؐ ایک مرتبہ بڑی خوش دلی کے ساتھ کوئی چیز تناول فرما رہے تھے تو لوگوں نے پوچھا کہ ایسی کیا شے ہے جو آپؐ اس مسرت کے ساتھ کھا رہے ہیں فرمایا کہ میری مسرت کی یہ وجہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ جل شانہ کا مہمان ہوں اور جو وہ عطا کرتا ہے کھا لیتا ہوں۔ اور اکثر نفس سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو چھوڑ دے تاکہ تجھے بھی چھٹکارا مل جائے فرمایا کہ خدا جل شانہ پر توکل کرنے والا مخلوق کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے فرمایا کہ اس چیز سے ڈرتے رہو کہ اللہ جل شانہ کی نظریں تم پر ہیں۔

مزار پرانوار

آپؐ کا مزار مبارک بغداد شریف (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپؐ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ عبداللہ سہری

قطبیؒ زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شیخ معروف پیر والئی کرخ!!
گشت چوں از جہاں دنیا طاق
زبدہ اصفاء است تاریخش

۵۲۰۰

شد عیاں نیر زبدہ آفاق
صاحب عادل است و اہل یقین

۵۲۰۶

باز تاریخ آں شہ مشاق

حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۲۵۰ ہجری)

اسم گرامی

آپ کی کنیت ابوالحسن اور آپ کے والد ماجد کا نام مفلس تھا۔

بیعت

آپ نے حضرت شیخ معروف کرخی کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

تعارف

آپ سید الطائف حضرت شیخ جنید بغدادی کے ماموں اور طریقت میں پیرو مرشد تھے۔ ابتدائی دور میں آپ ایک دکان میں سکونت پذیر رہے اور اسی میں ایک پردہ ڈال کر ایک ہزار نوافل روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ اسی دوران ایک شخص حاضر ہوا اور پردہ اٹھا کر سلام کے بعد عرض کیا کہ کوہ لگام کے فلاں بزرگ نے آپ کو سلام کہا ہے آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا کہ مخلوق سے منقطع ہو کر عبادت کرنا مردوں کا کام ہے اور زندہ وہ ہے جو مخلوق سے وابستہ رہ کر یاد الہی کرتے ہیں۔

آپ تجارت میں دس دینار پر صرف نصف دینار نفع لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے لیکن اس کے بعد قیمتیں بڑھ گئیں اور دلال نے نوے دینار لگا دیئے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں اپنے عہد کے خلاف فروخت نہیں کر سکتا ابتداء میں آپ سقط فروشی کرتے تھے اور سقط فروش اسے کہتے ہیں جو گرے پڑے پھل فروخت کرتا ہے اسی دوران بغداد کے بازار میں آگ لگی لیکن آپ کی دکان محفوظ رہ گئی اور آپ نے بطور شکرانے کے دکان کا تمام مال صدقہ کر دیا ایک مرتبہ لوگوں نے سوال کیا کہ آپ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے

فرمایا کہ ایک مرتبہ حبیب راعیؒ میری دکان پر تشریف لائے اور ایک یتیم بچہ بھی ان کے ہمراہ تھا انہوں نے فرمایا کہ اس بچے کو کپڑے دلوا دو اور جب میں نے تعمیل کر دی تو آپؐ نے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تمہیں وہ مراتب عطا کرے کہ تم دنیا کو اپنا غنیم تصور کرنے لگو چنانچہ اس دن سے اللہ جل شانہ نے مجھے عظیم مراتب سے نوازا۔

ارشادات

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس سال سے میرے نفس کو شہد کی خواہش ہے لیکن آج تک میں نے اس کی خواہش پوری نہیں کی پھر فرمایا کہ میں ہر یوم اس لئے آئینہ دیکھتا ہوں کہ شاید معصیت کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہ ہو گیا ہو فرمایا کہ کاش پورے عالم کے آلام مجھے مل جاتے تاکہ تمام لوگوں کو غموں سے رہائی حاصل ہو جاتی فرمایا کہ جب کسی مسلمان کے سامنے داڑھی میں خلال کرتا ہوں تو یہ ڈرتا ہوں کہ کہیں منافقین میں میرا شمار نہ ہو جائے۔

کسی خدا رسیدہ سے آپؐ نے ان کا نام پوچھا تو فرمایا ”ہو“ پھر سوال کیا کہ کھاتے پیتے کیا ہیں۔ انہوں نے پھر جواب میں ”ہو“ کہا غرض کہ جب ہر سوال کے جواب میں وہ یہی کہتے رہے تو آپؐ نے پوچھا کہ ”ہو“ سے مراد ”اللہ“ ہے یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیخ مار کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت شیخ جنید بغدادیؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت شیخ سری سقطیؒ نے مجھ سے محبت کا مفہوم دریافت کیا تو میں نے کہا کہ بعض حضرات موافقت کو اور بعض اشارات کو محبت سے تعبیر کرتے ہیں یہ سن کر آپؐ نے اپنے ہاتھ کی کھال کھینچ کر اوپر اٹھانا چاہی تو وہ جگہ چمٹی رہی اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ صرف محبت ہی کی وجہ سے میری کھال خشک ہو گئی تو میں اپنے دعویٰ میں حق بجانب ہوں گا۔ اور یہ فرماتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ لیکن آپؐ کا روئے مبارک مہر درخشاں کی طرح دمک رہا تھا ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت بندہ کو ایسا کر دیتی ہے کہ شمشیر و سناں کی اذیت بھی اس کو محسوس نہیں ہوتی اور اس سے پہلے میں بھی محبت کی حقیقت سے نا آشنا

تھا۔ لیکن اللہ جل شانہ نے جب آگاہ فرمادیا تب مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا ہے۔ جب آپ کو یہ علم ہو جاتا کہ لوگ میرے پاس حصول تعلیم کی غرض سے آرہے ہیں تو آپ دعا کرتے کہ اللہ جل شانہ ان کو وہ تعلیم عطا کر دے جس میں میری احتیاج ہی باقی نہ رہے اور مجھے یہی لوگ تیری عبادت سے غافل نہ کر سکیں ایک شخص مکمل تیس سال سے عبادت و مجاہدات میں سرگرم عمل تھا۔ اور لوگوں نے جب اس سے پوچھا کہ تمہیں یہ درجہ کیسے ملا تو جواب دیا کہ میں نے ایک روز حضرت شیخ سری سقطی کے دروازے پر جب انہیں آواز دی تو پوچھا کہ کون ہے میں غرض کیا کہ آپ کا ایک شناسا یہ سن کر آپ نے یہ دعا دی کہ اے اللہ جل شانہ اس کو ایسا بنا دے کہ تیرے سوا کسی سے شناسائی نہ رہے چنانچہ اسی دن سے مجھے مراتب حاصل ہونے شروع ہو گئے اور آج اس درجہ تک پہنچ گیا۔

ایک مرتبہ دوران وعظ مصاحب کا نائب احمد بن یزید بڑے بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مجلس وعظ میں آ پہنچا اور اس وقت آپ کے وعظ کا یہ موضوع تھا کہ مخلوقات میں کوئی بھی مخلوق انسان سے کمزور نہیں لیکن اس کے باوجود بھی انسان بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ اس تقریر کا احمد بن یزید پر ایسا اثر ہوا کہ گھر پہنچ کر بلا کھائے پئے پوری رات عبادت میں مشغول رہا اور صبح کو مضطربانہ طور پر فقیرانہ لباس میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کے بیان سے کل جو میرے اوپر تاثر قائم ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے اور حب دنیا سے نجات حاصل کر کے گوشہ نشینی کا رجحان ہو گیا ہے لہذا آپ راہ طریقت کی تعلیم سے آراستہ فرمائیں آپ نے فرمایا کہ عام تعلیم تو یہ ہے کہ پنجگانہ نماز ادا کرتے ہوئے احکام شرعیہ کی پابندی کرو اور سلوک کی خاص تعلیم یہ ہے کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر اس طرح مصروف عبادت ہو جاؤ کہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی سے کچھ طلب نہ کرو اور اگر کوئی شے دینا بھی چاہے جب بھی مت لو یہ سن کر احمد بن یزید نحیف و نزار نامعلوم سمت کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ان کی والدہ روتی پٹتی آپ کے پاس

پہنچیں اور عرض کیا کہ میرا تو ایک یہ بچہ تھا اور وہ بھی آپ کی صحبت میں دیوانہ ہو کر نہ جانے کہاں چلا گیا آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ آجائے گا میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔

ایک دن احمد بن یزید نجیف و نزار حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے خواب غفلت سے بیدار کر کے جو کرم مجھ پر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ کو اس کی جزائے خیر دے دریں اثناء احمد بن یزید کی والدہ اور بیوی بچے بھی آگئے اور ان کی زبوں حالی دیکھ کے لپٹ کر رونے لگے اور ان کے ساتھ ساتھ اہل مجلس پر بھی گریہ طاری ہو گیا پھر والدہ اور بیوی نے جب گھر چلنے پر اصرار کیا تو انکار کر دیا جس پر بیوی نے کہا اپنے بچے کو بھی ہمراہ رکھو چنانچہ آپ نے اس کا لباس اتار کر مبل اوڑھایا اور ہاتھ میں زنبیل کے ساتھ لے چلنے لگے تو ماں سے بچے کا یہ حال نہیں دیکھا گیا اور اس کو ساتھ نہیں جانے دیا پھر برسوں کے بعد حضرت شیخ سقطی سے کسی نے آ کر عرض کیا کہ مجھ کو احمد بن یزید نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ میری موت قریب ہے اگر آپ قدم رنجا فرمائیں تو بہتر ہوگا اور جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ قبرستان میں مٹی کے ڈھیر پر پڑے آہستہ آہستہ یہ کہہ رہے ہیں۔ "لمثل هذا فلیعمل العاملون" چنانچہ جس وقت ان کا سر آپ نے اپنی آغوش میں رکھا تو انہوں نے آنکھ کھول کر کہا کہ آپ بالکل خاتمہ کے وقت پہنچے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ کی آغوش ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور جب آپ ان کی تجہیز و تکفین کے سامان کی خاطر شہر کی جانب روانہ ہوئے تو راستہ میں حم غفیر ملا اور لوگوں نے کہا کہ ہم نے یہ ندائے آسمانی سنی ہے کہ جو ہمارے مخصوص ولی کی نماز ادا کرنا چاہے وہ شونیز یہ کے قبرستان میں پہنچ جائے چنانچہ ہم سب وہیں جا رہے ہیں۔

ارشادات

اپنی جوانی کے دور میں فرمایا کرتے تھے کہ عبادت تو عہد شباب ہی میں کرنی چاہیے پھر فرمایا کہ مالدار ہمسایہ بازاری قاری اور امیر علماء سے دور ہی رہنا چاہیے پھر فرمایا کہ سلامتی دین اور سکون جسم و جان صرف گوشہ نشینی ہی میں ہے۔ فرمایا کہ پانچ چیزیں چھوڑ کر تمام عالم بے سد ہے، اول کھانا لیکن بقائے زندگی کی حد تک، دوم پانی صرف رفع تشنگی کے لئے، سوم لباس صرف ستر پوشی کی حد تک، چہارم مکان صرف سکونت کے لئے، پنجم علم عمل کی حد تک۔ فرمایا کہ خواہشات

کی حد تک گناہ قابل معافی ہے لیکن کبر و نخوت کی بنیاد پر گناہ نا قابل معافی ہے کیونکہ حضرت آدم کی لغزش خواہش کی بنیاد پر تھی اور ابلیس کی خواہش کبر و نخوت کی وجہ سے تھی فرمایا کہ جو خود اپنے نفس کو آراستہ نہ کر سکے وہ دوسرے نفس کو کیسے سنوار سکتا ہے فرمایا کہ ایسے افراد بہت قلیل ہیں جن کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو اور جو نعمت کی قدر نہیں کرتا نعمت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔

فرمایا کہ جو اللہ جل شانہ کا اطاعت گزار ہوتا ہے پورا عالم اس کے زیر نگیں رہتا ہے فرمایا کہ زبان و رخ سے قلبی کیفیات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے لیکن قلب کی بھی تین قسمیں ہیں اول وہ قلب جو کوہ گراں کی طرح اپنی جگہ اٹل رہے دوم وہ قلب جو مستحکم درخت کی طرح ہو باد تند کے جھونکے کبھی اس کو ہلا بھی دیتے ہوں، سوم وہ قلب جو پرندوں کی مانند ہوا میں پرواز کرتا ہو فرمایا کہ انس و حیاء قلب کے دروازے پر پہنچتے ہیں لیکن اگر قلب میں زہد و ورع کا وجود ہوتا تو مقیم ہو جاتے ہیں ورنہ وہیں سے لوٹ آتے ہیں فرمایا کہ جس قلب میں کوئی اور شے مقیم ہوتی ہے وہاں یہ پانچ چیزیں داخل نہیں ہوتیں خوف، رجا، حیا، انس، محبت اور ہر مقرب بارگاہ کو اس کے قرب سے ندادی جائے گی لیکن اولیائے کرام کو خدا کی جانب سے پکارا جائے گا فرمایا کہ عارفین کا بلند مقام شوق ہے اور عارف وہ ہے جو کم کھائے کم سوئے اور کم آرام کرے اور عارف مہرتاباں کی مانند سب کو منور کر دیتا ہے اور زمین کی طرح ہر شے کا بار سنبھالے رکھتا ہے آگ کی طرح سب کو راستہ دکھاتا ہے اور پانی کی طرح قلوب کو حیات تازہ دے کر سیراب کرتا رہتا ہے فرمایا کہ مخلوق سے کچھ نہ طلب کرتے ہوئے دنیا سے متنفر رہنے کا نام زہد ہے فرمایا کہ خود کو فنا کر دینے کے بعد عارف کو سکون ملتا ہے۔ فرمایا کہ میں نے زہد کے تمام وسائل اختیار کئے لیکن حقیقی زہد سے محروم رہا فرمایا کہ ریا کاری سے ملنا اللہ جل شانہ سے دور کر دیتا ہے اور کثرت سے میل ملاپ رکھنے والے کو صدق حاصل نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ اخلاق یہ ہے کہ لوگوں کو اذیت دینے کی بجائے ان کی اذیت رسانی پر صبر سے کام لے اور غصہ پر قابو پانا بھی داخل اخلاق ہے فرمایا کہ گناہ سے احتراز کرنا صرف تین وجوہ سے ہوتا ہے اول خواہش بہشت، دوم خوف جہنم، سوم خدا جل شانہ کی شرم سے۔ فرمایا کہ عبادات کو خواہشات پر ترجیح دینے سے بندہ عروج کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میں مرنے کو

اس لئے ناپسندیدہ سمجھتا ہوں کہ یہاں کی زمین مجھ کو قبول نہیں کرے گی اور مجھ سے حسن ظن رکھنے والے بدظنی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کہتے ہیں کہ جب میں عبادت کے لئے حاضر ہوا تو گرمی کی وجہ سے میں نے آپؒ کو پنکھا جھلانا شروع کر دیا مگر آپؒ نے روکتے ہوئے فرمایا کہ آگ اور بھڑکنے لگتی ہے اور میری مزاج پر فرمایا کہ بندہ تو مملوک ہے اور اس کو کسی شے پر قدرت حاصل نہیں پھر جب میں نے نصیحت کرنے کی درخواست کی تو فرمایا کہ مخلوق میں رہتے ہوئے خالق سے غافل نہ ہونا یہ کہہ کر آپؒ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

وصال صد ملال

آپؒ کی وفات بروز منگل تین (۳) رمضان المبارک دو سو پچاس (۲۵۰) ہجری کو ہوئی۔

مزار مبارک

آپؒ کا مزار مبارک بغداد شریف (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپؒ کے خلفائے کرام میں سید الطائفہ حضرت شیخ جنید

بغدادیؒ زیادہ مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شیخ سری امین سر خدا محرم

راز واقف تقدیر

سال وصلش بجوز قطب الحق

۲۵۰

باز خواں سن ارتحاش میر

۲۵۰

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۹۷ھ ہجری)

اسم گرامی

آپ کی کنیت ابوالقاسم لقب سید الطائفہ اور طاؤس العلماء ہے۔

تعارف

آپ کا وطن مالوف نہادند اور جائے پیدائش بغداد ہے آپ کے والد محمد بن الجنید آگینہ فروش تھے۔ آپ حضرت عبداللہ سرسقطی کے بھانجے اور مرید ہیں اور حضرت محاسبی کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ آپ بحر شریعت و طریقت کے شناور انوار الہی کا مخزن و منبع اور مکمل علوم پر دسترس رکھتے تھے اسی وجہ سے اہل زمانہ نے آپ کو شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم و عمل کا سرچشمہ تسلیم کر لیا تھا۔

حالات

کسی شخص نے حضرت سرسقطی سے سوال کیا کہ کبھی مرید کا درجہ مرشد سے بھی بلند ہو جاتا ہے؟ فرمایا بے شک جس طرح جنید میرا مرید ہے، لیکن مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے۔ بچپن ہی سے آپ کو بلند مدارج حاصل ہوتے رہے ایک مرتبہ مکتب سے واپسی پر دیکھا کہ آپ کے والد برسرِ راہ رو رہے ہیں آپ نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے ماموں کو مالِ زکوٰۃ میں سے کچھ درہم بھیجے تھے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور آج مجھے یہ احساس ہو رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی ایسے مال کے حصول میں صرف کر دی جس کو اللہ جل شانہ کے دوست بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ حضرت جنید نے اپنے والد سے درہم لیے اپنے ماموں کے یہاں پہنچ کر آواز دی اور جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے؟ تو آپ نے عرض کیا کہ جنید آپ کے لئے زکوٰۃ کی رقم لے کر آیا ہے لیکن انہوں نے پھر انکار کر دیا جس پر حضرت جنید نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا اب آپ کو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں یا نہ لیں، کیونکہ میرے والد کے لئے جو حکم تھا حق دار کو زکوٰۃ پیش کرو وہ انہوں نے

پورا کر دیا یہ بات سن کر حضرت سرسقطی نے دروازہ کھول کر فرمایا کہ رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں چنانچہ اسی دن سے آپ ان کی خدمت میں رہنے لگے اور سات برس کی عمر میں انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ پہنچے وہاں چار صوفیائے کرام میں شکر کے مسئلہ پر بحث چھڑی ہوئی تھی اور جب سب شکر کی تعریف بیان کر چکے تو آپ کے ماموں نے آپ کو شکر کی تعریف بیان کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے کچھ دیر سر جھکائے رکھنے کے بعد فرمایا کہ شکر کی تعریف یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نعمت عطا کرے تو اس نعمت کی وجہ سے پھر منعم نافرمانی کبھی نہ کرے یہ سن کر سب لوگوں نے کہا کہ واقعی شکر اسی کا نام ہے۔ پھر آپ نے بغداد واپس آ کر آئینہ سازی کی دکان قائم کر لی اور ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نماز یومیہ اسی دکان میں ادا کرتے رہے اور کچھ عرصہ کے بعد دکان کو خیر باد کہہ کر حضرت سرسقطی کے مکان کے حجرے میں گوشہ نشین ہو گئے اور تیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ چالیس برس کے بعد یہ خیال ہو گیا کہ اب میں معراج نماں تک پہنچ گیا ہوں چنانچہ غیب سے ندا آئی کہ اے جنید اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ تیرے گلے میں زنا رڈال دی جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ جل شانہ مجھ سے کیا تصور سرزد ہوا ہے؟ جواب ملا کہ تیرا وجود ابھی تک باقی ہے یہ سن کر آپ نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا جو بندہ وصال کا اہل ثابت نہ ہو سکا اس کی تمام نیکیاں داخل معصیت ہو گئیں اسکے بعد آپ کو فتنہ پردازوں نے سخت سست بھی کہا اور خلیفہ سے بھی آپ کی شکایتیں کیں لیکن خلیفہ نے کہا کہ جب تک ان کی خلاف جرم ثابت نہ ہو جائے کہ ان کی وجہ سے لوگ فتنہ و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں سزا دینا صحیح نہیں پھر ایک مرتبہ خلیفہ نے بغرض امتحان ایک حسین و جمیل کنیز کو لباس و زیورات سے مرصع کر کے یہ ہدایت کر دی کہ ان کے سامنے پہنچ کر نقاب الٹ کر یہ کہنا کہ میں ایک امیر زادی ہوں اگر آپ میرے ساتھ ہم بستر ہو جائیں تو میں آپ کو دولت سے نواز دوں گی اور واقعہ کی نوعیت معلوم کرنے کے لئے اس کنیز کے ہمراہ ایک غلام بھیج دیا جب اس کنیز نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق آپ کے سامنے اظہار مدعا کیا تو آپ نے سر جھکا کر ایسی سرد آہ کھینچی کہ اس کنیز نے وہیں دم توڑ دیا اور جب غلام نے واپس آ کر خلیفہ سے واقعہ بیان کیا تو خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ خود

اس سے بہت محبت کرتا تھا اور اس نے کہا جو فعل میں نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ نہ کرنا چاہیے تھا جس کی وجہ سے مجھے یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا پھر آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ یہ بات آپ نے کیسے گوارا کی کہ ایسی محبوب ہستی کو دنیا سے رخصت کر دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کی حیثیت سے تمہارا فرض تو مؤمنین کے ساتھ مہربانی کرنا ہے لیکن مہربانی کے بجائے تم نے میری چالیس سالہ عبادت کو ملیا میٹ کرنا کیسے گوارا کر لیا؟

منقول ہے کہ جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہوتا گیا تو آپ نے وعظ و تبلیغ کو اپنا شیوہ بنا لیا اور ایک مجمع میں فرمایا کہ وعظ گوئی میں نے اپنے اختیار سے شروع نہیں کی بلکہ تمیں (۳۰) ابدالین کے بے حد اصرار پر یہ سلسلہ شروع کیا اور میں نے تقریباً دو سو (۲۰۰) بزرگوں کے جوتے سیدے کئے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میرا قلب کہیں کھو گیا اور جب میں نے مل جانے کی دعا کی تو حکم ہوا کہ ہم نے تمہارا قلب اسلئے لیا ہے کہ تم ہماری معیت میں رہو اور تم قلب کی واپسی دوسرے کی جانب راغب ہونے کے لئے چاہتے ہو۔

کسی نے آپ کے سامنے حضرت شبلی کا یہ قول نقل کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھ کو فردوس و جہنم کا اختیار دے دے تو میں جہنم کو اس لئے اختیار کروں کہ جنت تو میری پسندیدہ شے ہے اور جہنم اللہ جل شانہ کی لہذا دوست کی پسندیدہ شے کو نہ پسند کرنے والا دوست نہیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو بندہ ہونے کی حیثیت سے صاحب اختیار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اس لئے وہ مجھے جہاں بھی بھیج دے گا شکر بجالاؤں گا۔

کسی نے سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حضرت جنید کو بھی خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے کوئی فتویٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے حضرت جنید کی طرف اشارہ کر دیا اس نے کہا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نئی کو اپنی امت پر فخر ہے لیکن مجھے اپنی امت میں جنید پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔

ایک مرتبہ آپ آشوب چشم میں مبتلا ہوئے تو ایک آتش پرست طبیب نے آنکھوں پر پانی نہ لگنے کی ہدایت کی لیکن آپ نے فرمایا کہ وضو کرنا تو میرے لئے ضروری

ہے اور طبیب کے جانے کے بعد وضو کر کے نماز عشاء ادا فرما کر سو گئے اور صبح بیدار ہوئے تو درد چشم ختم ہو چکا تھا اور یہ ندا آئی کہ چونکہ تم نے ہماری عبادت کی وجہ سے آنکھوں کی پرواہ نہیں کی اس لئے ہم نے تمہاری تکلیف ختم کر دی اور طبیب نے جب سوال کیا کہ ایک ہی شب میں آپ کی آنکھیں کس طرح اچھی ہو گئیں تو فرمایا کہ وضو کرنے سے یہ سن کر اس نے کہا کہ درحقیقت میں مریض تھا اور آپ طبیب یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا۔

آپ کی ملاقات مسجد کے دروازے پر ایک معمر شخص کی صورت میں ابلیس سے ہو گئی تو آپ نے سوال کیا کہ آدم کو سجدہ نہ کرنے کی کیا وجہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا کب روا ہے اس جواب سے آپ حیرت زدہ ہوئے تو غیبی آواز آئی کہ اس سے کہہ دو کہ تو کاذب ہے کیونکہ بندے کو مالک کے حکم سے انحراف کی اجازت نہیں چنانچہ ابلیس آپ کے غیبی الہام کو بھانپ کر فوراً رنو چکر ہو گیا۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ موجودہ دور میں دینی بھائیوں کی قلت ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے خیال میں دینی بھائی صرف وہ ہیں جو تمہاری مشکلات کو حل کر سکیں تب تو یقیناً وہ نایاب ہیں اور اگر تم حقیقی دینی بھائیوں کا فقدان تصور کرتے ہو تو تم کاذب ہو اس لئے کہ برادر دینی کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ جن کی دشواریوں کا حل تمہارے پاس ہو اور ان کے تمام امور میں تمہاری اعانت شامل ہو اور ایسے برادر دینی کا فقدان نہیں۔

ابن شریح سے لوگوں نے سوال کیا کہ جنید بغدادی کا کلام ان کے علم کے مطابق ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو میں نہیں جانتا البتہ ان کی گفتگو ایسی ضرور ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کی زبان سے کلام کر رہا ہو اور میرے قول کی یہ دلیل ہے کہ جب جنیدؒ کو حید کو بیان کرتے ہیں تو ایسا جدید مضمون ہوتا ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ آپ کا وعظ میری فہم سے بالاتر ہے آپ نے فرمایا کہ ستر برس کی عبادت قدموں کے نیچے رکھ کر سرنگوں ہو جا اس کے بعد اگر تیری سمجھ میں نہ آئے تو یقیناً میرا قصور ہوگا ایک مرتبہ کسی نے دوران وعظ آپ کی تعریف کر دی تو فرمایا کہ حقیقت میں اللہ جل شانہ کی تعریف کر رہا ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ قلب کو مسرت کس وقت حاصل ہوتی ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ جل شانہ قلب میں ہوتا ہے۔

کسی نے پانچ سو دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے تو پوچھا کہ تمہارے پاس اور رقم بھی ہے اس نے جب اثبات میں جواب دیا تو پوچھا کہ مزید مال کی بھی حاجت ہے اس نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ پانچ سو دینار واپس لے جا، کیونکہ تو اس کے لئے مجھ سے زیادہ حاجت مند ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن مجھے حاجت نہیں اور تیرے پاس مزید رقم موجود ہے پھر بھی تو محتاج ہے۔

اخلاص

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص کی تعلیم میں نے حجام سے حاصل کی ہے اور واقعہ اس طرح پیش آیا کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ایک حجام کسی دولت مند کی حجامت بنا رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ جل شانہ کے لئے میری حجامت بنا دے اس نے فوراً اس دولت مند کی حجامت چھوڑ کر میرے بال کاٹنے شروع کر دیئے اور حجامت بنانے کے بعد ایک کاغذ کی پڑیا میرے ہاتھ میں دے دی جس میں کچھ ریز گاری لپٹی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اپنے خرچ میں لائیں وہ پڑیا لے کر میں نے نیت کر لی کہ اب پہلے مجھے جو کچھ بھی دستیاب ہوگا وہ حجام کی نذر کروں گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے بصرہ میں اشرفیوں سے لبریز تھیلی مجھ کو پیش کی وہ لے کر جب میں حجام کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ میں نے تو تمہاری خدمت صرف اللہ جل شانہ کے لئے کی تھی اور تم بے حیا بن کر مجھے تھیلی پیش کرنے آئے ہو کیا تمہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ جل شانہ کے واسطے کام کرنے والا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا۔

ایک مرتبہ حضرت سہل نے آپ کو تحریر کیا کہ خواب غفلت سے بچو کیونکہ سونے والا اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا جیسا کہ باری تعالیٰ جل شانہ نے سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی آگاہ فرمایا کہ جو ہماری محبت کا دعویٰ کر رہا ہو کرات میں سوتا ہے وہ کاذب ہے آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ اللہ جل شانہ کی راہ میں بیدار رہنا ہمارا ذاتی فعل ہے لیکن ہمارے سونے کا تعلق اللہ جل شانہ کے فعل سے ہے جو ہمارے فعل سے بدرجہا بہتر ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ”النوم موهبة من الله على المحبين“ یعنی نیند ایک بخشش ہے اللہ جل شانہ کی جانب سے اپنے دوستوں پر۔

مستجاب الدعوات

کسی عورت نے اپنے گمشدہ لڑکے کے مل جانے کی دعا کے لئے آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ صبر سے کام لو یہ سن کر وہ چلی گئی اور کچھ روز صبر کرنے کے بعد پھر خدمت میں حاضر ہوئی لیکن پھر آپ نے صبر کی تلقین فرمائی وہ عورت پھر واپس چلی گئی اور جب طاقت صبر بالکل نہ رہی تو پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب تاب صبر بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا قول صحیح ہے تو جا تیرا بیٹا تجھے مل گیا چنانچہ جب وہ گھر پہنچی تو بیٹا موجود تھا۔

ایک مرید بصرے میں گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے تھا اور اسی دوران اس کو اپنے کسی گناہ کا خیال آ گیا جس کی وجہ سے تین یوم تک اس کا چہرہ سیاہ رہا اور تین یوم کے بعد جب وہ سیاہی دور ہو گئی تو حضرت جنید کا کتب پہنچا کہ بارہ الہی میں مود بانہ قدم رکھنا چاہیے کیونکہ تیرے چہرے کی سیاہی دھونے میں مجھے تین یوم تک دھوبی کا کام کرنا پڑا ہے۔ ایک مرید سے مودب ہونے کی وجہ سے آپ کو بہت انس تھا جس کی وجہ سے دوسرے مریدین کو رشک پیدا ہو گیا چنانچہ آپ نے چند مریدین کو ایک مرغ اور ایک چاقو دے کر یہ حکم دیا کہ ان کو ایسی جگہ جا کر ذبح کرو کہ کوئی نہ دیکھ سکے کچھ وقفہ کے بعد تمام مریدین تو ذبح شدہ مرغ لیے حاضر ہوئے لیکن وہ مرید زندہ مرغ لئے ہوئے آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی جگہ ایسی نہیں ملی جہاں اللہ جل شانہ موجود نہ ہو یہ کیفیت دیکھ کر تمام مریدین اپنے رشک سے تائب ہو گئے۔

وصال صد ملال: آپ کی وفات روز شنبہ دوسو ستانوے (۲۹۷) ہجری کو ہوئی۔

دم مرگ میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھ کو وضو کروادو چنانچہ دوران وضو انگلیوں میں خلل کرنا بھول گئے تو آپ کی یاد دہانی پر خلل کر دیا گیا اس کے بعد آپ نے سجدے میں گر کر یہ وزاری شروع کر دی اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ اس قدر عابد ہو کر روتے کیوں ہیں؟ فرمایا کہ اس وقت سے زیادہ میں کبھی محتاج نہیں ہوا پھر تلاوت قرآن میں مشغول ہو کر فرمایا کہ اس وقت قرآن سے زیادہ میرا کوئی مولس و ہدم نہیں اور

اس وقت میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو اس طرح ہوا میں معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز و تند ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے یہ علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور میں عادل قاضی پر نظریں لگائے ہوئے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم دیا جائے اس طرح آپ نے سورۃ بقرہ کی ستر آیات تلاوت فرمائیں اور عالم سکرات میں جب لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اللہ کیجئے تو فرمایا کہ میں اس طرف سے غافل نہیں ہوں پھر انگلیوں پر وظیفہ خوانی شروع کر دی اور جب داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر پہنچے تو انگلی اوپر اٹھا کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور آنکھیں بند کرتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور غسل دیتے وقت جب لوگوں نے آنکھ میں پانی پہنچانا چاہا تو غیب سے آواز آئی کہ ہمارے محبوب کی آنکھوں سے پانی دور رکھو کیونکہ اس کی آنکھیں ہمارے ذکر کی لذت میں بند ہیں۔

مزار پر انوار: آپ کا مزار پر انوار بغداد شریف (عراق) میں ہے۔

خلفائے کرام: سلسلہ عالیہ قادر یہ جنید یہ میں آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ ابو بکر شبلی بہت مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

سید	الطائفہ	ولی	زماں!
یعنی	حضرت	جنید	عالیشان
رفت	چوں	جہاں	جنان!
نامور	گشت	سال	آں

۵۲۹۷

حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۳۳۲ ہجری)

اسم گرامی

آپ کا نام نامی جعفر کُنیت ابو بکر ہے۔

بیعت

آپ نے سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی کے دست حق پرست پر بیعت

فرمائی۔

تعارف

آپ کا تعلق موضع شبلیہ یا شبیلہ سے ہے آپ مذہب مالکی کے پیرو تھے۔

راہ تصوف

حضرت شیخ ابو بکر شبلی ابتداء میں خلیفہ بغداد کی طرف سے امیر نہادند تھے جب آپ کو اس راہ (تصوف) کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے امارت کو خیر باد کہا اور خیر النساخ (جو اس وقت کے کبار مشائخ سے تھے) کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے خیرا لِنَسَاخ نے ان کو جنید کے پاس بھیجا صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ بھیجنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ شبلی کی تربیت سے عاجز تھے بلکہ انہوں نے حضرت جنید کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھا آپ حضرت جنید کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ لوگوں نے گوہر کا نشان آپ کے پاس دیا ہے آپ یا تو مجھے بخشیں یا فروخت کریں حضرت جنید نے فرمایا اگر میں فروخت کرتا ہوں تو تو خرید نہ سکے گا کیونکہ تیرے پاس اس قدر پونجی نہیں ہے اور اگر بخش دوں تو تو مفت سمجھ کر اس کی قدر نہ کرے گا اور ضائع کر دے گا لیکن ہاں مردوں کی طرح سر سے قدم بنا اور اپنے آپ کو اس دریا میں ڈال تا کہ صبر و انتظار کے بعد وہ گوہر تیرے ہاتھ آوے چنانچہ

آپ نے ایسا ہی کیا پس ایک مدت تک غلبہ عشق سے بالکل دیوانہ و از خود رفتہ رہے زنجیروں سے باندھے گئے اور پھر آپ کو شفا خانہ میں لے جا کر ایک مدت تک ایک کوٹھڑی میں بند رکھا گیا ایک بار لڑکوں نے آپ کو پتھر مارے آپ کا پاؤں زخمی ہو گیا جو خون کا قطرہ زمین پر ٹپکتا تھا اس میں نقش اللہ جل شانہ نمودار ہو جاتا تھا آپ سے حضرت جنید نے سات سال مجاہدہ کرایا اور فرمایا کہ اس کے ان مظالم کا جو زمانہ حکومت میں ان سے صادر ہو چکے ہیں بخشش ہو پھر سات سال طہارت خانہ کی خدمت آپ سے لی چودہ سال بعد طریقت میں داخل کیا اور ریاضت کا حکم دیا۔

مجاہدات

آپ صاحب اشارات لطیفہ تھے چنانچہ متاخرین میں سے ایک صاحب کا قول ہے کہ "ثلاثه من عجائب الدنيا اشارات الشبلی و نکات المرتعش و حکایات الجعفر" یعنی تین چیزیں دنیا کے عجائبات میں سے ہیں شبلی کے اشارات مرتعش کے نکات، جعفر کی حکایات۔ آپ اہل تصوف کے امام اپنے وقت کے یکتا اور حال و علم میں بے ہمتا تھے جو جو مشائخ آپ کے زمانے میں تھے آپ نے بالعموم ان کو دیکھا اور ان کی صحبت میں رہے آپ نے علوم طریقت بدرجہ کمال حاصل کئے اور احادیث میں بدرجہ غایت دسترس حاصل کی آپ نے فرمایا کہ میں تیس برس تک علم حدیث اور فقہ حاصل کرتا رہا منقول ہے کہ آپ نے جہاں اور عوام الناس سے بہت تکلیفیں اٹھائیں حضرت شیخ فرمایا کرتے کہ ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج حضرت شبلی ہے۔

مرتبہ

محمد بن عمر کا قول ہے کہ میں احمد بن موسیٰ کے پاس تھا اتنے میں حضرت شبلی آئے احمد بن موسیٰ کھڑے ہو کر حضرت شبلی سے بغلگیر ہوئے حضرت شبلی کے دونوں ابروؤں میں بوسہ دیا میں نے کہا کہ میرے سردار! لوگ تو حضرت شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ ان سے یہ معاملہ کرتے ہیں کہنے لگے کہ میں نے ان سے وہ معاملہ کیا جو سیدنا حضور نبی

کریم ﷺ کو کرتے دیکھا پھر فرمایا کہ میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں حضرت شبلی "آئے آپ ﷺ کھڑے ہو کر بغلگیر ہوئے اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا آپ ﷺ حضرت شبلی سے یہ معاملہ کیسے فرما رہے ہیں فرمایا وہ ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے "لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين روف رحيم فان تولو فقل حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت و هو رب العرش العظيم" اس کے بعد آپ ﷺ پر رو د پڑھتا ہے۔

وصال صد ملال

آپ کی وفات حسرت آیات شب جمعہ ستائیس (۲۷) ذی الحجہ تین سو چونتیس (۳۳۴) ہجری میں ہوئی۔

مزار پر انوار

آپ کا مزار مبارک بغداد (عراق) میں ہے جس پر "جعفر ابن یونس" تحریر ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی بہت مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شیخ دین شبلی است پیر بے نظیر

یافت چوں از دہر در جنت مقام

سید دوراں ست سال وصل او

۳۳۵

ہم "محبت اصفیا ہادی امام"

۵۳۳۲

ہر روز

حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۳۳۵ ھجری)

اسم گرامی

آپ کا اسم شریف عبدالواحد، کنیت ابوالفضل ہے۔ آپ حضرت شیخ عبدالعزیز تمیمی کے فرزند دلبند اور حنفی المذہب تھے۔

بیعت

آپ اپنے والد گرامی کے مرید و خلیفہ تھے ان کی رحلت کے بعد ان کے پیرومرشد حضرت شیخ ابوبکر شبلی کی طرف رجوع کیا اور ان سے بیعت فرمائی۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور خلق کثیر کو ہدایت طاہری و باطنی کو پہنچایا۔ آپ "خادم شریعت" سالک طریقت، واقف حقیقت اور اہل سنت والجماعت کے امام تھے۔

وصال صدملال

آپ کی وفات جمادی الاخر چار سو پچیس (۲۲۵) ھجری کو ہوئی۔

مزار پرانوار

آپ کا مزار شریف شہر بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل کے مقبرہ میں ہے۔

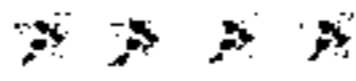
خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفاء کرام میں سیدنا حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کا نام بہت مشہور ہے۔

قطعه تاریخ وصال

جناب عبد واحد شیخ اکبر
 بر اوج شرع عزا مہر انور
 بہ شکل ماہ چوں اندر جناں شد
 بوصلش ”نور حقانی“ عیاں شد

۵۴۲۵ھ



حضرت شیخ ابوالفراح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۴۷ھ ہجری)

بیعت

آپ نے حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

تعارف

آپ کا اصل وطن طرطوس ہے آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عبداللہ طرطوسی تھا آپ قدوۃ اولیائے زمان اور صاحب مقامات بلند و کرامت ارجمند تھے صبر و توکل میں محکم قدم رکھتے تھے اور تجرید و تضرید میں یگانہ وقت تھے۔

وصال صد ملال

آپ تین (۳) شعبان چار سو سینتالیس (۴۴۷ھ) کو اس جہان فانی سے جہان باقی کی طرف کوچ فرما گئے۔

مزار پر انوار

حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کا مزار مبارک طرطوس میں ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری بہت مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

حضرت	ابوالفرح	طرطوسی	ولی
شیخ	والامرشید	و	جواں
شد	چو	بفردوس	بریں
بود	”پیر“	سالش	عیان

۴۴۷ھ

حضرت شیخ ابوالحسن ہزنکاری رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۴۸۶ھ ہجری)

اسم گرامی

آپ کا نام نامی علی بن محمد بن یوسف بن جعفر القریشی الہزنکاری ہے۔

تعارف

آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب شیخ الاسلام تھا آپ قوم قریش سے تھے اور ہزنکار کے رہنے والے تھے۔

بیعت

آپ نے حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

مجاہدات

آپ بڑے صاحب کرامت و خوارق عادات اور صائم الدبر اور قائم الیل تھے منقول ہے کہ آپ نماز عشاء اور تہجد کے درمیان دو قرآن ختم کرتے تھے۔

وصال صد ملال

آپ کی وفات حسرت آیات ماہ محرم چار سو چھیاسی (۴۸۶) ہجری میں ہوئی۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ ابوسعید مبارک لکھنوی کا نام بہت مشہور ہے۔

قطعہ تاریخ وصال

بوالحسن آں رہبر دین رسول ﷺ

چوں ز دنیا گشت راہی در جنان

سال وصل آں شبہ والا مکان

آفتاب آمد گر تاج عطا

۴۸۶ھ

۴۸۶ھ

حضرت شیخ ابوسعید مبارک المحزومی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۵۱۳ھ ہجری)

اسم گرامی

آپ کا نام نامی مبارک بن علی بن حسین المحزومی ہے۔

تعارف

آپ سلطان الاولیاء برہان الاتقیاء، قدوة عارفان، قبلہ گاہ سالکان، پیر طریقت، واقف اسرار حقیقت، جامع علوم ظاہری و باطنی اور سیدنا حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحبت رکھتے تھے۔ آپ حنبلی المذہب تھے۔

بیعت

آپ نے حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی۔

مرتبہ

سیدنا حضرت غوث الاعظم سے منقول ہے کہ ابتدائے حال میں حق تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ جب تک نہ کھلائیں نہ کھاؤں گا اور نہ پلائیں نہ پیوں گا جب چالیس دن گزر گئے ایک شخص آیا اپنے ساتھ کچھ طعام لایا میرے سامنے رکھ کر چھوڑ دیا قریب تھا کہ شدت گرسنگی سے نفس طعام کھانا شروع کر دے میں نے کہا واللہ جو عہد حق تعالیٰ جل شانہ سے کر چکا ہوں اس سے نہ پھروں گا نا گاہ باطن سے آواز آئی جیسے کوئی بلند آواز سے کہہ رہا ہو الجوع الجوع۔ حضرت شیخ ابوسعید کا مجھ پر گزر ہوا انہوں نے وہ آواز سنی پوچھا عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ نفس کا اضطراب ہے لیکن روح برقرار ہے حق تعالیٰ جل شانہ کے مشاہدہ میں۔ انہوں نے کہا کہ میرے گھر آؤ میں نے کہا کہ باہر نہ جاؤں گا اتنے میں ابوالعباس سیدنا حضرت خضر علیہ السلام آئے اور کہا اٹھو اور حضرت شیخ ابوسعید کے پاس جاؤ میں گیا

دیکھا کہ آپؐ میرے انتظار میں کھڑے ہیں انہوں نے کہا اے عبدالقادرؒ میں نے آپؐ سے جو کہا کیا وہ کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا پس مجھے آپؐ گھر لے گئے اور طعام مہیا تھا ایک ایک لقمہ میرے منہ میں ڈالتے رہے یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا بعد ان کی صحبت لازمی طور پر اختیار کی۔

مدرسہ باب الدرج جو سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کی طرف منسوب ہے آپؐ ہی نے تعمیر فرمائی اپنی حیات ہی میں سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کے حوالہ کی۔

وصال صد ملال

آپؐ کی وفات ماہ محرم پانچ سو تیرہ (۵۱۳) ہجری میں ہوئی۔

مزار پر انوار

آپؐ کا مزار اقدس بغداد شریف (عراق) میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپؐ کے خلفاء کرام میں سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ دستگیر بہت مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ

بوسعید آل اسعد دورِ زمن !

جلوہ گر شد درجناں چو ماہِ عید

شمس حق گو باز قطبِ عارقال

۵۱۳ھ

۵۰۸ھ

سال و صلش طرفہ بے گفت و شنید

محبوب سبحانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۵۶۱ھ ہجری)

انا الحسنی و المنجدع مقامی و اقدمی علی عنق الرجال
(میں سید حسنی ہوں اور میرا مقام عالم باطن "منجدع" ہے اور میرا قدم مردان خدا کی گردنوں پر ہے)
ومن فی رجال اللہ نال مکانتی و جدی رسول اللہ جی الاصل ربانی
(اور میری والدہ جناب زہرا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے والد تمام خلق کے
رسول ہیں اور ان کی وجہ سے میری شان عزیز ہے)۔

اسم گرامی

آپ کا نام نامی عبدالقادر کنیت ابو محمد لقب محی الدین محبوب سبحانی اور غوث
الثقلین ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت یکم رمضان المبارک چار سو ستر (۴۷۰) ہجری اور ایک قول کے
مطابق چار سو اکہتر (۴۷۱) ہجری ہے آپ سید السادات و حسنی الحسنی ہیں آپ کی پدری
نسبت سیدنا حضرت امام حسنؑ اور مادری نسبت سید الشہداء حضرت امام حسینؑ سے ملتی ہے۔

جائے ولادت

آپ کی ولادت "نیق" میں ہوئی۔ نیق بلاد جیلان میں ایک قصبہ کا نام
ہے جو طبرستان سے قریب ایک چھوٹے سے حصہ جو چند شہروں اور بستیوں پر مشتمل
ہے اس کو عربی میں جیل اور بکاف فارسی میں گیل کہتے ہیں اس نسبت سے آپ کو
جیلانی یا گیلانی کہتے ہیں۔

بیعت

آپؐ نے حضرت شیخ ابوسعید مبارک لہجزویؓ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔

تعارف:

آپؐ کو محی الدین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرتؓ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن بعض سیاحت سے بغداد آ رہا تھا اچانک ایک نحیف البدن بیمار پر گزر ہوا اس نے مجھے السلام علیک یا عبدالقادر کہا میں نے جواب دیا اور نزدیک گیا مجھ سے اس نے کہا مجھے بٹھادو میں نے اسے بٹھایا اس کا بدن تازہ ہو گیا صورت اچھی ہوئی اور رنگ صاف ہوا میں نے اس سے حال دریافت کیا اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے نہیں پہچانتے میں نے کہا نہیں اس نے کہا میں آپؐ کے دادا کا دین ہوں ضعیف تھا جسے آپؐ نے دیکھا خداوند تعالیٰ جل شانہ نے آپؐ کے ہاتھوں مجھے زندہ کیا ”انت محی الدین“ اسے چھوڑ کر میں جامع مسجد گیا ایک شخص نے میرے سامنے جوتیاں رکھیں اور کہا شیخ محی الدین جب میں نے نماز ادا کی دیکھا کہ ہر طرف سے خلقت نے ہجوم کیا اور میرے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے یا محی الدین۔ آسمان میں آپؐ کا لقب باز الشہب ہے جیسے کہ آپؐ فرماتے ہیں

انا البازی اشہب کل شیخ و من ذافی الرجال اعطو مثالی

آپؐ کو غوث الثقلین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپؐ کا تصرف جن وانس پر ہے چنانچہ آپؐ کی مجلس میں لوگ اسلام لاتے تائب ہوتے فائدہ حاصل کرتے اسی طرح جنات بھی صرف در صف حاضر مجلس ہوتے اور اسلام لاتے اور فائدہ حاصل کرتے۔ آپؐ فرماتے ہیں انسانوں کے مشائخ ہیں اور جنات کے مشائخ اور ملائکہ کے الگ مشائخ ہیں اور میں سب کا شیخ ہوں جاننا چاہیے کہ آپؐ کی روحانی تربیت بلا واسطہ سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ حنفی مذہب تھے اور فتویٰ امام شافعیؒ اور امام احمد بن

حنبل کے مذہب پر دیتے تھے۔

آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب میرے فرزند عبدالقادر پیدا ہوئے ہرگز رمضان کے دن میں دودھ نہ پیتے ایک مرتبہ ابر کی وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آیا لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا آج میرے فرزند نے دودھ نہیں پیا ہے آخر معلوم ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا۔

مجاہدات و ریاضات

آپ فرماتے ہیں کہ اوائل شباب میں جب نیند کا غلبہ ہو جاتا تو میں آواز سنتا کہ اے عبدالقادر تجھ کو نیند کے لئے پیدا نہیں کیا آپ نے اپنی عمر کے تینتیس سال پڑھانے اور فتویٰ دینے چالیس سال مخلوق خدا کو سیدھا راستہ دکھانے اور نصیحت میں صرف کئے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نمازیں ادا کیں پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک قرآن ختم کیا تین دن تک ایسا بہت سا زمانہ گزرا کہ کھانے پینے اور سونے سے علیحدہ رہے اور گیارہ سال تک برج بغداد کے اندر عبادت الہی میں مشغول رہے اس طویل اقامت کی وجہ سے لوگ اسے برج عجمی بھی کہتے ہیں۔

تبلیغ دین

آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لئے آپ کی نصیحتیں قلم بند کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں سیدنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا جنہوں نے مجھے کلام کرنے کا حکم دیا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن پٹکایا اور مجھ پر ابواب سخن کھول دیئے بعض اوقات آپ کی نصیحت سننے والوں کی تعداد ستر ہزار تک ہو جاتی تھی یہودی و عیسائی وغیرہ جو آپ کے دست مبارک پر اسلام لائے تھے اور قزاق، لٹیرے، ڈاکو بدعتی فسادی مذہب و

اعتقاد کے کچے جو آپ کے سامنے اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کر چکے تھے وہ سب آپ کی مجلس میں حاضر رہا کرتے پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و عیسائی اور ایک لاکھ سے زیادہ دوسرے مشرب و گروہ کے لوگ آپ کے دست مبارک پر توبہ کر کے بد کرداریوں سے باز آئے اس کے علاوہ عام مخلوق کی تعداد بے حساب ہے۔

فیضان

آپ سے طریقت کا جو سلسلہ آگے چلا وہ آپ ہی کے نام پر سلسلہ قادریہ سے موسوم ہوا آپ کی بزرگی اور علمی فضیلت و شخصی کمال کے اعتراف کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوگی کہ طریقت کے تمام سلسلوں میں آپ کا فیض جاری ہے اور بلا استثناء طریقت کے تمام سلسلے کے بزرگوں نے آپ کو اولیاء کبار کی فہرست میں سب سے افضل تسلیم کیا ہے۔

اعلیٰ مرتبہ

آپ نے ایک دن اثناء وعظ میں فرمایا ”قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ (یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے) حضرت شیخ علی بن الہیسی جو کبار مشائخ سے ہیں آگے ہوئے اور آپ کا قدم پکڑا اور گردن پر رکھا اور زبردامن ہوئے اور تمام اولیاء نے اپنی گردنیں پست کر کے پیش کیں شیخ ابوسعید قیلوی سے منقول ہے کہ جب

ارباب علم و بصیرت سے مخفی نہیں کہ حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ محی الدین ابی محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے فضائل و کمالات حسب و نسب تصرفات و کرامت مشہور و متواتر ہیں آپ کا ارشاد گرامی ”میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے“ آپ کے معاصرین سے لے کر ہر زمانہ کے مشائخ عظام اور ان کے متوسلین علماء کرام و عوام اہل اسلام کے نزدیک ایک مسلم حقیقت ہے اور ان تک کسی سلسلہ کے بزرگان دین سے اس کا انکار ثابت نہیں۔ جیسا کہ ختم المفسرین حضرت السید علامہ محمود آلوسی بغدادی مصنف ”روح المعانی“ نے اپنی کتاب ”فتح المبین“ میں تفصیل فرمائی ہے آپ کی سیرت پر مستند کتاب ”بہجت الاسرار“ میں سند متصل کے ساتھ ان مشائخ کرام کے اقوال منقول ہیں جنہوں نے اس ارشاد گرامی سے

آپؐ نے یہ کلمہ فرمایا اس وقت اللہ جل شانہ نے آپؐ کے دل پر تجلی کی اور سیدنا حضور نبی کریم ﷺ نے ہاتھ پر اور ملائکہ مقربین کی ایک جماعت نے اولیاء متقدمین و متاخرین جو حاضر تھے احواء نے اپنے اجسام اور اموات نے ارواح سے آپؐ کو خلعت پہنائی اور ملائکہ اور رجال الغیب نے آپؐ کی مجلس کو گھیر لیا اور صف در صف ہو میں استادہ تھے روئے زمین پر تمام اولیاء نے اپنی گردنیں پست کر دیں کہتے ہیں عجم میں سے ایک شخص نے تو اضع نہ کی اس کا حال سلب ہو اس عصر کا کوئی ولی اس مقام کو نہ پہنچا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم.

تصرف

حضرت علامہ عبد الرحمن جامیؒ ”تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ابو المعال نامی درویش آپؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے مجلس کے دوران ان کو پاخانہ کی حاجت ہوئی جس نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتے تھے یہ بالکل بے طاقت ہو گئے انہوں نے شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا حضرت غوث الاعظمؒ منبر سے ایک زینہ نیچے اتر آئے اس وقت پہلے زینہ پر آدمی کے سر کی طرح ایک سر ظاہر ہوا جب دوسری سیڑھی پر حضرت اترے تو اس سر کے دوسرے اعضاء کندھا اور سینہ ظاہر ہوئے اس طرح

پہلے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ آپؐ بحکم الہی یہ ارشاد فرمائیں گے اس کے علاوہ مجلس میں حاضر مشائخ اور دیگر بہت سے معاصرین اولیائے کرام کے اقوال بھی درج ہیں جنہوں نے اپنے مقام پر کشف والہام کے ذریعے اس ارشاد گرامی سے مطلع ہو کر گردنیں جھکا دیں کتاب مذکور کے مصنف امام نور الدین ابو الحسن بکلی بن یوسف (متوفی ۷۱۳ھ) جامعہ ازہر کے شیخ القراء تھے مشہور محدث اور نقاد مسورخ امام ذہبی جو مصنف کے ہم عصر تھے اور اسی طرح محدث مشہور امام جزریؒ اور امام جلال الدین سیوطیؒ امام عبد اللہ یافعیؒ اور شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ سب نے مصنف کے علمی فضل و کمال کی تعریف کی ہے جیسا کہ ”الدولۃ المملکیۃ“ مصنفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی میں بہ تفصیل مذکور ہے اس کتاب کے علاوہ ہر دور کے علماء و مشائخ کی بے شمار تصانیف میں حضرتؐ کی اس ارشاد گرامی کے متعلق تفصیل موجود ہے)

حضرت زینہ بے زینہ اترتے تھے اور شکل انسانی مکمل ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ وہ حضرت کی شکل میں متشکل ہو گئی اور آواز بھی بالکل حضرت جیسی اس شکل سے آتی تھی کلام بھی بالکل حضرت کے کلام کی طرح تھا اس شکل کو سوائے اس حاجت مند کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا اس وقت حضرت اس شخص کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین اس شخص کے سر پر ڈال دی آستین کا پڑنا تھا کہ ابوالمعال نے اپنے کو ایک لقمہ ووق میدان میں پایا جہاں ایک نہر جاری تھی اور نہر کے کنارے ایک گھنا درخت تھا ابوالمعال نے اپنی چابیوں کا گچھا اس درخت کی شاخ سے لٹکا دیا اور قضاے حاجت میں مشغول ہو گئے فراغت کے بعد نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی سلام پھیرنے کے بعد حضرت سیدنا غوث الاعظم نے وہ آستین اس کے سر سے اٹھائی تو انہوں نے اپنے آپ کو پھر اسی مجلس میں موجود پایا ابوالمعال کے اعضائے وضو ابھی تک پانی سے تر تھے اور پاخانہ کی حاجت رفع ہو چکی تھی اور حضرت اسی طرح منبر پر وعظ میں مصروف تھے گویا نیچے تشریف ہی نہیں لائے تھے ابوالمعال بھی خاموش بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا لیکن جب کنجیوں کا گچھا اپنے پاس موجود نہ پایا تو سخت پریشان ہوئے۔

ایک مدت دراز کے بعد ابوالمعال کو سفر کرنے کا اتفاق ہوا بغداد شریف سے چودہ دن کا راستہ تھا اثنائے سفر ایک میدان سے گزرے جہاں نہر جاری تھی ابوالمعال وضو کرنے کے لئے نہر پر گئے تو یہ وہی نہر تھی جہاں قضاے حاجت کے بعد اس روز وضو کیا تھا وہاں انہوں نے اس درخت کو بھی پہچان لیا ان کی کنجیوں کا گچھا اسی طرح درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا تھا ابوالمعال کہتے ہیں کہ جب میں بغداد شریف واپس آیا تو حضرت سیدنا غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ بیان کیا شیخ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اے ابوالمعال جب تک ہم زندہ ہیں یہ بات کسی سے نہ کہنا۔

سیدنا حضرت غوث الاعظم کی عجیب و غریب کرامات و تجلیات جو خرق عادات کے طور پر اکثر ظاہر ہوا کرتی تھیں بے شمار ہیں جن کیلئے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں لیکن کرامت کے نہ ماننے والوں کے لئے یہاں یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کرامت

حضرت علامہ شطنوٹی محدثانہ اسانید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت

سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کی خدمت میں اپنا ایک لڑکا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اس بچے کو آپ سے قلبی لگاؤ ہے اس لئے میں اس کے حق سے دست بردار ہو کر اس کو اللہ کی اور پھر آپ کی سپردگی میں دیتی ہوں آپ نے اس کی عرض قبول کی اور اس بچے کو بزرگوں کے طریقے پر مجاہدات اور ریاضات کرنے کا حکم فرمایا کچھ دنوں بعد اس کی ماں اپنے بچے سے ملنے کے لئے آئی دیکھا کہ اس کا بچہ بہت لاغر اور زرد ہو گیا ہے اور دیکھا کہ جو کی روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے پھر جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے برتن میں پوری مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں جس کو آپ تناول فرما چکے ہیں اس نے کہا اے میرے سردار! آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں اس وقت آپ نے ان ہڈیوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا ”قومی باذن اللہ الذی یحی العظام وہی رمیم“ یعنی اس اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا آپ کے اس حکم پر فوراً وہ مرغی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور چلائی پھر آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اذا صار ابنک ہکذا فلیا کل مہمیا شاء“ یعنی جب تیرا بیٹا اس درجہ کو پہنچ جائے گا تو پھر جی چاہے کھائے گا۔

وصال صد ملال

سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ کی وفات ۹۱ برس کی عمر مبارک میں پانچ سوا کسٹھ (۵۶۱) ہجری کو ہوئی۔

مزار پر انوار

آپ کا مزار مبارک بغداد شریف (عراق) میں مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال گیارہ جمادی الثانی کو آپ کا عرس مبارک بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

صاحبزادگان

آپ کے دس فرزند تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت شیخ ابو عبد اللہ سیف الدین عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ: آپ بڑے صاحبزادے ہیں، والد گرامی کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ (وصال: ۲۵ شوال

(۱۱۹۳ھ = ۱۱۹۷ء)

- (۲) حضرت سید ابو عبد الرحمن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۲۷ صفر ۵۸۷ھ = ۱۱۹۱ء)
- (۳) حضرت سید ابو اسحاق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۲۵ ذوالقعد ۵۹۹ھ = ۱۱۹۶ء)
- (۴) حضرت سید ابو الفرح سراج الدین عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۱۹ ذی الحج

(۱۱۸۰ھ = ۱۱۸۰ء)

- (۵) حضرت سید ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۶ شوال

(۶۰۳ھ = ۱۲۰۷ء)

- (۶) حضرت سید ابو بکر شمس الدین عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۲۸ ربیع

الاول ۶۰۲ھ = ۱۲۰۵ء)

- (۷) حضرت سید ابو نصر ضیاء الدین موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (وصال: جمادی الآخر ۶۱۸ھ = ۱۱۲۱ء)

- (۸) حضرت سید عبد الرحمن شرف الدین عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۱۲ رمضان

(۵۷۳ھ = ۱۱۷۸ء)

- (۹) حضرت سید ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۲۵ ذوالقعد ۶۰۰ھ = ۱۲۰۳ء)

- (۱۰) حضرت سید ابو زکریا یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ (وصال: ۱۵ شعبان ۶۰۰ھ = ۱۲۰۳ء)

حضرت غوث بہاؤ الحق والدین ملتانی نے جناب غوث الاعظمؒ کی شان میں کیا

خوب عرض کیا ہے

گوئیم ز کمال تو چہ غوث الثقلینا
سر در قدامت جملہ نہادندو بگفتند
محبوب خدا، ابن حسن آل حسینا
تالہ لہ لقد آثرک اللہ علینا
لا مخلص الا بک باللہ لدینا
معا جزو حیران بما ندیم بگر داب

ماتشنہ چو ماہی ہمہ در دست فتادیم

امے ابر کرم بار تو بشتاب الینا



سیدنا حضرت شیخ کبیر الدین کبیر الاولیاء شاہ دولہ دریائی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ

(المتوفی ۴۰۳ھ ہجری)

حضرت شاہ دولہ کے بارے میں تاریخ نے بڑے مغالطے دیئے ہیں آپ کو دوہری شخصیت بنا دیا ایک دولہ دریائی گجراتی پنجاب کے شہر گجرات میں آسودہ خاک ہیں اور اسی نام سے مشہور ہیں لیکن ان کو شاہ سید امت نقشبندی کا مرید بتایا گیا ہے (کرامت نامہ چراغ قادری)

کتاب مقامات محمود مصنف نواب معشوق یار جنگ صفحہ ۲۶۸ پر درج ہے کہ ”آپ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے عم زاد تھے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ایک طویل عمر پائی گجرات میں بڑے پیر کے حکم سے آئے آپ کا ایک مزار احمد آباد گجرات میں بھی ہے اور ایک مزار شہر گجرات پنجاب میں ہے“ مقامات محمود صفحہ (۳۶۹) پر یہ بھی درج ہے کہ ”آپ بغداد سے تشریف لائے اور بڑے پیر صاحب غوث الاعظم کے مرید اور وضو کرانے والے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت شاہ دولہ نے وضو کراتے وقت جناب بڑے پیر سے پوچھا کہ اب حیات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرے ایک چلو پانی میں پانچ سو سال کی عمر ہے آپ نے لپک کر وہ پانی پی لیا اور تقریباً چھ سو سال عمر پائی“

اس روایت کی خامی یہ ہے کہ یہ تو حضرت سید منور علی الہ آبادی کا واقعہ ہے جو پیران پیر کے حقیقی بھانجے اور وضو کرانے کی خدمت پر مامور تھے اور آپ نے چھ سو سال سے زیادہ عمر پائی الہ آباد میں مزار ہے آپ کو عمر دراز بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

شاہ دولہ دریائی گجراتی کی شخصیت پر ہر مصنف نے اپنے زاویہ فکر کو اہمیت دی اور عجیب و غریب معجون مرکب تیار کر دی بلکہ شخصیت ہی بدل کر رکھ دی۔ کتاب خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے کا یہ حصہ دیکھئے۔

”چونت کے دو آبے میں گجرات کا پرانا قصبہ ہے اکبر کے عہد میں سیالکوٹ کے کچھ دیہات الگ کر کے یہ پرگنہ قائم کیا گیا تھا۔۔۔۔۔ جب زبدۃ الاولیاء شاہ دولہ نے یہاں بود و باش اختیار کر کے مسجدیں کنوئیں اور تالاب بنوائے بلکہ دریائے چناب پر جو گاہ

ہیں والدہ کا نام نعمت خاتون تھا جو سلطان سارنگ لگھڑ کی پوتی تھیں“

ان حوالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ تمام تفصیلات کسی اور شاہ دولہ کے بارے میں ہیں جو عہد اکبری میں پیدا ہوئے جہانگیر شاہ جہان اور پھر اورنگ زیب عالمگیر کے سترھویں سال جلوس میں وفات پائی نسباً پٹھان اور ماں کی طرف سے گوجر، طریقت میں سہروردی۔

مقامات محمود میں نواب معشوق یار جنگ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کو قادری نسب اویسی طریق پر حاصل ہوئی گجرات میں بڑے پیر کے حکم پر آئے آپکا ایک مزار احمد آباد گجرات (بھارت) میں ہے اور ایک شہر گجرات پنجاب (پاکستان) میں ہے اور اس کی ایسی ہی حقیقت ہے جیسے کہ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کا ایک مزار پانی پت میں ہے اور دوسرا کرنال میں یا جیسے کہ حضرت علی مرتضیٰ حیدر کرار کا ایک مزار مشہد (نجف) میں ہے اور دوسرا افغانستان میں ہے“

”احوال العارفین“ میں ہے کہ ”آپکو شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بہت زیادہ عقیدت تھی جس کی وجہ سے روحانی طور پر اویسی نسبت نصیب ہوئی اور سلسلہ قادریہ میں ذکر اذکار کی تلقین کا حکم ہوا اور یہی آپکے سلسلہ میں رائج ہے“

یہ وہ داستانیں ہیں جو تحقیق کے راستے کا پتھر ہیں لیکن بحر حال مختلف کتب کے حوالے سے جو مطالعہ کا نچوڑ حاصل ہوا وہ ریاض مفتی صاحب کے مضمون کی صورت سامنے آ رہا ہے لیکن اس میں بھی بعض مقامات پر ریاض مفتی صاحب کے قدم لڑکھڑا گئے جس پر وہیں گرفت بھی کر دی گئی یہ مضمون کالج میگزین میں شائع ہوا تھا وہ بتاتے ہیں۔

شاہ دولہ گجراتی (کاٹھیا واڑی) کا نام سید کبیر الدین کبیر الاولیاء ابن سید موسیٰ حنبلی بغدادی ہے جائے پیدائش بغداد اور سن پیدائش ۵۰۰ھ ہے ان کے والد سید موسیٰ پیر بغدادی شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی کے خاص دوست تھے شاہ دولہ کو بھی شیخ جیلانی سے ارادت تھی“ شیخ اپنی کتاب کرتبہ الوحدت میں لکھتے ہیں۔

میں نے بتاریخ انیسویں ماہ رجب ۱۲۵۲ھ بروز پنج شنبہ بعد نماز مغرب سید کبیر

البدین شاہ دولہ بن حضرت سید سعید موسیٰ حنبلی دوست عمومی حقیقی اپنے کو بیعت توبہ سے مشرف کر کے تعلیمات کیفیات باطن سے بہرہ مند کیا اور ترقی کیفیات باطن میں متوجہ کیا۔ اس واقعہ کی تصدیق شاہ دولہ نے اپنی تصنیف تحفۃ الارواح میں فرمائی میں بائیس سال کی عمر میں بتاریخ انتیس ماہ رجب ۵۲۱ھ بروز پنجشنبہ بعد نماز مغرب بیعت توبہ سے حضرت قطب ربانی غوث صمدانی شیخ محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کریم الطرفین الحسنی و الحسینی کے ہاتھ پر مشرف ہوا اور تعلیمات کیفیات باطن سے بہرہ مند ہو کر ترقی باطن کی طرف مصروف ہو گیا۔

اس کے بعد کرتبہ الوحدت میں اس طرح ہے نو ماہ ذی القعدہ ۵۲۸ھ بروز دوشنبہ بعد عصر محفل عام میں سامنے بٹھلا کر بیعت امامت و ارشاد سے مشرف کیا کلاہ جو اپنے شیخ حضرت ابوسعید مبارک بن علی مخزومی سے ملی تھی اور آپ تک سلسلہ بہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچی تھی اپنے ہاتھ سے شاہ دولہ کے سر پر اڑھائی اور عمامہ اپنے ہاتھ سے باندھ کر خرقہ پہنا دیا اور خطاب قطب الاسرار حبیب کے ساتھ سند خلافت دی۔

اس واقعہ کی تصدیق تحفۃ الارواح اسرار غوث اکبر من تصنیف سید کبیر الدین شاہ دولہ سے بھی ہوتی ہے اسی کتاب میں یہ بھی مذکور ہے شیخ نے سند خلافت کے ساتھ دو غلام عبدالغفور ابدال اور شاہ منور علی عطا فرمائے۔

”حقیقت گلزار صابری“ میں ہے کہ ”حضرت شاہ دولہ حسب الحکم سید عبدالقادر جیلانی بغداد میں حضرت سیف الدین عبدالوہاب صاحبزادہ کلاں کو صاحب سجادہ کر کے بلدہ گجرات تشریف لے آئے کہ واقع سرحد ولایت افاغنه میں ہے“

جناب ریاض مفتی صاحب نے یہاں لکھا ہے کہ الفاظ بلدہ گجرات سے دھوکہ ہوا اور مفتی احمد یار خان صاحب غلط فہمی کا شکار ہو گئے انہوں نے گجرات کو پنجاب کا گجرات سمجھ لیا اور شاہ دولہ گجراتی (پنجاب) کو کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی (بغدادی/ کاٹھیاواڑی) جانا اسی لیے انہیں غوث الاعظم کا خلیفہ اعظم کہا حالانکہ وہ صاحب تحفۃ الارواح تھے جو سیدنا غوث الاعظم کے

وصال کے بعد گجرات (کاٹھیاواڑ) جو ان دنوں پٹھانوں کی سرحد پر واقع تھا تشریف لے گئے۔ میں یہاں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر پنجاب کے تمام تذکرہ نویس اور سیرت نگار اس بات پر کیوں مصر ہیں کہ شاہ دولہ دریائی گجراتی کو کاٹھیاواڑی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور گجرات پنجاب میں واقع مزار پر سید کبیر الدین کبیر الاولیاء شاہ دولہ دریائی گجراتی کا نام لکھا ہونے کے باوصف انہیں کبھی لودھی پٹھان قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے تو کبھی لکھڑوں کو انکی ننھیال بتایا جاتا ہے اور کبھی شجرہ طریقت ہی بدل کر سہروردی قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

خود ریاض مفتی صاحب بھی یہاں پٹری سے اتر رہے ہیں کہ بلدہ گجرات پنجاب (پاکستان) نہیں بلکہ اس سے مراد گجرات کاٹھیاواڑ (بھارت) مراد ہے۔ نہایت سادہ سی بات ہے کہ بلوہ کا لفظ شہر کے معنوں میں مستعمل ہے نہ کہ صوبہ کیلئے؟ یقیناً یہ لفظ شہر کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تو بلدہ گجرات سے شہر گجرات مراد لیں گے یا بھارت کا صوبہ گجرات؟ پھر ریاض مفتی صاحب کی جغرافیہ کے بارے میں بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گجرات سرحد افاغنه پر واقع ہونا بتایا گیا جسے اٹھا کر آپ نے بھارتی صوبہ گجرات قرار دے دیا جو کہ تاریخ اور جغرافیائی دونوں حوالوں سے غلط ہے۔ بھارتی گجرات کے شمال میں راجپوتانہ، جنوب اور جنوب مغرب میں بحیرہ عرب، بحر ہند مغرب میں صوبہ سندھ رہا ہے۔ افاغنه کی سرحدیں پنجاب (پاکستان) سے ہمیشہ ملتی رہی ہیں۔ لہذا یہاں گجرات پنجاب ہی مراد لیا جائے گا۔ اور شاہ دولہ دریائی کو پنجاب بدر کرنا سخت تاریخی جھوٹ ہے۔

ایک بات اور وہ یہ کہ دولہ دریائی کا مزار احمد آباد گجرات (بھارت) میں بتایا جا رہا ہے جبکہ یہ بھی تاریخی طور پر غلط ہے کیونکہ شاہ دولہ دریائی نے ۶۰۳ھ میں وصال فرمایا جبکہ شہر احمد آباد کا اس وقت وجود بھی نہ تھا۔

”خلاصۃ التواریخ“ کے مطابق سلطان احمد بن سلطان محمد بن سلطان مظفر نے ۸۱۳ھ میں سریہ آرائے سلطنت گجرات ہو کر دریائے ساہرمتی کے کنارے مضبوط قلعہ تعمیر

کیا اور عمدہ عمارتوں سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی اور اس شہر کا نام احمد آباد رکھا۔
 گویا تعمیر شہر سے دو سو دس سال قبل ہی احمد آباد کو آپکا مسکن قرار دیا جانا زبردست
 تاریخی مغالطہ ہے ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ ابتداً جو تذکرے آپ کے بارے میں
 کرامت ناموں یا کسی اور حوالے سے لکھے گئے وہ آپ کی حیات ظاہری کے حیرت انگیز
 واقعات کا نثری یا منظوم مجموعہ نہیں۔ ان میں مشتاق رام کا کرامت نامہ آپ کی وفات کے
 پینتالیس سال بعد لکھا گیا ایک اور کرامت نامہ شرافت نوشاہی کا مملوکہ بتایا جاتا ہے جو ہو
 بہو مشتاق رام کے کرامت نامے کی نقل ہے تیسرا نسخہ خواجہ ثناء اللہ ساکن جلال پور جٹاں
 گجرات کی تالیف ہے سرورق پر سال تصنیف ۱۲۷۹ھ دیا ہوا ہے۔ یہ کرامت نامہ شاہدولہ
 کے وصال کے دو سو سال بعد لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ سب جس شاہدولہ کو پیش کرتے ہیں وہ کوئی
 اور شاہدولہ ہیں کیونکہ خلاصۃ التواریخ میں آپکا وصال ۱۰۸۵ھ یعنی عہد عالمگیری میں بتایا
 گیا ہے کرامت نامہ چراغ قادری میں ۱۰۸۶ھ عہد شاہ عالم میں لکھی گئی کتاب فرحت
 الناظرین (کرامت نامہ مشتاق رام کی ہم عصر) میں تیسویں جلوس ۲۳ س ج عالمگیری میں
 وفات پانادرج ہے اور مزار پر ۱۰۸۵ھ لکھا گیا ہے۔

اصولاً تاریخ وصال کتبہ مزار پر درج ہوتی ہے لیکن جب پہلی بار آپکے مرید
 بھاؤن نے آپکا مزار بنوایا تو کسی کتبہ کے موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا پھر جب
 ۱۸۶۷ء میں اسے قدرے بلند کر کے بنایا گیا کیونکہ رفتار زمانہ کے ساتھ اطراف کی سطح
 زمین بلند ہوتے ہوتے مزار کے برابر پہنچ چکی تھی اور سیلاب کے دنوں میں قریبی دریائے
 چناب کے پھرے ہوئے پانی سے بچانا بھی مقصود تھا لیکن اس دوسری تعمیر کے وقت بھی کسی
 کتبہ کے وجود کا پتہ نہیں چلتا پھر موجودہ گنبد نما عمارت ۱۸۹۸ء میں تعمیر ہوئی اور اب پہلی بار
 آپ کے نام کی تختی لگائی گئی۔

یہ تمام تفصیل اس بات کی غماز ہے کہ اس مزار کو درحقیقت کوئی شناخت نہ کر سکا اور
 آپکو قریبی دور کا ولی اللہ قرار دینے اور انکے مسلک و مشرب اور حسب و نسب کو اپنے اپنے

زاویہ نظر کے مطابق ڈھالنے کی سعی کی جاتی رہی۔

پروفیسر صوفی عابد سلطانی کے مرشد سرکار حضرت سلطان الصوفیاء شاہ محمد سلطان میاں شہر سجانی البیلانی چھٹے جانشین جانشینان مسند غوث اعظمیہ بسلسلۃ الذہب قدس اللہ سرہ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک مرتبہ گجرات تشریف لے گئے اور مزار شاہ دولہ پر بھی حاضری دی تو وہاں وہ درود قادر یہ لکھا ہوا دیکھا جو مرشد سرکار تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک مرید نے مرشد سرکار سے دریافت کیا کہ یہ تو ہمارے سلسلہ کا درود تشریف ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بھی تو ہمارے پیران شجرہ میں شامل ہیں پھر فرمایا کہ شاہ دولہ پیران پیر کے حکم پر یہاں تشریف لائے اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا نیز سلسلہ قادر یہ کو بھی فروغ بخشا۔ آپ کے بعد پیران پیر کے بھانجے اور مرید حضرت شاہ منور علی بھی یہاں تشریف لائے تو آپ نے تبرکات غوثیہ از راہ عقیدت و احترام شہزادہ غوث اعظم کی خدمت میں پیش فرمادئے۔

اس واقعہ سے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ آپ کے اخلاف میں سے ایک صاحب نظر ہستی نے یہ تصدیق فرمادی کہ شاہ دولہ کا مزار یہی ہے اور یہی غوث الاعظم کے خلیفہ ہیں اور انہی کے حکم پر گجرات تشریف لائے دوسرا ثبوت آپ کے حق میں یہ ہے کہ آپ کے ارشادات و تعلیمات پر مشتمل ایک قلمی نسخہ ”سیر السلوک الی ملک الملوک“ کے نام سے دیال سنگھ ٹرسٹ لاہور میں ہے جو عربی میں ہے اس کے مندرجات اس ابواب پر مشتمل ہیں اس کتاب سے بھی صاحب کتاب کے تبحر علمی اور فیض صحبت کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ جبکہ مقامی تذکروں میں شاہ دولہ گویتیم، بے سہارا اور حصول علم سے بے بہرہ بتاتے ہوئے ایک مست الست درویش کا مرید و خلیفہ بتایا گیا لہذا پھر کہنا پڑے گا کہ یہ کوئی اور بزرگ ہونگے جبکہ موجودہ مزار شاہ دولہ بغدادی ہی کا ہے اس میں اب کوئی شبہ نہیں رہا۔

آخر میں ایک بات اور جو دنیا کے کسی بزرگ کے یہاں نہیں دیکھی گئی سوائے شاہ دولہ کے اور وہ یہ کہ والدین کا منت پوری کرنے کیلئے پہلا بچہ شاہ دولہ کے مزار پر چھوڑ جانا اور یہ بچہ چھوٹے سروالا گونگا اور بہرہ ہوتا ہے نیز کمزور بھی اس بارے میں کوئی وضاحت کسی تذکرے یا کرامت نامے میں ملتی ہے نہ معصروم واقع نگاروں کے یہاں اس کا کوئی

ذکر آتا ہے عہد جہانگیری میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے محیر العقول واقعات ملتے ہیں۔ شاہ دولہ کے چوہوں کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

سینہ بہ سینہ چلنے والی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد سے محروم والدین آپکی بارگاہ میں رب سے سفارش کرنے کیلئے آئے تو آپ ان سے وعدہ لیتے کہ پہلا بچہ ہمیں دو گے اور جب پہلا بچہ پیدا ہوتا تو وہ چھوٹے سر والا گونگا بہرہ اور مسلوب الحواس کمزور و ناتواں اور ایک قسم کا بوجھ۔ ایسے بچوں کو گھر میں رکھنا بھی والدین کے لئے بڑا صبر آزما ہوتا۔ لہذا شاہ دولہ کے دامن رحمت کے سوا ان بچوں کا اور کوئی ملجا و ماویٰ نہ تھا۔

لیکن اس منت اور وعدے کی کوئی سند کہیں سے نہیں ملتی پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس شکل و صورت اور حالت کے بچے کی ولادت کیونکر ممکن ہے؟ کیا ماں نے اس قسم کی کوئی تصویر اپنے خیال میں بٹھا رکھی تھی؟ کہ قدرت نے ویسا ہی بچہ دیا یا شاہ دولہ کا کوئی روحانی تصرف تھا کہ جس کے نتیجے میں دعا کرانے والی خواتین کے یہاں ایسے بچے پیدا ہوں اور پھر وہ مجبوراً ان بچوں کو دربار شاہ دولہ میں ڈال جاتے ہوں۔

حقیقت جو کچھ بھی ہو اللہ بہتر جاننے والا ہے لیکن معاملات کی تحقیق و جستجو کی دعوت تو خود اللہ نے قرآن پاک میں جا بجا دی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے عجیب الخلق بچے صرف گجرات، پنجاب یا پاکستان ہی میں نہیں بلکہ پورے یورپ اور امریکہ میں بھی پیدا ہوتے ہیں ان ترقی یافتہ ممالک میں ایسا کیوں ہے؟ اہل مغرب نے اس بارے میں تحقیق کا بیڑہ اٹھایا اور میڈیکل سائنس نے ان پر حیرت انگیز انکشافات کئے پروفیسر شریف کنجاہی نے نیشنل بک فاؤنڈیشن کی مطبوعہ کتاب Cell Biology میں Micro Cephalogy کے بارے میں بیان کردہ کو بڑی وضاحت سے پیش کیا ہے جس سے چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

تولید و توارث

1 - تولید و توارث سے تعلق رکھنے والے ان جسموں کو انگریزی میں Chromosomes (جو جوڑا جوڑا ہوتے ہیں) کہتے ہیں۔ جب اس میں ایک تیسرا شامل ہوتا ہے تو اسے سبزو جی (Trisomy) کہتے ہیں اسکے نتیجے میں مرکزی نظام

عصبی متاثر ہو کر دماغی نقص کا باعث ہوتا ہے۔ اس طرح مرکزی نظام عصبی کی ناقص نمو کے نتیجہ میں بچہ کا سر چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچہ شکم مادر میں ہی خورد سر ہو جاتا ہے۔ نیز علم الارحام سے متعلق پیشتر کتابوں میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ بعض وائرس کی وجہ سے شکم مادر میں ہی بچہ خورد سر ہو جاتا ہے۔ نیز ماں کا دوران حمل مرگی کے دوروں کا مریض ہونے پر بھی نومولود اسی طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔

بہر حال یہ ایک طبی مسئلہ ہے اس پر گفتگو کی تفصیل میں جانا ہمارا موضوع نہیں ہے اس لئے اس گفتگو کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔

وصال صد ملال

سید کبیر الدین کبیر الاولیاء شاہ دولہ گجراتی نے ۲۲ شعبان ۱۰۳۰ھ میں وصال صد

ملال فرمایا۔

مزار شریف

آپ کا مزار مبارک شہر گجرات پاکستان میں زیارت گاہ خلایق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادر یہ جنید یہ میں حضرت سید منور علی شاہ الہ آبادی آپ کے خلیفہ ہیں۔

چوں شاہدولہ باعزت و جاہ
زدنیا رفت در فردوس شاداں
بسرو شداند تاریخ و صالح
کہ شاہنشاہ دولہ قطب دوراں
ایضاً ولی اللہ دولہ کہ ازا دست بود
بزکرت شب و روز ہما دست بود
خرد خواست از و صالح خبر
سردشش بگفتہ خدا دوست بود

سیدنا حضرت شیخ شاہ منور علی قادری بغدادی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۱۹۱ھ ہجری)

ولادت باسعادت

حضرت شاہ منور علی الہ آبادی کی ولادت ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۹۱ھ میں کہنہ بغداد

میں ہوئی۔

شجرہ نسب

آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے شاہ منور علی بن سید عبداللہ بن سید عبدالرحمن بن سید عثمان بن القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ منور علی نے اپنی کتاب فخر العفیف میں لکھا ہے۔

”اٹھائیس برس کی عمر میں بتاریخ اکیس ماہ ذوالحجہ ۵۱۹ھ بروز یکشنبہ بعد نماز مغرب سید عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر بیعت توبہ سے مشرف ہوا بائیس برس وضو کرانے کی خدمت پر مامور رہا بتاریخ ۲۷ ماہ شوال ۵۲۱ھ بروز چہار شنبہ وقت ظہر حضرت ممدوح کو وضو کرار ہاتھ میں نے عرض کی یا حضرت! آب حیات کی کیا کیفیت ہے حضرت ممدوح نے ایک جرعد آب سیدھے ہاتھ میں لے کر فرمایا اس وقت فقیر کے ہاتھ میں ساڑھے چھ سو برس کی عمر کا آب حیات ہے تو نوش کر لے میں نے اسی وقت نوش کر لیا۔ اس وقت میری عمر پچاس سال تھی بتاریخ نویں ماہ ذیقعدہ ۵۲۸ھ بروز دو شنبہ وقت عصر سے حسب حکم جناب ممدوح جناب کبیر الدین شاہ دولہ گجراتی نے مجھے سترہویں ماہ ربیع الاول ۵۸۷ھ بروز دو شنبہ بوقت عصر بیعت خلافت و ارشاد سے مشرف کیا۔ یہ واقعہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے وصال کے سولہ سال بعد کا ہے۔

اس کے بعد شاہ دولہ نے مجھے اپنی کلاہ مبارک اور ایک دعائے حرز یمانی کی

عنایت فرما کر الہ آباد بھیج دیا اور خود حسب الحکم سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بغداد شریف میں حضرت سیف الدین عبدالوہابؒ صاحبزادہ کلاں کو صاحب سجادہ کر کے بلدہ گجرات تشریف لے آئے کہ واقع سرحد ولایت افاغنه پر ہے“ (حقیقت گلزار صابری)

حضرت شاہ منور کے پاس بھی دو سجادے تھے ایک خاندانی اور دوسرا مرشد کا عطا کردہ آپؒ نے الہ آباد میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور تقریباً چھ سو برس یہاں بسر فرمائے۔ جب پیرانہ سالی کے سبب نقاہت جسمانی بڑھتی گئی تو ایک گہوارے کو مستقل مسکن بنا لیا۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے جن میں حضرت شیخ شاہ محمد صاحبؒ اور شیخ شاہ عالم دہلویؒ آپ کے ان قابل خلفاء میں سے ہیں جن کی بدولت یہ سلسلہ دن دو گنی رات چو گنی ترقی کر رہا ہے۔

مزار

آپ کا مزار الہ آباد (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ شاہ عالم دہلویؒ زیادہ

مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال:

شاہ منور نور حق کے ترجمان
آسمان معرفت پر کہکشاں
اہل حق اہل نظر اور اہل دل
آپ کے در پر پڑے ہیں ہر ماں

حضرت شیخ شاہ عالم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ شاہ سید منور علی الہ آبادیؒ کی حمیت میں رہے اور ان سے بیعت ہو کر ذکر و اذکار اور مراقبہ و چلہ کشی میں مصروف ہو گئے اور مجاہدہ شاقہ کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

دہلی میں خانقاہ قائم کر کے دعوت و ارشاد اور شریعت و طریقت کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔

مزار

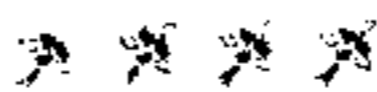
آپ کا مزار اقدس دہلی (بھارت) میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ احمد ملتانی بہت مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شاہ عالم علم باطن کے امین
 عارف باللہ رئیس الہمتیں
 قادری زنجیر کی ہیں اک کڑی
 فقر کی مالا میں ہو جیسے نگین
 مانتیں ہیں آپ کو اہل زمیں



حضرت شیخ احمد ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طریقت میں حضرت شیخ شاہ عالم دہلوی کے مرید و خلیفہ اور داتائے سرحد غوث الزمان جنید ثانی حضرت شیخ جنید پشاوری کے پیرومرشد ہیں آپ ہی وہ عظیم المرتبت ولی اللہ ہیں جن کی ایک نگاہ کیمیا اثر سے داتائے سرحد کو تمام مدارج و مراتب روحانی طے کروا دیئے۔ آپ کو علوم ظاہری و باطنی میں ید طولی حاصل تھا۔ آپ علم و فضل کے کوہ گراں اور زہد و تقویٰ کے پیکر جمیل تھے۔

مزار اقدس

آپ کا مزار مبارک قاسم باغ (قلعہ کہنہ) ملتان شریف میں مزارات حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی اور شاہ رکن عالم ملتانی کی درمیانی سڑک پر واقع مدرسہ حامدیہ کے احاطے میں ہے۔ آپ ملتان شریف میں پیر دربر شاہ کے نام سے معروف ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

شیخ احمد رونق ملتان ہیں
 شیخ جی ملتان کی پہچان ہیں
 قریہ قریہ ہے گواہ اس بات کا
 شیخ احمد صاحب فیضان ہیں



حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۶۲ھ ہجری)

حامد أو مصلياً مخدوم الاولياء سلطان الاصفياء حضرت قبلہ عالم امام العارفين حجتہ الکاملین شیخ جنید پشاوری قدس سرہ العزیز اس قدسی گروہ کے سرخیل ہیں جو حضور پر نور شافع یوم النشور رحمت عالم نور مجسم نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال محبت اور اتباع سے ولایت الہیہ کے بلند و برتر مقام پر فائز المرام ہو کر نیابت جلیلہ کے عالی منصب پر سایہ فگن اور متمکن ہوئے کائنات کی ہر چیز میں ذات حق شانہ کا مشاہدہ آپ پر غالب تھا جسے تصوف کی اصطلاح میں فنا فی اللہ کہا جاتا ہے اور یہ مقام اس وقت تک نہیں ملتا جب تک انسان اپنی صفات کو صفات حق شانہ میں فنا نہ کر دے۔

اسم شریف

آپ کا نام نامی و اسم گرامی جنید ہے زہد و تقویٰ کی بدولت حضرت شیخ جنید کہلائے پشاور میں سکونت کی نسبت سے اہل پشاور آپ کو ازراہ خلوص و عقیدت حضرت شیخ جنید پشاوری کے دل پسند نام سے یاد کرتے ہیں۔

القاب

داتاے سرحد نائب غوث الاعظم غوث الزمان، شیخ المشائخ، جنید ثانی، بحر معانی، سنگ پارس، قبلہ عالم، امام العارفين، حجتہ الکاملین کے ارفع و القاب زبان زد عام ہیں۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت ستائیس (۲۷) رجب المرجب بروز شنبہ (ہفتہ) ایک ہزار انہتر (۱۰۶۹) ہجری مطابق بائیس (۲۲) اپریل سولہ سوانسٹھ (۱۶۵۹) عیسوی کو ہوئی۔

جائے پیدائش

آپ بمقام حیدرآباد (باب الاسلام صوبہ سندھ) میں پیدا ہوئے۔
آپ مولد حیدرآبادی، مسکن پشاور، مذہباً حنفی، طریقتاً قادری، استفاداً اویسی اور مشرباً محمدی تھے۔

تعلیم

آپ نے سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا، آپ نے اپنے وقت کے جید علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی اور صاحب سلوک و طریقت مشائخ عظام سے مستفیض ہوئے، اسی لئے اس پاک اور صاحب معرفت و طریقت کے نور سے روشن اور منور ماحول میں پرورش پانے والا یہ نوجوان بھی اپنے وقت کا کامل اہل دل اور اہل نظر بنا جس کی پوری زندگی عرفان الہی کی خوشبوؤں سے بسی ہوئی تھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ”ہند سے مجھے خوشبو کی مہک آرہی ہے“ کیونکہ داتائے سرحد جیسی ہستیوں نے تاریک دلوں میں نور عرفان کے فانوس روشن کر دیئے اور اخلاق و کردار کی شمشیر سے ارواح پر سکھ جمایا۔

طریقہ اویسیہ

روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیہ میں اویسی طریقہ کہتے ہیں اس سلسلہ کے سردار حضرت خواجہ اویس قرنیؒ (م ۳۷۵ھ بمطابق ۶۵۷ء) ہیں اور جیسا کہ حضرت اویس قرنیؒ نے باطنی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت سے فیض حاصل کیا تھا اسی طرح اویسی بزرگ بعض انبیاء کرامؑ اور صوفیائے عظام کی روح سے فیض لیتے ہیں۔

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں:

”قوے از اولیاء اللہ باشد کہ
ایشان را مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت
اویسیاں نامند و ایشان را در ظاہر احتیاج بہ
پیرے نہ بودزیرا کہ ایشان را حضرت
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا روح
ولی از اولیاء حق در حجر عنایت خود پرورش
میدہد بے واسطہ غیرے چنانکہ اویس قرنیؒ
را داد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و
این مرتبہ عالیہ است“
(ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“)

اولیاء اللہ میں سے ایک گروہ وہ ہوتا ہے کہ
مشائخ طریقت اور کبرائے حقیقت ان کو
اویسی نام سے یاد کرتے ہیں اور بظاہر ان کو
کسی پیر کی ضرورت نہیں ہوا کرتی اس لئے
کہ ان کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم یا اولیائے حق میں سے کسی ولی
کی روح بغیر کسی واسطہ کے اپنی آغوش
عنایت میں پرورش دیتی ہے جیسا کہ
حضرت اویس قرنیؒ کو رسالت پناہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے پرورش دی اور یہ

بہت بلند مرتبہ ہے“

(اللہ جسے چاہے اپنا فضل عطاء فرماتا ہے۔)

اویسی اولیائے کرام ارواحِ مقدسہ سے براہِ راست فیض حاصل کرتے ہیں اور اگرچہ بظاہر ان کو کسی پیر کی ضرورت نہیں ہوتی تاہم نسبت باطنی اور خرقہ خلافت کی سند کو قائم رکھنے کے لئے وہ ظاہری طور پر بھی کسی سلسلہ تصوف کے ساتھ منسوب ہوتے ہیں اور جس طرح علم کے حصول کیلئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح عرفان کے حصول کیلئے مرد کامل و اکمل کی ضرورت ہوتی ہے عرفان کی تبلیغ ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن اس کی اہلیت کیلئے خود عارف ہونا ضروری ہے۔

یہ کیے ہیں فاش رموز قلندری میں نے
کہ فکر مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد

بیعت

آپ نے اس دور کے ایک ولی کامل حضرت شیخ میاں عبدالحی سندھی نقشبندیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ان کی صحبت میں روحانی فیض حاصل کیا اور ان کے دست حق پرست پر گیارہ سو تین (۱۱۰۳) ہجری میں بیعت فرمائی اس وقت آپ کی عمر شریف چونتیس (۲۴) برس تھی۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برندازرہ پنہاں بہ حرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان می برد وسوسے خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کندایں طائفہ راطعن و قصور حاشا اللہ کہ بر آدم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند رو بہ از حیل چساں بگلد ایں سلسلہ را
آپ کو نمود و نمائش سے بچپن ہی سے نفرت تھی اسی طرح آپ دنیاوی آرام و
راحت سے بھی بیزاری ظاہر کرتے تھے جس طرح بہت سے اور بزرگوں کے بارے میں
معلوم ہے کہ وہ شروع ہی سے اس قسم کے انسان تھے جن پر ”ہونہار بروا کے چکنے چکنے

پات“ کی ضرب المثل صادق آتی ہے اسی طرح آپ کے متعلق بھی بتایا جاتا ہے کہ آپ زیادہ تر گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر مراقبہ فرماتے۔

معمولات

آپ فرائض و اجبات اور مستحبات کی بڑی پابندی فرماتے تھے، نوافل کا خاص طور سے اہتمام فرماتے تھے، آپ کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت و طائف و اوراد فرماتے تھے، تہجد کی نماز کبھی ناغہ نہ کرتے تھے، رمضان المبارک میں پوری رات عبادت فرماتے تھے، اکثر تہجد کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ فجر کی نماز کیلئے مسجد تشریف لیجاتے، وہاں اشراق تک مراقبہ میں رہتے اور دیگر و طائف پڑھتے گویا ہمہ وقت روحانی حضوری رہتی اور مرشد کامل و اکمل کے آرزوئے دیدار میں مضطرب رہتے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیس دولت از گفتار خیزد
خلافت

آپ نے گیارہ (۱۱) برس کی شبانہ روز زہد و تقویٰ اور ریاضات و مجاہدات کے باعث جب منازل تصوف و سلوک طے فرمائیں اور ”فنائی الشیخ“ کی منزل بھی طے کر چکے تو گیارہ سو چودہ (۱۱۱۴) ہجری میں پیرو مرشد نے سلسلہ نقشبندیہ مبارکہ میں خرقہ خلافت عطا کیا، اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس (۲۵) برس تھی۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

مرشد کامل کا انتقال پر ملال

آپ کے پیرو مرشد حضرت شیخ میاں عبدالحی سندھی نقشبندی گیارہ سو سترہ (۱۱۱۷) ہجری میں جہان فانی سے پردہ فرما گئے۔

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعون

سجادہ نشینی

پیر و مرشد کی وفات کے بعد آپؒ اُن کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور مخلوق خدا کو شریعت و طریقت کی تعلیم اور رہبری فرمانے لگے، اس وقت آپؒ کی عمر مبارک اڑتالیس (۲۸) برس تھی۔

سندھ کو خیر باد

آپؒ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے اور مخلوق خدا کو مشائخ کرام کے طرز پر شریعت و طریقت کی دعوت و تبلیغ دینے کے ارادہ سے سندھ سے ہجرت فرمائی۔

مدینۃ الاولیاء ملتان شریف میں آمد

ملتان شریف کی پاک سرزمین اولیاء اللہ کا مسکن ہے اسی لئے اس کو مدینۃ الاولیاء بھی کہتے ہیں سرزمین ملتان وہ سرزمین ہے جہاں غوث، قطب، ابدال شیخ الاسلام، علمائے کرام، فضلاء اور اولیاء کبار کے مزارات پر انوار اور مدرسے موجود ہیں علم و دانش کے میکدے آباد ہیں، فکر و نظر کے آستانے موجود ہیں اور بقول البیرونی ”ملتان مرکز علم و دانش ہے“ ملتان شریف کی فضا اسلامی مزاج میں ڈھلی ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت بہاء الدین زکریا ملتائی فرماتے ہیں:

ملتان ماہ جنت اعلیٰ برابر است آہستہ پابنہ کہ ملک سجدہ می کند
اس وقت قطب ربانی حضرت شیخ احمد ملتائی سلسلہ عالیہ قادریہ مبارکہ میں شیخ
طریقت تھے آپؒ نے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی، کچھ عرصہ آپؒ نے مرشد کامل
واکمل کی صحبت عالیہ میں بسر کیا جب سلوک کی منازل طے فرمائیں تو مرشد عالی نے خلافت
کے عظیم منصب جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔

قادری را قرب حق بشد عطا شد مشرف روح با شرف لقاء
قادری مرشد کی قوت تسخیر کے بارے میں حضرت سلطان الفقر سلطان العارفین
برہان الواصلین حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں ”قادری مرشد کے ہر دو جہاں جن و انس

تابع و غلام ہیں“ مزید فرماتے ہیں ”قادری طریقت آفتاب کی طرح ہے اور دوسرے طریقے چراغ کی مانند پس چراغ کی کیا مجال کہ آفتاب کے سامنے روشن ہو“ آپ کے بقول گو سب طریقے اپنے آپ کو محمد ﷺ مشرب بتاتے ہیں کیونکہ سب اسی پاک شجر طوبی کی شاخیں ہیں اور اسی سے نکلتے ہیں لیکن دراصل محمد ﷺ مشرب صرف طریقہ قادریہ ہی ہے اور بس باقی سب طریقے اس کے تابع اور فروع ہیں۔ جیسا کہ اس پاک طریقے کے سردار اور عظیم پیشوا سلطان الاولیاء محبوب سبحانی قندیل نورانی ہیگل یزدانی قطب ربانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال
 ”ہر ولی کا ایک خاص قدم ہے لیکن میرا قدم اپنے جدا مجد حضور پر نور شافع یوم
 النشور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر ہے“ اور جس طرح حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم سید الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سید الاولیاء ہیں۔

جب حضرت شیخ جنید پشاوری قادری مشرب سے سیر ہو گئے تو حضرت شیخ احمد
 ملتانی نے ملتان سے پشاور جانے کے لئے فرمایا۔ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس
 حدیث کی عملی تفسیر تھے اے ”اشریعة اقوالی و الطریقة افعالی و الحقیقة
 احوالی و المعرفة سری“ یعنی شریعت میرے اقوال کا نام ہے، طریقت میرے اعمال
 حقیقت میری باطنی کیفیت اور معرفت میرا راز ہے۔

پشاور میں آپ کا تقرر حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی جن کا
 وصال گیارہ سو پندرہ (۱۱۱۵) ہجری اور حضرت حافظ عبد الغفور نقشبندی المتوفی گیارہ سو
 سولہ (۱۱۱۶) ہجری کے بعد ہوا یہ تقرری روحانی طور پر تھی آپ نے اس جگہ پر قیام فرمایا تھا
 جہاں پر اب آپ کا مزار پر انوار مرجع خلاق ہے۔ حضرت علامہ اقبال لاہوری فرماتے ہیں:

۱۔ یہ حدیث مبارکہ علماء دیوبند کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرکی نے شرح مثنوی میں نقل کی

ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
 عطار ہو، رومی ہو، زاری ہو، غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی
 جب انسان اس راستے میں گامزن ہو جاتا ہے تو ایک مقام آتا ہے جس کے
 بارے میں حضرت علامہ کہتے ہیں:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
 حضرت شیخ جنید پشاوریؒ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ
 عشق تھا آپؐ حسن و اخلاق کے پیکر، بنی نوع انسان کے سچے ہمدرد اور مخلص، خیر خواہ، بڑے
 متقی، پرہیزگار، متواضع، قناعت پسند، منکسر المزاج، خوش طبع، درویش کامل و اکمل، مشفق و
 مہربان، اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک تحریک اور غوث زمانہ تھے۔

آپؐ علوم ظاہری کی تحصیل و تحقیق میں جو وقت صرف کرتے تھے اس کا واحد مقصد
 اپنی عملی زندگی کو شریعت کے مطابق قائم کرنا تھا آپؐ صرف صداقت عمل کے علمبردار تھے
 جس مقام یا گوشہ سے حق و صداقت کا نور چمکتا دیکھتے تھے اس سے اپنے سینہ دل اور عمل کو
 منور کر لینے میں عار نہ سمجھتے تھے آپؐ بیک وقت عامل قرآن و حدیث اور فقہ تھے آپؐ
 فقہائے امت کی پیروی میں دل و جاں سے کوشاں تھے فعل جملہ آپؐ شریعت حقہ کا عملی
 نمونہ تھے ”خدا صفا و دع ما کدر“ ہر وقت آپؐ کے ملحوظ خاطر تھا۔

اوائل عمر ہی سے آپؐ شریعت و طریقت کے میدانوں کے شہسوار تھے ایک ہاتھ
 میں اگر عمل بر کتاب و سنت کی ڈوری کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے تو دوسرے ہاتھ میں
 آداب و اشغال طریقت کی ڈور کو جب سے آپؐ نے میدان طریقت میں قدم رکھا گو آپؐ
 اس وقت بچے ہی تھے آپؐ نے سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے ہر وقت پاس انفاس
 ملحوظ تھا جہاں آپؐ میں عبادت و ریاضت کا شوق تھا وہاں اپنے شیخ کی پاسداری اور ان کی
 صحبت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی آپؐ کو کلام پاک کی قرأت کا بھی بہت شوق تھا صحت قرأت کو
 جان و دل سے عزیز رکھتے تھے اور اس کی تحصیل میں ہر ممکن کوشش کرتے۔

آغاز زندگی سے اختتام زندگی تک آپ کی سب سے نمایاں خصوصیت تقویٰ تھی تقویٰ کے لفظی معنی خشیت الہی کے ہیں اور اس کا زیادہ تر تعلق قلب سے ہے جوں جوں قلب انوار و خشیت الہی سے پر ہوتا جاتا ہے اسی قدر ظاہری اعمال میں احتیاط بڑھتی جاتی ہے اس شعبہ زندگی میں آپ اپنے وقت کے جملہ اکابر دین سے ممتاز نظر آتے ہیں۔
حسن صورت

آپ نہایت حسین و جمیل صورت و شکل کے مالک تھے جو ایک بار اس روحانی صورت کو دیکھ لیتا تھا ہمیشہ کیلئے اس کا ہو جاتا۔
حسن سیرت

آپ کو خیر خواہی کی صفت اللہ جل شانہ نے اتنی ودیعت فرمائی تھی کہ ہر ایک کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی سے پیش آتے تھے اسی طرح خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، صغیر ہو یا کبیر، اعلیٰ ہو یا ادنیٰ ہر ایک کے لئے آپ کا لطف اور کرم عام تھا۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے، آپ میں اللہ جل شانہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا یہ عشق ان کی صورت و سیرت کا نور ان کے قول و فعل کا مقصود اور ان کی زندگی کا اصل سرمایہ تھا ان سے یہ روشنی و خوشبو لاکھوں نے پائی۔

شاہنشہ ارض و سماء
وُصف رخ او والضحیٰ
قرآن با اخلاقش گواہ
صدقاً یقیناً راسخاً
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجر بجمالہ
حسنات جمیع خصالہ
صلو علیہ و آلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ کے سامنے آپ کے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام آجاتا تو آپ کے چہرہ کارنگ خوشی سے کھل جایا کرتا تھا۔

عادات و خصائل

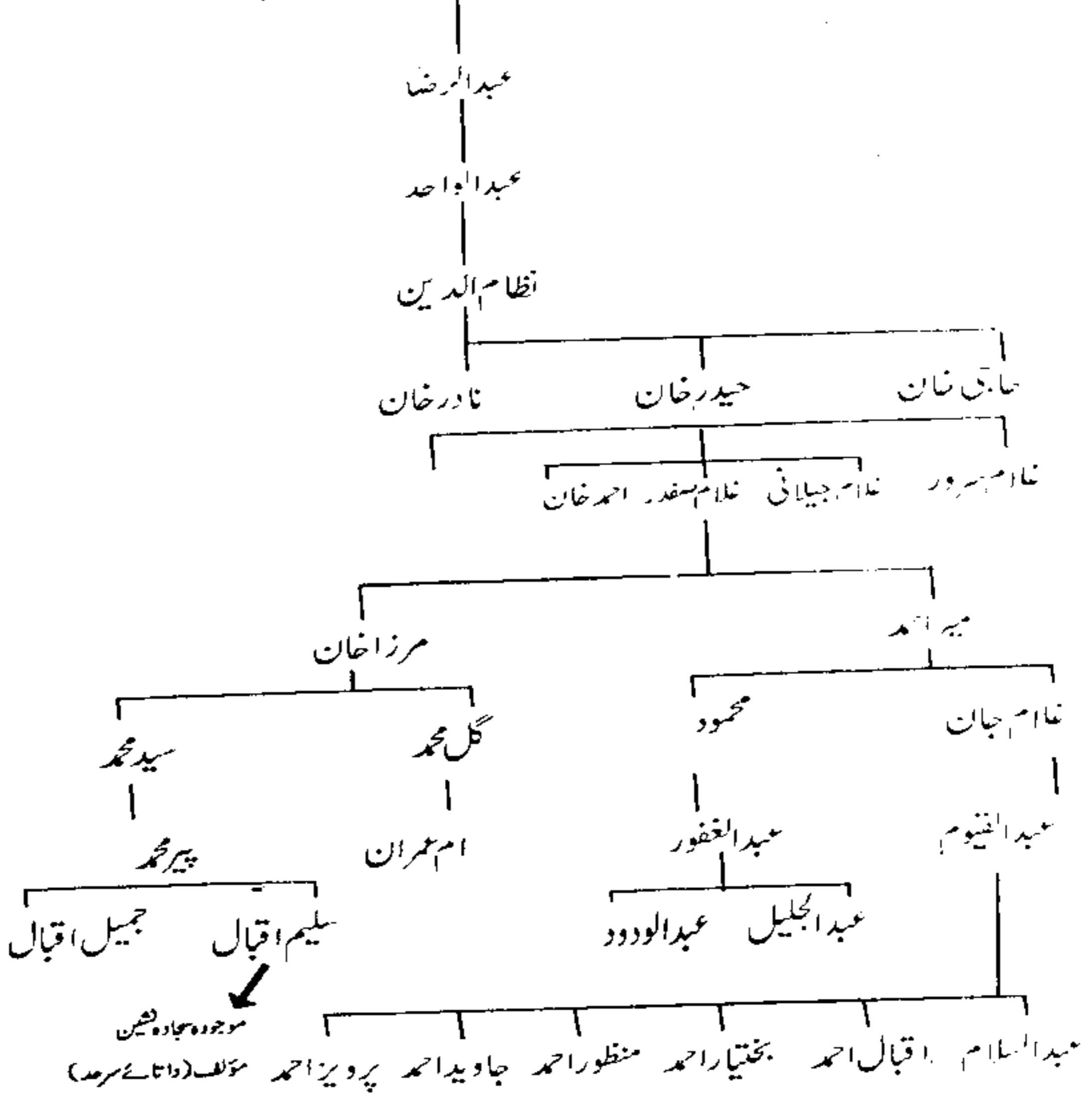
آپ عادات و خصائل میں صحابہ رضوان اللہ علیہم کی مثل تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی تصویر تھے۔ جملہ عادات و خصائل میں اسوہ طیبہ آپ کے پیش نظر تھا مصائب و مشکلات پر صبر کامل، ہر قول و فعل میں راستبازی، غصہ و رنج میں تحمل و بردباری، جہاد بالنفس میں نہایت شدت، کذب و افتراء سے مکمل اجتناب، محاسبہ احوال میں سختی، عمل پر استقامت و مداومت، عمل پر عزیمت و شریعت، فیضان میں سخاوت، مزاج میں استقلال، خطاؤں سے درگزر، ضرورت مند کی حاجت روائی، مہمانوں کی خاطر و مدارات، حسن خلق اور سلوک، فہم و فراست میں یکتائی، اعمال و حالات میں اخفاء، نمازوں میں کامل حضوری و خلوص، حضور کی دوام، شب بیداری، متابعت سنت میں تیزگامی، بدعات سے سخت پرہیز، کم سخی، اعمال میں تقویٰ، خوش لباسی و خوش وضعی، شکل و صورت میں وجاہت، کھانے پینے میں نہایت درجہ احتیاط، لہو و لعب سے سخت نفرت، ضرورتوں میں قناعت، طبیعت میں فقر، حد درجہ صفائی جانوروں پر نہایت شفقت، حقوق خلق کی محافظت، آپ کی عادات و خصائل میں سے چند ہیں آپ کے خصائل حمیدہ کی تابندگی سے اہل فقر و تصوف تازگی پاتے تھے۔

خلوت گاہ تبرکات:

آپ کی خانقاہ اور ذاتی مکان محلہ پھمن پٹوئی علاقہ گنج (پشاور شہر) اپنے وقت کی سب سے آباد اور مشہور خانقاہ تھی جہاں پر عوام الناس آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دعائیں لیکر رخصت ہوتے اسی مکان پر حضرت شیخ محمد صدیق بشونزی بھی حاضر خدمت ہوئے آپ سے بیعت فرمائی اور آپ نے کمال مہربانی فرما کر ان کو سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں خرقہ خلافت عطا فرمایا (الحمد للہ ان کے وسیلے سے آج حضرت شیخ جنید پشاور کے فیض کے چشمے ملک کے طول و عرض اور دوسرے ممالک میں جاری و ساری ہیں، اللہ جل شانہ ان کی ثربت مبارک کو تاقیامت اپنے نور سے مامور رکھے آمین) حضرت شیخ جنید پشاور کی کا تکیہ مبارک تین صدیوں سے یہیں پر محفوظ ہے۔

۔ ناری محمد مال کے دستاویزات کے مطابق سجادہ نشینان حضرت شیخ جنید پشاوری کا سلسلہ نسب

حضرت شیخ جنید پشاوری رحمۃ اللہ علیہ



مستجاب الدعوات

آپ بڑے مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات تھے آپ کی نظر کیمیا اثر تھی کوئی اگر فیض حاصل کرنے کیلئے آپ کے پاس آتا تو اس کو ایک ہی آن میں صاحب حال بنا کر فرش سے عرش پر پہنچا دیتے تھے۔ آپ کا فیض، فیض عام تھا اور اس عصر کے تمام عارفوں اور اولیاء اللہ نے اس سے حصہ پایا لیکن آپ کا ورثہ بہ تمام و کمال حضرت بشونڑی بابا جی ہی کے سپرد ہوا جس کے صرف وہ ہی اہل اور مستحق تھے داتا کے سرحد نے یہ نورانی دولت حضرات مشائخ کی صحبتوں میں رہ کر اور حضرات قدسی کی روحانیتوں کی امداد سے برسوں میں جمع کی تھی لیکن آپ نے یہ تمام نورانی سرمایہ حضرت بشونڑی بابا جی کو ایک قلیل مدت میں منتقل کر دیا اور انہوں نے یہ بار امانت اس طرح اٹھایا کہ کانوں کان کسی کو خبر نہ ہوئی۔

برسوں کی مسافرتیں لمحوں اور گھنٹوں میں طے ہو گئیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب داتا نے سرحد جیسے میدان حقیقت کے شاہسوار رہبری فرمائیں اور ان جیسی قابل و ذی قدر ہستی اس میدان میں قسمت آزمائی کرے۔

کرامات

سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی سے کسی شخص نے سوال کیا کہ میں ایک مدت تک آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا لیکن اس تمام عرصہ میں میں نے آپ سے کسی خرق عادت یا کرامت کا ظہور ہوتے نہیں دیکھا کہ یہی نشانِ کمال ہے حضرت سید الطائفہ نے اس سے دریافت کیا کہ اس تمام عرصہ میں تم نے مجھ سے کوئی فعل شریعت حقہ کے خلاف سرزد ہوتے دیکھا اس نے عرض کیا جہاں تک میں قیاس کرتا ہوں آپ کے تمام افعال شریعت کے عین مطابق پاتا ہوں حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ شریعت حقہ کی پاسداری سے زیادہ کمال اور کیا ہو سکتا ہے جہاں تک حضرت شیخ جنید پشاور کی سوانح حیات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو آپ کی تمام زندگی کا مقصد و ما حاصل حضرت شیخ جنید بغدادی کا پر تو معلوم ہوتا ہے۔

آپ مصدر کرامات تھے پشاور شہر کا ہر عام و خاص آپ کے فیوضات باطنی و ظاہری اور کمالات ولایت کا معترف ہے اگر آپ کی کرامات کو جمع کیا جائے تو ایک الگ مضمون بنتا ہے اس جگہ آپ کی مشہور و مقبول کرامت تحریر کی جاتی ہے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کرامات اولیاء کرام حق ہیں قرب نوافل کے ذریعے اولیاء اللہ پر کام یعنی سماعت بصارت چھونا چلنا پھرنا عرضیکہ ان کے سب کام مثبت الہی کے تابع ہوتے ہیں محکماء حق اہلسنت والجماعت اولیاء کرام سے کرامات کا صدور مستحسن امر سمجھتے ہیں۔

حضرت شیخ جنید پشاور کی ارفع القاب میں ایک لقب ”سنگ پارس“ ہے اور اس کے متعلق ایک مشہور واقعہ زبان زد عام ہے وہ یہ کہ ایک حجام آپ کی حجامت کی خدمت پر مامور تھا اس نے آپ کی کافی عرصہ خدمت کی ایک دن اس نے دست بستہ عرض کی کہ سرکار ہم پر بھی نظر کرم فرمائیں اور داتا نے سرحد کی ایک نظر عنایت سے (جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عنایت تھا) اس حجام کے وہ تمام اُسترے جو آپ کے بدن

مبارک سے مس ہوئے تھے سونا بن گئے اسی حجام نے قصہ خوانی میں ایک مسجد تعمیر کرائی
پشاور کے باسی اور اہل تصوف اس مسجد کو اب بھی نائی مسجد کہتے ہیں۔

درس و تدریس

آپ نے محلہ باقر شاہ علاقہ گنج (پشاور شہر) کے ایک مکان کو درس و تدریس کیلئے
مخصوص کر رکھا تھا مکان کے اس کمرے کو جہاں آپ درس قرآن فرماتے صاحب خانہ کی
اولاد نے ابھی تک اُسے محفوظ رکھا ہوا ہے۔

وصال پر ملال

یہ امر واقع ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا کام دنیا میں اپنی حد پر پہنچ
کر اختتام کی سرحدوں کو چھونے لگتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ اجل کو حکم فرماتا ہے کہ جاؤ اور
میرے مقرب بندے کی روح نہایت آرام اور احترام سے قبض کر لو چنانچہ بحکم الہی فرشتہ
اجل آتا ہے اور اللہ کے بندے کی روح پھول سے خوشبو کی طرح قفس عنصری سے نکال لیتا
ہے اور یوں نہایت خاموشی اور سکون کے ساتھ مقرب الہ اپنے گرد جمع پروانوں کو آہوں اور
سسکیوں کے شور و غل میں چھوڑ کر خالق حقیقی کی رحمت و شفقت کے سایوں میں ہمیشہ ہمیشہ
کیلئے محو استراحت ہو جاتا ہے ان ہی مردان مومنین کیلئے شاعر نے کیا خوب کہا کہ

آہستہ رکھ قدم کے تہہ خاک لوگ ہیں

بے باک ہو کے سوتے ہیں یہ پاک لوگ ہیں

مردان خدا اپنی تمام زندگی یاد الہی میں رہ کر بسر کرتے ہیں اور حقیقت آشنائی
کیلئے صائم الدہر اور قائم الیل بن کر خالق و مالک حقیقی کے جلوؤں کی رعنائی سے اپنے قلب
و روح کو منور کرتے ہیں ان نفوس قدس کے عمل اور کردار کی بدولت طالبان حق و صداقت
اپنے قلوب کو سیراب کرتے ہیں ان کی حسین حیات میں ان کے دامن سے وابستہ رہ کر
شریعت و طریقت کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جب یہ لوگ اس دنیا سے پردہ فرما جاتے
ہیں تو پھر ان کی قبور مرجع خلاق بن جاتی ہیں اور پروردگار عالم اپنی قدرت کاملہ سے ایسے
مومنین کی قبور سے قربت رکھنے والوں پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا ہے اور اس
حقیقت کو وہ ہی لوگ جانتے ہیں جو چشم بھر رکھتے ہیں۔

آنکھ والا تیرے جو بن کا تماشا دیکھے
 دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
 چنانچہ حضرت شیخ جنید پشاورؒ بھی اپنے رب کی بندگی کا حق ادا کرنے کے بعد
 اختتام حیات کی سرحد پر ۲۸ شوال المکرم ۱۱۶۲ھ کو طالبان حق و صداقت اور متلاشیان
 معرفت کو خیر باد کہتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ظاہری الفاظ میں حضرت اقدس
 دنیا سے رخصت ہو گئے اور ان کے جسم اطہر کو زمین کے سپرد کر دیا گیا لیکن کیا وہ زیر زمین
 دفن ہیں؟ ظاہری آنکھوں کو تو یہی نظر آئے گا لیکن حقیقت میں وہ بقائے دوام حاصل کر چکے
 ہیں ایسی بزرگ و برتر ہستیاں خلق اللہ کی امداد و اعانت کو عموماً اور اپنے یاروں کی اعانت کو
 خصوصاً پہنچتی ہیں بلکہ جب تک وہ زندگی کی قید و بند میں گرفتار رہتی ہیں وہ اپنی نقل و حرکت
 میں اتنی آزاد نہیں ہوتیں لیکن جب وہ واصل بحق ہو جاتی ہیں تو جسم کی پابندیوں سے آزاد
 ہو جاتی ہیں اور جہاں جس وقت جس صورت میں چاہیں پہنچ سکتی ہیں ہزاروں میلوں کے
 فاصلے پر سات سمندر پار کہساروں کی چوٹیوں پر لوق و دوق ریگستانوں میں۔ پہاڑوں کی
 سر بفلک بلندیوں پر ان کے دامنوں میں۔ تموج خیز سمندروں اور باد و باران کے طوفانوں
 میں خاکدان ارض کی گہرائیوں میں اور آسمان کے سیاروں میں جنت کے باغوں میں اور
 اعلیٰ علیین کے مقاموں میں غرضیکہ کسی جگہ کوئی رکاوٹ ان کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتی
 اور چشم زدن میں جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ اس دعویٰ اور بیان کی تصدیق کی چنداں
 ضرورت نہیں جو صاحب یقین ہیں وہ ان باتوں پر ایمان کامل رکھتے ہیں اور ان کے لئے
 ایسے احوال و کرامات کو پیش کرنے کی حاجت نہیں جن سے ان کی تصدیق ہوتی ہو۔

۱۔ سینہ بہ سینہ روایات کے مطابق حضرت جنید پشاورؒ کی نماز جنازہ حضرت شیخ
 میاں محمد عمر چمکنیؒ نے پڑھائی حضرت میاں صاحب داتا گربخشا کے ہم عصر ولی اللہ تھے

۲۔ بعض لوگ اولیاء اللہ کی کرامات اور حیات بعد وفات سے منکر ہیں جو کہ مسلک اہلسنت و
 الجماعت کے کو عقائد حق کے خلاف ہیں۔

اللہ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے اور یہی حضور نبی
 کریم ﷺ تمام علماء و بزرگان دین کا عقیدہ ہے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت جی صاحب اٹک سے بیعت تھے بڑے عابد اور زاہد اور صاحب تصرفات بزرگ تھے۔ لیکن ان کو مقام غوثیت داتا سرحد کے آستانہ عالیہ سے مرحمت ہوئی۔ اس سلسلہ مبارکہ کے مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے جب داتا سرحد کو قبر میں اتار اتوان کو قبر یعنی نئے گھر میں دائمی زندگی پر مبارکباد دی۔

۱۔ حضرت ابودرداء ص سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دنیاوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابی رسول حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

۲۔ حضرت ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) حدیث مذکور کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ”انبیائے کرام کی دنیوی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔“ (مرقاۃ جلد ۲)

حضرت ملا علی قاری کی تحریر سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے صرف دارفانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگزیب اکبر آباد میں تھا میں محتسب لشکر مرزا زاہد ہروی سے کچھ اسباق پڑھتا تھا اسی بہانے میں اپنے والد کے ہمراہ اکبر آباد گیا سید عبداللہ بھی سید عبدالرحمن کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا تا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا میں بھی اس دن شدید بیمار تھا۔ جنازے کے ساتھ جانے کی سکت نہیں تھی۔ جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی تو ایک ایسے شخص کے ساتھ جو ان کے جنازے و دفن میں موجود تھا زیارت و برکت کیلئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے

جواب میں داتا سرحد نے جو کہ دنیا فانی سے پردہ فرما چکے تھے حضرت میاں صاحب کو مقام غوثیت کی خوشخبری دی۔

باوجود ان کی قبر نہیں پہچان سکے۔ آخر اندازے سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہیں تمام کر لو اور اس کا ثواب اسی قبر والے کو بخشو جلدی مت کرو جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔ یہ سنکر میں نے ساتھی سے کہا اچھی طرح غور کرو سید صاحب کی قبر وہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے؟ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا حضرت سید صاحب کی قبر تمہارے پیچھے ہے میں اسی سمت ہو کر بیٹھا اور قرآن پڑھنا شروع کیا اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قرأت کی رعایت نہ کر سکا قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر ساہل سے کام لیا ہے قرأت کے معاملے میں جزم و احتیاط کی ضرورت ہے (انفاس العارفين)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یہ واقعہ کتاب میں لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ کے محبوب بندے وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور وقت ضرورت دنیا والوں سے بات چیت کرتے ہیں۔

بعض لوگ مزارات پر جانے سے مسلمانوں کو منع کرتے ہیں۔ یہ لوگ خود تو گمراہ ہیں دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان لوگوں سے بچیں اور صحیح عقائد جان کر اپنے سنی مسلمانوں کو ان گمراہ لوگوں سے بچائیں۔

قبروں کی زیارت کرنا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ اور بزرگان دین کا عقیدہ جانئے۔

۱۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو (مسلم مشکوٰۃ)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کر لیں پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کیلئے اجازت دیدی۔ (اشعۃ اللمعات)

انا لله و انا اليه راجعون

مطلع دیں کے قمر حضرت شیخ جنیدؒ بحر حکمت کے گہر حضرت شیخ جنیدؒ
اہل دل صاحب نظر حضرت شیخ جنیدؒ راہ ہستی کے خضر حضرت شیخ جنیدؒ

۲- حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ”جس رات کو رسول اللہ ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخر رات میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ (مسلم۔ مشکوٰۃ)

۳- حضرت محمد بن لقمانؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے وہ بخش دیا جائے گا۔

۴- حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ (متوفی ۱۲۵۳ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ”میں امام ابوحنیفہؒ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس آتا ہوں تو جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ (ردالمحتار)

اس تحریر سے حضرت امام شافعیؒ کا یہ عقیدہ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کیلئے جانا صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا اور ان کے مزارات کے پاس جا کر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہرانا جائز ہے۔

۵- حضرت عارف باللہ علامہ صاوی مالکیؒ آیت کریمہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ”اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت غیر اللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے (اولیاء اللہ کی زیارت عبادت غیر اللہ) ہرگز نہیں بلکہ یہ الحب فی اللہ میں سے ہے۔ (تفسیر صاوی)

مزار پر انوار

چہ جائیکہ آپ کو وصال فرمائے ہوئے تین صدیاں گزر چکی ہیں لیکن آج بھی آپ کا مزار اقدس تقریباً تین (۳) صدیوں سے مرجع خلاق ہے ملک کے گوشے گوشے سے ہزاروں عقیدت مند آپ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے ہیں اور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں حضرت کے فیضان کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا آپ کے مزار پر انوار پر حصول سعادت و فیضان کیلئے سلسلہ عالیہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ مبارک کے مشائخ عظام علمائے حق اہلسنت والجماعت، فقیر، درویش، قلندر، مست مجذوب، دنیا دار، دیندار، جوق در جوق آ رہے ہیں۔ اور اپنے اپنے دامن مراد سے بھر بھر کر لے جا رہے ہیں۔

عرس مبارک

ہر سال آپ کی تاریخ وصال اٹھائیس (۲۸) شوال کو آپ کا عرس مبارک منعقد کیا جاتا ہے جس میں قرآن خوانی، محفل ذکر، مواعظ حسنہ، محفل نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود سلام کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

دیگر محافل

☆ ہر جمعرات (شب جمعہ) بعد نماز مغرب ذکر الہی و نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور درود سلام کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆ ہر ماہ چاند کے دوسرے جمعہ المبارک کو بعد نماز عصر ختم غوثیہ شریف کی محفل منعقد کی جاتی ہے۔

☆ ماہ ربیع الاول میں رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆ ماہ جمادی الثانی میں سیدنا محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا عرس پاک

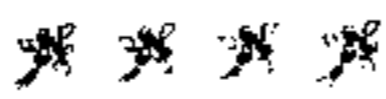
(گیارھویں شریف) منایا جاتا ہے۔

☆ ماہ رجب المرجب میں جشن معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں محفل پاک ہوتی ہے۔

☆ ماہ شعبان المعظم میں شب برات کی محفل پاک منائی جاتی ہے۔

☆ ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں سات (۷) ختم القرآن پاک کیے جاتے ہیں ستائیسویں شب (لیلة القدر) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ان تمام محافل کا اہتمام درگاہ شریف کے سجادہ نشین جو عرف عام میں خلیفہ صاحب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اپنے ذوق سلیم کے پیش نظر کرتے ہیں اور جن کی قسمت میں اقبال مندی لکھی ہوتی ہے۔ وہ بصد شوق ان محافل میں شرکت فرماتے ہیں۔



حضرت شیخ جنید پشاورمی کا دور اور گرد و پیش کے سیاسی اور مذہبی حالات

سیاسی حالات:

حضرت شیخ جنید پشاورمی حدود ۱۰۶۹ ہجری بمطابق ۱۶۵۹ عیسوی میں پیدا ہوئے اس وقت سرزمین ہند میں سلطان محمد اورنگ زیب (م ۱۱۱۹ھ بمطابق ۱۷۰۷ء) برسر اقتدار تھے اورنگ زیب کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حصول اقتدار کی خاطر آپس میں دست و گریبان ہو گئے اس کشمکش میں ان کے بڑے بیٹے شاہ عالم بہادر اول (م ۱۱۲۳ھ بمطابق ۱۷۱۱ء) کو کامیابی حاصل ہوئی اور سلطنت ہند کا فرمانروا بن بیٹھا شاہ عالم کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لئے خانہ جنگی کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا مگر صرف ایک سال برسر اقتدار رہنے کے بعد وہ بھی اپنے بھتیجے فرخ سیر (م ۱۱۳۱ھ بمطابق ۱۷۱۹ء) کے ہاتھوں مارا گیا۔

فرخ سیر اپنے دور میں فقط برائے نام بادشاہ تھا اصل اقتدار سادات بارہہ کے ہاتھوں میں تھا جن کو ہر وقت صرف اپنا اقتدار بچانے کی فکر دامنگیر رہتی تھی فرخ سیر کے بعد رفیع الدرجات (م ۱۱۳۲ھ بمطابق ۱۷۳۸ء) شاہ جہان ثانی (م ۱۱۳۲ھ بمطابق ۱۷۱۹ء) محمد شاہ (م ۱۱۶۲ھ بمطابق ۱۷۲۸ء) احمد شاہ (م ۱۱۶۸ھ بمطابق ۱۷۵۲ء) عالمگیر ثانی (م ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۷۶۰ء) اور شاہ عالم ثانی (م ۱۱۶۸ھ بمطابق ۱۸۳۸ء) یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر متمکن ہوئے مگر ان میں سے پورے اختیار و اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے کا موقعہ کسی کو بھی میسر نہ ہوا اور بیشتر یا تو قید ہوئے یا قتل کر دیئے گئے۔

یہ زمانہ سیاسی اور مذہبی اعتبار سے انحطاط کا زمانہ تھا کیونکہ اس وقت ہند اور ایران کی دونوں عظیم سلطنتوں کا سیاسی ماحول نہایت سرعت کے ساتھ منہدم ہو رہا تھا جس کی وجہ سے گرد و پیش کی سیاسی فضاء انتہائی مکر تھی دہلی سے لے کر حدود پشاور تک کا علاقہ سلطنت دہلی کے زیر تصرف تھا مگر بادشاہتوں میں آئے دن انقلابات تو رانی اور ایرانی امراء

کی مخالفت، شیعیت و سنیت کی کشمکش اور مرہٹہ جاٹ اور سکھ تحریکوں کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا مرکز کے کمزور ہو جانے کے باعث سارے ملک میں سیاسی نبرد آزمائی بد نظمی اور طوائف الملو کی کا دور دورہ تھا اور جس طرف بھی نگاہ اٹھتی تھی زوال ہی کے آثار نظر آتے تھے ملک کا اقتصادی ڈھانچہ اس حد تک تباہ ہو چکا تھا کہ احمد شاہ (متوفی ۱۱۶۸ھ بمطابق ۱۷۵۳ء) کے زمانہ میں تین سال تک فوجیوں کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں مجبوراً سپاہیوں نے ہنگامہ برپا کیا اور امراء کے محلات کے دروازے روک کر کھڑے ہو گئے ایک امیر کا جنازہ چار دن تک پڑا رہا اور سپاہیوں نے اس وجہ سے دُشمن نہ ہونے دیا کہ اس نے تنخواہیں ادا نہیں کی تھیں اور ایک موقع پر تو شاہی محلات کے ساز و سامان کی فہرست بنا کر دوکانداروں کو دی گئی تھی تاکہ اس کو فروخت کر کے فوجیوں کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں اس تباہ حالی میں روز بہ روز اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ عالمگیر ثانی (متوفی ۱۱۷۳ھ بمطابق ۱۷۶۰ء) کے زمانہ میں ایک دفعہ حرم کی بیگمات نے بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر محل سے باہر نکل کر شہر میں جانے کا ارادہ کر لیا اور اس حالت اضطراب میں اپنی بے پردگی کا بھی خیال نہ رہا تھا۔ فوجی نظام بھی ناگفتہ بہ حد تک خراب تھا جس کی وجہ سے باغی اور سرکش عناصر سرگرم عمل تھے اور ہر جگہ ظلم و تشدد لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔

دوسری طرف سرزمین ایران میں بھی شاہ عباس اعظم (م ۱۰۳۸ھ بمطابق ۱۶۲۸ء) کی وفات کے بعد صفوی حکومت زوال پزیر تھی اندرونی اور بیرونی حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی مخالف عناصر مثلاً ازبک ترک اور روسی ایرانی حکومت کے خلاف تخریبی اور جارحانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے کردوں نے اصفہان کے قرب و جوار میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اس انتشار و بے چینی سے فائدہ اٹھا کر افغان سردار محمود بن میرولیس خان غلزی (م ۱۱۳۷ھ بمطابق ۱۷۲۵ء) ایران پر حملہ آور ہوا جس کے حملے کی تاب نہ لا کر سلطان حسین نے ۱۱۳۵ھ بمطابق ۱۷۲۲ء میں بصد حسرت و یاس صفوی حکومت محمود افغان کے سپرد کر دی۔

۱۱۳۹ھ بمطابق ۱۷۲۷ء میں نادر شاہ افشار سیاست ایران کے افتخار پر نمودار ہونے لگا اس نے ایک ڈاکو کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کیا مگر بہت جلد ترقی کے بام عروج پر پہنچ کر فرمانروا بن گیا اور ۱۱۵۷ھ بمطابق ۱۷۳۵ء میں ایران کے بادشاہ کی حیثیت سے باقاعدہ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہوئی۔

نادر شاہ دین و مذہب کی قیود سے آزاد ایک دنیا دار اور دنیا پرست حکمران تھا اور سیاسی اعتبار سے غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا اس کا عروج ملک کے ایک نہایت پر آشوب دور میں ہوا مگر اس کے عزم و ہمت اور جنگی اوصاف نے اسے بہت جلد قوم کے ایک محبت وطن ناجی کے مرتبے پر پہنچا دیا اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ وہ فوجی اور سیاسی کارنامے انجام دیئے جو شاذ و نادر دیکھنے میں آتے ہیں اس نے شکست خوردہ اور شکستہ دل اہل وطن کی ہمتوں کو بلند کیا اور سرزمین ایران کو ترکوں، روسیوں اور افغانوں سے خالی کر لیا مگر بد قسمتی سے جلد ہی اس کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب رونما ہوا اور مخلوق خدا پر ایسے وحشیانہ اور قابل نفرت مظالم ڈھانا شروع کئے جن پر یقین آنا مشکل ہے اور جس ملک کو غیروں سے بچایا اور عظمت و فلاح سے بہرہ مند کیا تھا اسے پھر سے بے پناہ مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا اس کے ظلم و ستم اور سنگدلی کی اس سے بدترین مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے لخت جگر اور ولی عہد سلطنت رضا قلی مرزا کی آنکھیں نکلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بصارت سے محروم کر دیا نادر شاہ کے ان مظالم کا اثر یہ ہوا کہ لوگ سخت خوف و ہراس کی زندگی گزارنے لگے یہاں تک کہ رعایا اس سے بہت بیزار و متنفر ہوئی اور اہل ایران جو اس کو آیت رحمت سمجھتے تھے موجب زحمت سمجھنے لگے نادر شاہ کا درباری منشی مرزا مہدی خان ایران کی اس حالت زار کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”ایرانی جو اس (نادر شاہ) کو فرشتہ رحمت سمجھے اور اس کی محبت کا نقش اپنی لوح دل پر کندہ کیا اس کی بادشاہی کے پودے کے پینے کے لئے دونوں ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے تاکہ منگیں بر آئیں اور مرادوں کے بر لانے میں اس کی حکومت کے باغ کی آبیاری اپنی آنکھوں سے ابلتے ہوئے چشموں

سے کی اور اس پاکیزہ باغ کے غنچے کی طرح بہار کے انتظار میں آنکھیں بے نور کر لیں آخر کار امید کے برنہ آنے سے مایوسی کے عالم میں مصیبت میں پڑ گئے اور ایسی ہلاکت اور تلخ کامی میں گرفتار ہوئے جس سے نجات کی کوئی امید نہ رہی اور یوں جو چاہا تھا وہ نہ ملا اس کی خلافت کا زمانہ وبال جان بن گیا اور اس کی بادشاہت کے دن پریشانی اور خوف و ہراس کے دن تھے اس کے اپنے عروج کا عہد رنج و اندوہ کا دور ثابت ہوا اور اس کی آسائش و آرام کے لوازمات ایرانی عوام کے دکھ درد کا سبب بن گئے۔

نادر شاہ نے ۱۱۵۰ھ بمطابق ۱۷۳۷ء میں قندہار پر لشکر کشی کی ۱۱۵۱ھ بمطابق ۱۷۳۸ء میں پشاور کے راستے ہندوستان کا رخ کیا اور اپنے روایتی تاخت و تاراج کے ذریعے دہلی تک اس پورے علاقے کو ایسا تہ و بالا کر دیا کہ سلطنت مغلیہ کی رہی سہی ساکھ بھی ملیا میٹ ہو گئی اور ہند کے مسلمانوں پر عرصہ حیات اتنا تنگ کر دیا کہ اکثر نے مجبور ہو کر ”جوہر“ کے ذریعے خود کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ بمطابق ۱۷۶۳ء) نادر شاہی یلغار کی تباہ کاریوں کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ ”خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر کر گیا اور مرہٹہ اور جاٹوں کو سالم و غانم چھوڑ کر چلا گیا نادر شاہ کے بعد سے کفار قوت پکڑ گئے اور افواج اسلام کا شیرازہ بکھر گیا اور سلطنت دہلی بچوں کا کھیل بن گئی خدا کی پناہ! اگر کفار اسی حالت پر رہے اور مسلمان کمزور ہو جائیں تو اسلام کا نام و نشان بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔“

مندرجہ بالا تاریخی حقائق سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس وقت اصفہان سے لے کر دہلی تک اس پورے خطہ ارض میں امن و سکون کے آثار ناپید تھے اور ہر جگہ ظلم و ستم کے مہیب سائے مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہے تھے، ۱۱۶۰ھ بمطابق ۱۷۴۷ء میں نادر شاہ کو فتح آباد (ایران) میں قتل کیا گیا۔

اس کے قتل کے بعد احمد شاہ درانی جو اس وقت نادر شاہ کے ہمرکاب تھے اپنا افغانی لشکر لے کر قندہار چلے آئے یہاں پہنچ کر افغان سرداروں کے ایک جرگہ میں ان کو پوری قوم

کا متفقہ بادشاہ منتخب کیا گیا۔

احمد شاہ درانی کو خداوند تعالیٰ جل شانہ نے دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا ذاتی کردار اور دینداری میں ان کا مقام بہت بلند تھا وہ مذہباً سنی شریعت کے پابند اور ایک صوفی منش مسلمان تھے وہ نہ صرف خدا جوئی کا سچا ذوق رکھتے بلکہ اصول جہان بانی سے واقف نہایت بیدار مغز سیاست دان اور تجربہ کار مرد میدان بھی تھے یہی وجہ ہے کہ اپنی مومنانہ فراست اور مجاہدانہ شجاعت و مہارت کے بل بوتے پر بہت جلد تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا اور بقول سید ہاشمی فرید آبادی ”(احمد شاہ) وہ افغان سردار ہے جس کے اقبال کا ستارہ فراست نے چمکایا اور اس کی سپہ سالاری کو فن حرب کی مہارت نے چار چاند لگا دیئے۔“

بحیثیت بادشاہ اور کشور کشا احمد شاہ بابا کا ایک قابل افتخار کارنامہ یہ ہے کہ اپنے مدبرانہ قوانین و ضوابط اور سیاسی حکمت عملی کے ذریعے یہاں کے مختلف النسل اور مختلف الخیال قبائل میں وحدت پیدا کی ان کی باہمی خانہ جنگیوں کو فرو کیا اور ان کے جنگجوئی کے جوش کو مخالفین اسلام کے خلاف جدوجہد میں لگا دیا اور اس طرح انہوں نے دنیا کے نقشے پر نہ صرف افغانستان کے نام سے مسلمانوں کی ایک آزاد حکومت کا نام ثبت کر دیا بلکہ کفار ہند کے فسادات کو مٹانے کی غرض سے پے در پے نو بار ہندوستان پر حملہ آور ہوئے تا آنکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور ۱۱۷۲ھ بمطابق ۱۷۶۱ء میں مرہٹوں اور جاٹوں کی مشترکہ قوت کو پانی پت کے میدان میں نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور فتح کے بعد سلطنت مغلیہ کو اس کے اصل ورثاء کے حوالے کر کے خود اپنے دارالسلطنت لوٹ آئے مگر چونکہ مغلیہ سلطنت ہر لحاظ سے کمزور تھی اور زوال اس کا مقدر بن چکا تھا یہی وجہ ہے کہ احمد شاہ درانی کی ان تمام کوششوں کے باوجود بھی مغل فرمانروا اپنی حکومت کو سنبھالانہ دے سکے اور بلا آخر ان کو تخت دہلی سے دستبردار ہونا پڑا۔ ۱۱۸۶ھ بمطابق ۱۷۷۲ء میں احمد شاہ درانی کا وصال ہوا اور ان کی جگہ ان کے فرزند تیمور شاہ درانی (متوفی ۱۲۰۷ھ بمطابق ۱۷۹۳ء) تخت افغانستان پر جلوہ افروز ہوئے۔

مذہبی حالات

سیاسی حالات کی طرح اس دور کے مذہبی حالات بھی نہایت حوصلہ شکن تھے برصغیر ہندو پاک افغانستان اور ایران کے مسلمان بہت مظلومیت اور بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے سرزمین ہند ایران مذہبی اختلافات و مناقشات کی لپیٹ میں تھی اور موجودہ افغانستان اور صوبہ سرحد کے باشندے اس کشمکش سے بری طرح متاثر ہو رہے تھے برصغیر میں آمدورفت کے لئے زمانہ قدیم سے صوبہ سرحد کو ایک اہم گزرگاہ کی حیثیت حاصل رہی ہے یہی وجہ ہے کہ مغربی جانب سے اسلام کے اکثر داعی و مبلغ اسی راستے سے ہو کر آئے اور بعد میں جو دوسرے فرقے یعنی معتزلہ، رافضیہ، جبریہ، باطنیہ، حلویہ اور تاسخہ وغیرہ پیدا ہوئے تو ان کے علمبردار بھی اسی علاقے سے ہو کر سرزمین ہند میں وارد ہوئے چنانچہ افغان لوگ ابتداء ہی سے اہل السنۃ والجماعۃ کے پیروکار تھے اس لئے دیگر عقائد کے مبلغین نے پہلے پہلے ان علاقوں کو دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا جہاں افغان آباد تھے چنانچہ ان عقائد کے داعی پیری مریدی کا لبادہ اوڑھ کر یہاں کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے اور اپنے عقائد کی اشاعت و پرچار کا آغاز کیا چونکہ اس دور کے افغان اسلام پسند اور مرد میدان تو تھے مگر ان کے ہاں اصحاب علم کی کمی تھی اس لئے دین کے شوق میں ہر کس و ناکس کا اتباع کر کے ضلالت کی راہ پر گامزن ہو جاتے اور اس طرح لوگوں کے عقائد و اعمال میں فساد رونما ہو کر بے راہ روی کا ایک سیلاب اٹھاتا تھا۔

حضرت شیخ جنید پشاورؒ گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں پیدا ہوئے اور بارہویں صدی ہجری کے آخر تک زندہ رہے گیارہویں صدی ہجری کے مذہبی حالات اس دور کے مشہور عالم اور روحانی پیشوا حضرت اخوند درویشؒ (م ۱۰۴۸ھ بمطابق ۱۶۳۸ء) نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ قلمبند کئے ہیں آپ کے بیانات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت پختونخوا میں آباد تمام افغان قبائل کی مذہبی حالت بہت کمزور تھی حضرت اس مذہبی زبوں حالی کا بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ”آج اکثر بلکہ تمام

افغان لوگ دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ شریر لوگوں کی کثرت اور نیک لوگوں کی قلت کی وجہ سے تذبذب اور بے یقینی کے شکار ہیں (وہ نہیں جانتے) کہ کس کی پیروی اختیار کریں کیونکہ غایت جہل کے باعث حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے معلوم نہیں کہ مسلمان رہیں گے اور مسلمان مریں گے بھی یا نہیں کیونکہ جہل اسلام میں کوئی قابل قبول عذر اور دلیل نہیں ہے البتہ جنت سے محروم اور دوزخ کے مستحق ہو جائیں گے۔

ان حالات کو سدھارنے کی خاطر حضرت پیر بابا (م ۹۹۱ھ بمطابق ۱۵۸۳ء) حضرت اخوند پنچو بابا (م ۱۰۴۰ھ بمطابق ۱۶۳۰ء) اور حضرت اخوند درویش (م ۱۰۴۸ھ بمطابق ۱۶۳۸ء) جیسے نامور حضرات مذاہب باطلہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کی پرچار کے لیے دن رات کام کرتے رہے اور جہاں کہیں بھی کسی باطل پرست کی اطلاع ملتی دشت و بیابان اور کوہ صحرا میں جا جا کر اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور اس کے عقائد کے برے اثرات سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی سعی فرماتے اس میں شک نہیں کہ اگر اس وقت حضرت پیر بابا اور ان کے ہمکار و پیروکار اہل حق علماء اس ملک میں موجود نہ ہوتے تو بقول حضرت اخوند درویش:

”شاد فردے از افراد این مردم مسلمان ماندے“



خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ محمد صدیق بشونڑیؒ زیادہ مشہور ہیں اور انہیں سے آپ کا فیض اور سلسلہ اب تک جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ حضرت بشونڑیؒ کے بارے میں ایک روایت جو سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے کہ جب آپ بشونڑی شریف سے پشاور کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت میاں عمر چمکنیؒ کو باطنی طور سے معلوم ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے اپنے خادین سے فرما دیا کہ ایک صاحب مجھ سے ملاقات کرنے آ رہے ہیں جب وہ یہاں پہنچیں تو مجھے مطلع کر دیں اس کے بعد آپ خلوت میں تشریف لے گئے۔ حضرت بشونڑیؒ جب چمکنی شریف پہنچ گئے تو خادین سے حضرت میاں صاحب کے متعلق دریافت کیا آپ چونکہ پشونڑی شریف وادی سوات کے دور دراز پہاڑوں سے پایادہ یہاں پہنچے تھے اور آپ کی حالت بالکل فقروں جیسی تھی آپ کی حالت زار کو دیکھ کر خادین نے کہا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں اس لئے آپ سے نہیں مل سکتے۔ آپ وہاں سے رخصت ہو کر پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت میاں صاحب خلوت سے باہر آئے اور خادین سے دریافت کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ایک فقیر منش آپ سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ لیکن ہم نے آپ کو اطلاع دینا مناسب نہیں سمجھا۔ حضرت میاں صاحب نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ یہی تو وہ صاحب تھے جس کا میں نے تمہیں کہا تھا اور فرمایا کہ اگر ان سے ملاقات ہو جاتی تو میرا سلسلہ طریقت تا قیامت چلتا رہتا۔ اُس کے بعد حضرت بشونڑیؒ پشاور پہنچ کر سیدھا داتا گنج بخش کی خدمت میں پہنچ گئے اور آج داتا گنج بخش کا فیضان ان کے ذریعے پروان چڑھ رہا ہے ان کے خلفاء کی دینی کاوشوں کی وجہ سے لا تعداد غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، لاکھوں مسلمان تصوف کی راہ پر گامزن ہوئے اور انبیاء کرام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور اولیاء کرام کے اقوال و افعال، تعلیمات اور عقائد سے باخبر ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

(ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء او اللہ ذو الفضل العظیم)

حضرت شیخ محمد صدیق بشونٹری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۸۹ھ ہجری)

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت شب دوشنبہ ۷ محرم الحرام ۱۰۹۵ھ بمقام گجرات متصل بخشالی ضلع مردان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم پشاور اور سوات کے علماء کرام سے حاصل کی آپ کے والدین گجرات سے بشونٹری (وادی سوات) وارد ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور علوم مروجہ میں کمال حاصل کیا۔

بیعت

۱۱۲۹ھ میں ماشوگر مضافات پشاور میں حضرت شیخ حافظ شاہ محمد مومن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہو کر عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار مراقبہ و شغل میں مصروف ہو گئے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ میں خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

۱۱۵۹ھ میں شیخ المشائخ جنید ثانی داتا گره حضرت شیخ جنید پشاوری کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ عبادت و ریاضت، ذکر و اذکار مراقبہ و چلہ کشی میں مصروف ہو گئے پیر و مرشد نے کمال مہربانی سے سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں خلافت و اجازت سے مشرف فرمایا۔

۱۱۷۹ھ میں حضرت شیخ محمد شاہ سدومی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ محمد نعیم کاموی سنگرہاری خلیفہ حضرت شیخ مامون بنگالی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ الغرض کہ آپ ”مجمع البحار تھے اور بہت سے سلسلوں کی فیض یافتہ ایک کامل و مکمل ہستی تھے اور آپ اپنے وقت میں چاروں سلاسل کے قطب اقطاب اور قطب الارشاد تھے اور صاحب دعوت و ارشاد و تلقین اور صاحب اصلاح و تزکیہ تھے۔ آپ نے کتاب و سنت رسول اللہ ﷺ کے طریقہ

کے مطابق صحیح تصوف و سلوک طریقت و حقیقت کی اشاعت میں تن من دھن کی بازی لگادی۔
 آپ خود بھی شریعت محمدی کے سخت پابند تھے اور مریدین و متعلقین و عام لوگوں کو بھی
 اسی کی دعوت دیتے تھے۔ پیران طریقت کے ارشادات ذکر از کار مراقبہ کے سخت پابند تھے۔
 وصال

آپ نے ماہ شعبان بروز پنجشنبہ بعد نماز عشاء ۱۱۸۹ھ ۹۴ برس کی عمر مبارک میں وصال فرمایا۔

مزار

آپ کا مزار اقدس حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا کے مزار سے آگے تقریباً ۲
 میل کے فاصلے پر موضع بشونٹری میں ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنید یہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ حافظ محمد عمر زئی بہت

مشہور ہیں۔



حضرت شیخ حافظ محمد عمر زئی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۲۰۶ھ)

ولادت

آپ کی ولادت ۱۱۵۵ھ میں جناب گرامی قدر دورا خان بنی اسرائیلی سڑابی کے ہاں موضع کلہ ڈھیر متصل عمر زئی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں ہوئی۔ آپ خاندانی طور پر بنی اسرائیلی سڑابی کی شاخ محمد زئی سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ نے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر علماء کرام سے حفظ کلام اللہ اور علم تجوید القرآن کریم کا شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ اس زمانہ کے مشہور و معروف عالم باعمل اور مجاہد و غازی حضرت مولانا رفیع القدر صاحب المعروف حافظ گل بن حضرت مولانا اخون محمد رفیق سڑابی قندھاری سے تحصیل علوم تور ڈھیر تحصیل صوابی میں کی۔

بیعت

تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد اس زمانہ کے مشہور شیخ طریقت حضرت شیخ حافظ محمد صدیق بشونٹری کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم ظاہری اور فیوضات باطنی میں بیعت ہو کر اسباق سلسلہ طریقت حاصل کیے۔

آپ ذکر و اذکار اور ادو وظائف عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں ہمہ وقت بڑی ہمت اور قوت سے مصروف رہنے لگے۔ جب تصوف و سلوک کے منازل طے کر لیے تو حضرت شیخ حافظ محمد صدیق بشونٹری نے تمام سلاسل میں مجاز طریقت فرما کر سلسلہ کی اشاعت و تبلیغ اور اللہ کی یاد کی تعلیم دینے کے لئے حکم فرمایا آپ نے کلہ ڈھیر متصل عمر زئی خانقاہ قائم فرمائی جس میں دعوت و ارشاد اور تبلیغ و اصلاح اور تصوف و سلوک تزکیہ قلب و روح کا علاج اور دکھی دلوں کو تسکین نصیب ہوتی اور بے قرار قلب کو اطمینان نصیب ہوتا تھا۔ پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں دور ہوتی تھیں۔

غرض کہ آپ وقت کے شیخ طریقت رہنمائے طریقت اور پیشوائے حقیقت تھے عالم و فاضل صاحب تقویٰ و طہارت صاحب کشف و کرامات اور صاحب تصرفات بزرگ تھے۔

آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیری آپ کے فضائل و مناقب اپنی تصنیف منیف ”مرآة الاولیاء“ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ ”اس حقیر فقیر خاکپائے صغیر و کبیر عاصی و جانی نے دست ارادت و بیعت گنج انوار مخزن اسرار پیشوائے شریعت رہنمائے حقیقت مخزن معرفت بحر عرفان حافظ قرآن حضرت حافظ محمد بن اسراہیلی سٹرنی قدس اللہ سرہ و برد اللہ مضجعہ کے دست حق پرست کی طرف بڑھایا۔“

وصال

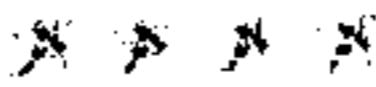
آپ نے ۵۱ برس کی عمر مبارک میں ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۰۶ھ میں وصال فرمایا۔

مزار

آپ کا مزار اقدس قبرستان موضع کلہ ڈھیر جو عمر زئی سے شمال کی طرف تنگی کو جانے والی سڑک سے مغرب کی جانب واقع ہے میں مرجع خلایق ہے۔

خلفائے کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفائے کرام میں حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیری زیادہ مشہور ہیں۔



حضرت شیخ محمد شعیب تورڈھیری رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۲۳۸ھ ہجری)

حضرت شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ کا شمار تاریخ اسلام کے ان گننام مجاہدوں اور صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔ جنہیں اپنی زندگی میں بہت کم لوگوں نے پہچانا اور خود انہوں نے غالباً حضرت اویس قرنی کی نصیحت پر عمل کیا کہ جب آنحضرت رسالت مآب ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت عمر سے پوچھا ”اے عمر! تم خدا کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا ”کیوں نہیں ضرور پہچانتا ہوں“ آپ ﷺ نے فرمایا پھر خدا کے سوا کسی دوسری ہستی کو پہچاننے کی کوشش نہ کرنا۔ پھر دریافت کیا ”کیا خدا تمہیں پہچانتا ہے؟“ حضرت عمر فاروق نے جواب دیا ”جی ہاں!“ فرمایا پھر خدا کے علاوہ کوئی دوسرا تمہیں نہ پہچانے۔

شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ نے اپنی زندگی درس و تدریس ارشاد و تلقین اور جہاد فی سبیل اللہ میں گزار دی اور ہر ایک شعبہ میں شاگرد ہی نہیں استاد بھی رہے۔ مرید ہی نہیں مرشد بھی رہے۔ سپاہی ہی نہیں سپہ سالار بھی رہے۔ لیکن بائیں ہمہ آج ہمارے سامنے انہیں کی رشحات قلم ”مرآة الاولیاء“ کی صورت میں ان کے حالات نہیں بلکہ ان کی تسلیمات موجود ہیں۔ جبکہ ان کے سلسلہ تصوف میں جہاں ایک طرف غوث زمان حافظ عبدالغفور سید و شریف (متوفی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء) کے علاوہ شاہ عبدالقادر راپوری (متوفی ۱۹۶۲ء) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری (متوفی ۱۳۷۱ھ ۱۹۶۱ء) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (متوفی ۱۴۰۲ھ) جیسی بزرگ ہستیاں اور دوسری طرف جناب حافظ عبدالغفور کے خلیفہ بطل حریت حضرت مولانا نجم الدین المعروف بہ ہڈے ملا قدس اللہ سرہ (متوفی ۱۳۱۹ھ) اور ان کے خلیفہ مجاہد ملت حاجی فضل واحد ترنگزئی (متوفی ۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء) تیسرے خلیفہ حضرت مولانا عبدالوہاب مانکی شریف قدس اللہ سرہ جیسے مردان حر کے مفصل حالات مطبوعہ شکل میں دستیاب ہیں۔ لیکن کتنی ستم ظریفی ہے کہ خود اس شجرہ طوبی کے بیخ و بن اور اس دائرہ رشد و ہدایت کے مرکز شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ کی تاریخ ولادت تک کسی تذکرہ میں نہیں ملتی شاید اس میں شیخ موصوف کے مستور الحال رہنے کی اپنی خواہش کو بھی دخل ہے جیسا کہ موضع یعقوبے کے مولانا عبدالعلی قدس اللہ سرہ کا کہنا ہے کہ ”حضرت شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ اپنے آپ کو اس قدر مستور الحال رکھتے تھے کہ اگر ان کے خلیفہ شیخ عبدالغفور نہ ہوتے تو آپ کے نام تک کا کسی کو علم نہ ہوتا یہ تو جناب حافظ عبدالغفور ہی تھے جس نے

آپ کا تعارف لوگوں میں کرایا۔

شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ کی ولادت بچپن اور تعلیم و تربیت

حضرت شیخ محمد شعیب قدس اللہ سرہ کی ولادت باسعادت مولانا رفیع القدر کے ہاں موضع کندہ میں ہوئی بچپن ہی سے نیکی کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

بالائے سرش زہوشمندی مے تافت ستارہ بلندی

ایک بار آپ کے والد بزرگوار آپ کو اپنے ساتھ میاں محمد عمر چمکنی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں لے گئے تو حضرت میاں موصوف نے بڑی شفقت و محبت سے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا آئندہ چل کر بہت بڑا (روحانی) آدمی بنے گا اسی طرح ایک بار میاں محمد عمر چمکنی قدس سرہ حافظ رفیع القدر قدس سرہ کے پاس تو رڈھیری تشریف لائے اور دریافت فرمایا صاحبزادہ محمد شعیب کہاں ہیں عرض کیا گیا کہ کہیں بچوں میں کھیل رہا ہوگا۔ حضرت میاں صاحب خود بچوں کے پاس تشریف لے گئے جہاں وہ کھیل رہے تھے جا کر دیکھا کہ دوسرے لڑکوں سے الگ آپ چادر بچھائے درود شریف پڑھ رہے ہیں حضرت میاں صاحب بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں اسی زمانے سے درود شریف ان کا معمول ہو گیا اور یہ لگاؤ عشق کے درجہ تک پہنچ گیا۔ روزانہ ہزاروں کی تعداد پوری کر لیتے تھے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت

ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور یہیں حفظ کلام اللہ صرف و نحو، اصول فقہ حدیث اور تفسیر پڑھی مزید تعلیم کے لئے والد بزرگوار آپ کو اپنے شاگرد خاص حافظ محمد قادری قدس سرہ کی خدمت میں موضع عمر زئی لے گئے اور یہیں پر آپ نے تمام ظاہری علوم کی تکمیل کی۔

بیعت و خلافت

جب جاذب حقیقی کی طلب نے آپ کو بے قرار کر لیا اور بقول جناب حافظ غلام فرید اسی دوران سرور کو نبین ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی جس میں مزید روحانی استفادہ کے لئے اپنے استاد حافظ محمد قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کے لئے اشارہ کیا گیا (واللہ اعلم) چنانچہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد روحانی تربیت اور باطنی علوم کے حصول کے لئے بھی آپ نے اپنے استاد ہی سے رجوع کیا لیکن حضرت حافظ محمد نے درس و تدریس میں مشغولیت کی وجہ سے کوئی

خاص توجہ نہیں فرمائی، طبیعت جلالی تھی اور علوم ظاہری کی وجہ سے خودداری کا جذبہ بھی غالب تھا اپنے استاد کے عدم التفات کو دیکھ کر واپسی کا ارادہ فرمایا حضرت حافظ محمد بھی اپنے شاگرد اور مشفق استاد جناب شیخ رفیق القدر قدس سرہ کے نور چشم کی شکستہ دلی کو کب برداشت کر سکتے تھے۔ فوراً مخاطب ہو کر فرمایا ”جس نے آپ کو یہاں بھیجا ہے انہوں نے مجھے بھی حکم فرمایا ہے آپ گھبرا کیوں گئے اب کیا دیر تھی کاہ و کہریا آپس میں مل گئے۔ بیعت سے مشرف ہو گئے۔ جذبہ و انجذاب اور افادہ و استفادہ کا عمل شروع ہو گیا۔ علوم ظاہر و باطن کے اس بحر بیکران نے اپنے سارے موتی نچھاور کئے اور عشق حقیقی کے اس متوالے نے گوہر ہائے مراد سے اپنی جھولی خوب خوب بھری سلسلہ قادریہ جنیدیہ اور نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق حاصل کئے اور ذکر اذکار عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے جب منازل سلوک طے ہو گئے تو حضرت حافظ محمد قدس سرہ نے دونوں سلسلوں میں اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا آپ نے اپنے بیعت و خلافت کا ذکر ”مرآة الاولیاء“ (قلمی۔ مملوکہ سلطان العارفين) کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر ان الفاظ میں کیا ہے۔

”اس فقیر حقیر خاکپا کبیر و صغیر عاصی و جانی عنفی اللہ عنہ دست بردا من گنج انوار و مخزن اسرار پیشوائے شریعت و مقتداء طریقت و رہنمائے حقیقت و مخزن معرفت بحر عرفان حافظ قرآن حضرت حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ بنی اسرائیلی سرہ بنی قدس اللہ تعالیٰ سرہ و برد اللہ مضجعہ زدہ و خدمت کفش مبارک آن صاحب کردہ و باجائز دو سلسلہ یکے عالیہ نقشبندیہ طیفوریہ صدیقہ و دیگر متبرکہ قادریہ جنیدیہ عالیہ مشرف شدہ“

ترجمہ: اس حقیر فقیر صغیر و کبیر کے قدموں کی خاک عاصی و جانی نے دست ارادت و بیعت گنج انوار مخزن اسرار پیشوائے شریعت رہنمائے حقیقت مخزن معرفت بحر عرفان حافظ قرآن حضرت حافظ محمد بنی اسرائیلی سرہ بنی قدس اللہ سرہ و برد اللہ مضجعہ کے دست حق پرست کی طرف بڑھایا اور ان کی کفش برداری کے فیضان سے دو سلسلوں کی اجازت ایک عالیہ نقشبندیہ طیفوریہ صدیقہ اور دوسری متبرکہ عالیہ قادریہ جنیدیہ سے مشرف ہوا۔

تورڈھیر واپسی

عمر زنی میں اپنے استاد و مرشد حضرت حافظ محمد قدس سرہ کی خدمت میں کتنا عرصہ رہے اس کے بارے میں آپ کے سوانح نگار خاموش ہیں اور آپ کی اولاد سے بھی تادم تحریر اس سلسلے میں کوئی معلومات فراہم نہ ہو سکیں بہر حال ظاہری علوم اور باطنی کمالات سے مالا مال ہو کر اپنے مرشد کی

اجازت سے اپنے آبائی قصبہ تورڈھیر تشریف لائے یہاں پر ایک طرف ذکر اذکار عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مراقبہ میں مصروف رہتے تو دوسری طرف طالبان علوم شریعت اور تشنگان راہ حقیقت کے لئے درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مشغول ہو گئے اپنے مستقل حلقہ تدریس کے علاوہ آس پاس کے دیہات میں ابتدائی مدارج کے مکاتب اور علمی مراکز قائم کرنے میں ترغیب و تشویق اور امداد و معاونت فرماتے تدریسی امور سے فارغ ہو کر عام لوگوں کے فائدہ کے لئے وعظ و نصیحت کی مجلسیں بھی قائم فرماتے۔ جس میں جوق در جوق سامعین و شائقین شریک ہوتے اپنے وعظ میں اتباع شریعت پر خاص طور پر زور دیتے حافظ غلام فرید لکھتے ہیں کہ آپ فتویٰ نویسی کا کام بھی کرتے تھے۔

چینگلی کو ہجرت

چونکہ شیخ محمد شعیب قدس سرہ کا دور سیاسی اعتبار سے انتہائی غیر اطمینان بخش تھا ہر طرف طوائف الملوکی اور افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ عوام مصائب و آلام میں مبتلا تھے۔ افراتفری اور بد امنی کے ان حالات میں دوسرے کئی اہل اللہ کی طرح شیخ محمد شعیب قدس سرہ کا چین سکون بھی منغص کر دیا مسلمان حکمرانوں کے باہمی اختلاف اور اغیار کی ریشہ دوانیوں پر اندر ہی اندر کڑھتے رہتے تھے۔ لیکن زوال و جمود کے اس ماحول میں چارہ جوئی کی بظاہر کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ بالآخر سکھوں کے روز افزوں مظالم سے تنگ آ کر تورڈھیر کو خیر باد کہا اور صوابی سے دس میل دور خواہ خیل کے پہاڑی علاقے میں واقع موضع چینگلی کو ہجرت فرمائی وہاں پر ایک مسجد بنائی اور زندگی کے باقی ایام وہیں بسر کرنے کا ارادہ فرمایا چینگلی میں قیام کے دوران درس و تدریس اور وعظ و نصیحت سے جب فرصت ملتی تو بستی سے مغرب کی جانب تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک چوٹی پر تشریف لے جاتے اور وہاں ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔

زندگی کے آخری ایام اور شہادت

شیخ محمد شعیب قدس سرہ کی رگوں میں غازی دادا اور مجاہد باپ کا خون گردش کرتا تھا، حق گوئی اور بیباکی آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی جذبہ جہاد اور شوق شہادت سے آپ کا خمیر تیار ہوا تھا آپ حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر کے ”زمانہ باتو نسا زد تو بازمانہ ستیز“ کے علمبردار تھے۔ چنانچہ اپنے دارالہجرت چینگلی میں قیام کے دوران آپ نے جہاں دعوت حق اور اصلاح نفوس کے

دوسرے امور درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا سلسلہ جاری رکھا وہاں موقع و محل کی مناسبت سے عملی جہاد کی تیاری کے لئے تبلیغی دورے بھی شروع کر دیئے سکھ کاروائیوں کا آپ بڑی گہری نظر سے مطالعہ کر رہے تھے ان کے خلاف معرکہ آرائی میں آپ کے ایک فرزند دلہند مولانا شیخ سعد الدین المعروف بہ دکنیر بابا قدس سرہ پہلے ہی (۱۲۳۰ھ، ۱۸۱۵ء) میں اپنی جان عزیز کا نذرانہ پیش کر چکے تھے۔ لہذا طبعی طور پر ان کے خلاف صفت آرا ہونے کے لئے آپ کا خون جوش مار رہا تھا۔

آپ کے خلفاء و مریدین کے تبلیغی دوروں سے سوات، بنیر، آفریدی اور یوسف زئی پختونوں میں جوش جہاد کا ایک نیا ولولہ پیدا ہو گیا اور لوگ جوق در جوق مجاہدوں کی اس جماعت میں شامل ہونے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ کوہستانی علاقے کی روئیں تن مجاہدوں کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع ہو گیا ہے جن کے بازوؤں میں فولادی قوت اور جن کے سینوں میں شیروں کے دل ہیں تو آپ نے باقاعدہ جہاد کی تیاری کا اعلان کر دیا جب سرحدی پختونوں کے جہاد کی تیاری کی خبر افغانستان میں بارکزی سردار محمد عظیم خان تک پہنچی جو ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا تو وہ بھی اپنی باقاعدہ افغان فوج سمیت پشاور کی طرف چل پڑا میدان جنگ نوشہرہ کے قریب تھا۔

معرکہ نوشہرہ

سکھوں کے ظلم و ستم نے حساس افغانوں اور یوسف زئی قبائل کی غیرت ملی اور مذہبی جذبے کو گرما دیا وہ حاکمان وقت یا محمد خان اور دوست محمد خان کی اس بے حمیتی کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور سکھوں کے خلاف مسلح جہاد کی از سر نو تیاری شروع کی علاقے کے علماء و مشائخ نے عملی جہاد کے لئے تبلیغی دورے شروع کر دیئے ان مبلغین میں شیخ محمد شعیب اور ان کے خلفاء و مریدین نے ہراول دستے کا کام کیا ادھر بارکزی خاندان کے جرات مند اور حساس فرد عظیم خان بھی اس موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے اپنے بھائی عبدالصمد خان (جسے اللہ بخش یوسفی نے سمند خان لکھا ہے) کو یوسف زئی قبائل میں جہاد کی تیاری کے لئے بھیج دیا۔ جس سے یہاں کے یوسف زئی اور خٹک قبائل کے حوصلے اور بلند ہو گئے سوات، بنیر، آفریدی اور خٹک علاقے سے ہزاروں مجاہدین نے اپنے علماء و مشائخ کی سرکردگی میں پیرسباق کے قریب دریا جو ”لنڈی سند“ کے نام سے مشہور ہے۔ کے بائیں جانب ڈیرے ڈال دیئے دریا کے بائیں جانب محمد عظیم خان اپنے بھائی دوست محمد خان کے ہمراہ باقاعدہ افغان فوج کے ساتھ موجود تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ

نے سردار کھڑک سنگھ کو جنرل الارڈ (General Allard) کے ساتھ محمد عظیم خان کو روکنے کے لئے دریا کے اس پار بھیج دیا اور خود رنجیت سنگھ جنرل وینٹورا (General Ventural) کے ہمراہ دریا کے اس جانب یوسفزئی مجاہدین کے مقابلے پر رہا۔

جب لڑائی کا آغاز ہو گیا تو افغان جوش جہاد سے دیوانہ وار سکھ فوج پر ٹوٹ پڑے اور انہیں کافی جانی نقصان پہنچایا ایک ہندو مصنف گلشن لال چو پڑہ کے بقول افغانوں نے کمال بہادری سے لڑتے ہوئے سکھوں کے چھکے چھڑا دیئے یہاں تک کہ سکھوں کے پاؤں اکھڑنے لگے شیخ محمد شعیب بذات خود اس لڑائی میں شریک تھے۔ پھولا سنگھ سے آپ کی دست بدست لڑائی ہوئی جس میں پھولا سنگھ واصل بجنہم ہوا لیکن جب رنجیت سنگھ نے سکھوں کے پسپائی کی آثار دیکھے تو خود علم اٹھائی ہوئے حملہ آور ہوا دن چھپتے ہی سکھوں کا پلڑا بھاری ہو گیا بالآخر افغانوں نے رنجیت سنگھ کی منظم اور قواعد دان فوج سے شکست کھائی اور (۳۰۰۰) تین ہزار اور ایک روایت کے مطابق (۱۰۰۰۰) دس ہزار مجاہدین مقتول و مجروح ہوئے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا یوسفزئی آفریدی اور خٹک قبائل کے (۲۰۰۰۰) بیس ہزار مجاہدین اپنے علماء و مشائخ جن میں شیخ محمد شعیب قدس سرہ اور پیر زادہ محمد اکبر شاہ ترمذی (جو سید علی ترمذی المعروف بہ پیر بابا قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے) زیادہ مشہور ہیں۔

وصال

شیخ محمد شعیب قدس سرہ اس لڑائی میں شدید زخمی ہوئے آپ کے علاوہ (۳۰۰۰) تین ہزار سے (۱۰۰۰۰) دس ہزار تک افغان مجاہدین مقتول و مجروح ہوئے آپ کو زخمی حالت میں چیننگلی لایا گیا بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر رجب ۱۲۳۸ھ (مطابق مارچ ۱۸۲۳ء) میں جان جہاں آفرین کے سپرد کر دی۔

مزار

آپ کا مزار اقدس تورڈھیری ضلع صوابی میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء کرام

سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں آپ کے خلفاء کرام میں حضرت شیخ عبدالغفور صاحب سوات بہت مشہور ہیں۔

حضرت شیخ عبدالغفور صاحب سوات سید و شریف رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۲۹۵ھ ہجری)

آپ کا اسم گرامی عبدالغفور صاحب لقب شیخ الاسلام اور اخون صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ مہندوں کے قبیلہ صافی سے تعلق رکھتے تھے۔

”اخون“ ”اخوند“ کا مرخم ہے یعنی اخوند کا لفظ زبان پر ثقیل تھا اس لئے اخوند کے آخری حرف کو گرا دیا گیا تو اخوند سے ”اخون“ بن گیا۔ یہ تو رانی لفظ ہے اور بہت بڑے تبحر عالم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ آپ بھی عالم اجل اور شیخ الاسلام تھے اس لئے آپ کو عام زبان میں اسی لقب کے ساتھ پکارا گیا۔

آپ کی پیدائش ۱۱۸۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی عمر سے آپ کو دینی تعلیم کا شوق تھا۔ لہذا اپنے علاقہ ہی میں مختلف اساتذہ سے ابتدائی تعلیم کر کے مزید تعلیم کے حصول کے لئے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں رہ کر آخر مردان سے پشاور پہنچے۔ پشاور میں آپ ”گنج والے حافظ جی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور تقریباً ۴ برس رہ کر سند فراغت حاصل کی چونکہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی کامل تھے اس لئے اپنے استاد کی صحبت بابرکت نے آپ کو بھی اصلاح نفس کی طرف متوجہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد آپ فقراء کی تلاش میں نکلے۔ اس وقت پشاور شہر میں جناب شاہ میاں غلام محمد صاحب المعروف حضرت جی صاحب یکہ توت والے کا بہت شہرہ تھا۔ اور حضرت اخون صاحب خود فرماتے ہیں کہ ”حضرت جی صاحب سے ہزاروں لوگ آ آ کر فیض حاصل کرتے تھے۔ مجھے آٹھ دن کے بعد آپ سے ملاقات کا موقع ملا۔ چنانچہ حضرت جی صاحب نے آپ کو فرمایا کہ ”میرے پاس تمہارے لئے فقر نہیں مگر۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔ پڑھا کرو“ اسی طرح آپ مختلف فقراء اور مشائخ سے ملے۔ آخر آپ وہاں پہنچ گئے جہاں سے آپ کو فقر ملنا تھا۔ بھجوائے۔

آخر آمد زپس پردہ تقدیر پدید

یعنی آپ حضرت شیخ المشائخ شاہ محمد شعیب صاحب ساکن تورڈھیری کی خدمت میں پہنچ کر طریقہ عالیہ قادریہ جنیدیہ میں بیعت ہو کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ دریائے کابل اور دریائے سوات کے جنگلوں میں کافی عرصہ زہد و عبادت میں گزارا۔ جب سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ کے اسباق طریقت کو مکمل کر کے اپنے پیرومرشد کے حضور میں پہنچے تو حضرت شاہ مرحوم نے آپ کو ہر

چہار سلاسل یعنی قادریہ، نقشبندیہ چشتیہ اور سہروردیہ میں مازون اور صاحب مجاز فرمایا۔
صاحب مجاز ہونے کے بعد آپ نے ”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ گاؤں گاؤں پھر کر لوگوں کو اتباع سنت اور امر الہی کی مطابعت کی تبلیغ کرتے۔ عقد بیوگان کرواتے۔ لوگوں کو شرعی احکام کے مطابق عمل کرواتے اور ان کے تمام جھگڑے شریعت کی مطابق فیصلہ کرواتے۔ بدعات و رسوم بد سے لوگوں کو باز رکھتے۔ لنگر دیتے جس سے ہزار ہا لوگ روٹی کپڑا زادراہ حاصل کرتے۔ آپ کی للہیت اور خلوص کو دیکھ کر جوق در جوق عوام آپ کی بیعت ہوئے۔ اور آپ پر پروانہ وار قربان ہوتے تھے۔ غرضیکہ آپ نے اس سلسلہ مبارکہ کی بہت اشاعت کی۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آپ کے نام سے موسوم ہو کر قادریہ چشتیہ نقشبندیہ غفوریہ کا ایک خانوادہ مشہور ہو گیا۔ اب آپ کا سلسلہ صرف صوبہ سرحد ہی نہیں۔ بلکہ کابل، ہرات، غزنی، ہندوستان اور عرب تک پھیل چکا تھا۔ اور ہر جگہ آپ کے خلفاء مصروف تبلیغ تھے۔ اور اشاعت سنت نبوی ﷺ کر رہے تھے۔

آپ نے اس زہد و تقویٰ مشاہدہ و مراقبہ، ذکر و فکر، امر بالمعروف نہی عن المنکر اور اشاعت سلسلہ کے ساتھ ساتھ ”جہاد بالسیف“ بھی کیا۔ نہایت ہی شجاعت ہمت اور استقلال کے ساتھ وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے اور جن کی یاد ہمیشہ رہے گی۔ جب کبھی کوئی مورخ تاریخ مجاہدین سرحد لکھے گا تو وہ آپ کے جہادوں کو فراموش نہیں کرے گا اور نہ ہی کر سکتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

محدثین ہندوستان کی جو جماعت حضرت سید احمد صاحب شہید کی زیر قیادت ہندوستان سے روانہ ہو کر اس علاقہ میں سکھوں کے ساتھ لڑنے کے لئے آئی تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ مل کر پشاور سے سکھوں کو نکالا اور خوب جہاد کیا اور سکھوں کے مظالم جبر و استبداد سے مسلمانوں کو نجات دلوائی۔ جب پشاور فتح ہو گیا تو محدثین نے اپنے عقائد و اعمال کو عملاً نافذ کرنا شروع کر دیا۔ جہاں تک بدعات رسومات بد اور دیگر برائیوں کا تعلق تھا۔ حضرت اخون صاحب سوات محدثین کے ساتھ ان تمام برائیوں کو ختم کرنے میں پیش پیش تھے۔ مگر جب عقائد کا مسئلہ آیا تو آپ ان سے الگ ہو گئے اور واضح طور پر ان کے عقائد کا رد کیا اور ان سے اختلاف کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے محدثین کی اس تحریک کے سرگرم رکن جناب حضرت مولانا مولوی سید امیر

صاحب المعروف ”کوٹہ ملا صاحب“ اور ان کے قبعین پر ”وہابی“ کا حکم صادر کیا۔ مصنف یوسف زئی پٹھان بھی اپنی کتاب ”یوسف زئی پٹھان“ کے صفحہ ۳۸۰ پر لکھتا ہے۔

”آخر میں یہ درج کر دینا بھی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا کہ جس وقت حضرت اخوند صاحب سوات تحریک مجاہدین کی اس کے مذہبی عقائد کی وجہ سے مخالفت کر رہے تھے۔ اس وقت علاقہ صوابی کے موضع کوٹہ کے مشہور مذہبی رہنما حضرت سید امیر صاحب المعروف کوٹہ ملا صاحب اس تحریک کی حمایت میں تھے“

بلکہ آپ کے خلفاء نے آپ کی ایما پر ان عقائد کے خلاف مبسوط کتابیں لکھیں ان میں حضرت مولانا مولوی مرید محی الدین صاحب نوشہروی اور پشاور شہر کے مشہور و معروف علامہ اجل حضرت مولانا مولوی میاں نصیر احمد صاحب المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قصہ خوانی نے تقویۃ الایمان مصنفہ شاہ اسماعیل صاحب کا رد بنام ”احقاق حق“ عربی میں لکھا جس میں ان تمام عقائد کا رد ہے جو کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد حق کے خلاف ہیں۔

حضرت اخون صاحب پر ان واقعات کا اثر بہت برا پڑا اور آپ سوات کی طرف چلے گئے۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت امر بالمعروف کو جاری رکھا۔ اور اسی طرح رسومات بد اور بدعات کے خلاف عملاً کام کرتے رہے۔ نیز آپ نے اس تمام علاقہ کے قبائلیوں کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی مومنانہ فراست نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو پیش آنے والا تھا۔ محدثین کی تحریک کی ناکامی سکھوں کا اس علاقہ سے نکل جانا ملکوں اور خوانین کی خانہ جنگی یہ سب ایسے اسباب تھے جن کی وجہ سے انگریز نے اپنی شیطانی چالوں سے پشاور پر قبضہ کر لیا تھا۔ آپ جانتے تھے کہ اگر یہاں یعنی سوات میں تنظیم نہ ہوئی اتحاد نہ ہوا۔ کوئی امیر نہ ہو تو فرنگی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ آپ کی شبانہ روز مسلسل کوشش و سعی سے سوات کے لوگوں نے اپنا بادشاہ سید اکبر شاہ کو بنا لیا۔ اگرچہ لوگ آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت امارات کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ نے سید موصوف کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور حضرت اخون صاحب سوات کو شیخ الاسلام بنایا گیا۔

تمام مقدمات تنازع اور جھگڑے آپ شریعت اسلامیہ کے مطابق فیصلے فرماتے۔ آپ کی انتھک کوشش سے سوات میں امن قائم ہو گیا اور ہر طرف سنت نبوی کی اشاعت ہونے لگی۔ ”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ عملاً ہونے لگا۔ تقریباً سات برس تک سید اکبر شاہ نے حکومت کی اور ۱۸۵۷ء کو وفات پائی۔ سید صاحب کی وفات کے بعد سوات اور بنیر پر خانہ

جنگی شروع ہوگئی۔ اور وہ وطن جو سات برس تک امن و امان کا گہوارہ تھا۔ جہنم زار بن گیا۔ حضرت اخون صاحب اس تباہی و بربادی اور اختلاف و انتشار کو دیکھ کر بہت پریشان اور مشوش ہوئے۔ ادھر انگریزوں کی سازشیں اور چالیں کہ یہ لوگ اور زیادہ کمزور ہو جائیں آپس میں لڑیں تاکہ ہمارے زیر نگیں اور ماتحت ہو جائیں۔ آپ کے لئے اور زیادہ دکھ کا سبب تھا۔ انگریزوں نے اس افتراق و تشتت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوات کا رخ کیا۔ آپ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ اپنے تمام متعلقین، مریدین اور قبائلیوں کو لے کر میدان جہاد میں نکلے۔ اس جہاد کا نام ”امبیلہ“ کا جہاد مشہور ہے۔ انگریزوں نے دیکھا کہ سوات اور بنیر وغیرہ علاقوں کا اتحاد ہے تو ان میں پھوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حضرت اخون صاحب انگریزوں کی شرارت کو سمجھ گئے انھوں نے بنیر کے لوگوں کو خصوصاً اور تمام لوگوں کو عموماً وعظ و نصیحت کی، سمجھایا۔ اور حملہ کے لئے تیار کیا۔ آپ کے ارشادات کا بہت زیادہ اثر ہوا۔ لوگوں میں جوش جہاد پیدا ہوا۔ اور شوق شہادت ہر ایک کو میدان جہاد کی طرف کھینچ لایا۔ چنانچہ نہایت ہی بے جگری کے ساتھ مجاہدین اسلام نے انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ یہاں تک کہ دست بدست لڑائی کی بھی نوبت آئی۔ مجبوراً فرنگیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ چند دنوں کے بعد حضرت صاحب نے مجاہدین کو لے کر کڑا کڑ کے مورچے پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی بڑی ہیبتناک تھی۔ مجاہدین انگریزوں کی فوج کی صفوں میں گھس گئے اور دست بدست لڑائی کی اور یہ مورچہ فتح کر لیا۔ اس مقام پر بہت قتل و مقاتلہ ہوا۔ اس لئے اس جگہ کا نام ہی ”قتل گڑھ“ پڑ گیا۔ چند دن ٹھہر کر انگریزوں نے پھر لڑنے کا بندوبست کیا۔ اور ایک بہت مدبر انگریز افسر کو کمان دے کر بھاری فوج کو میدان جنگ میں بھیج دیا۔ ادھر حضرت اخون صاحب نے بھی مجاہدین کی صفوں کو ترتیب دیا۔ لڑائی ہوئی مگر کوئی خاطر خواہ نتیجہ مجاہدین کے حق میں نہ نکلا۔ باجوڑ وغیرہ کے لوگ واپس ہونے لگے۔ مجاہدین میں بددلی پیدا ہوئی۔ مگر آپ ایک مقام پر کھڑے ہو گئے اور جو لوگ لڑائی سے واپس جا رہے تھے۔ ان کو روکا اور فرمایا کہ آج زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اسلام کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ ہے۔ دشمن کا مقابلہ جو انمردی ہمت اور شجاعت کے ساتھ کرنا چاہیے۔ آپ کی تقریر ہمیشہ کے لئے تاثیر سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ اس دفعہ بھی آپ کی تقریر سے بہت اچھا اثر ہوا۔ اور مجاہدین پھر کمر ہمت باندھ کر میدان جہاد میں کود پڑے۔ انگریزوں نے اپنی سازش اور پالیسی کے مطابق چند خوانین کو خرید کر مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ مجاہدین نے نہایت ہی پختہ عزم اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنوں کی غداری کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔ مجاہدین منتشر ہو گئے۔ اور آپ خود سید و تشریف چلے گئے۔ امر بالمعروف اور

سلسلہ کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ قوم و ریاست کے تمام جھگڑے خود فیصلہ کرتے یا علماء سے کرواتے۔ عرب و عجم میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ کابل، علاقہ آزاد قبائل اور صوبہ سرحد تو تمام علاقہ آپ ہی کے سلسلہ میں منسلک ہے۔ اور آج جو طور طریقہ اس علاقہ میں اسلام کا نظر آ رہا ہے۔ یہ سب آپ ہی کی کوششوں اور مساعی جمیلہ کا مرہون منت ہے۔ تقریباً آپ کے ساڑھے چار سو کے قریب خلفاء تھے۔ جو صاحب علم و عمل اور صاحب تلوار بھی تھے۔ آپ کے وہ خلفاء جو آزاد قبائل میں رہتے تھے تمام عمر جہاد کرتے رہے۔

آپ کا لنگر عام تھا۔ ہر ایک کو باقاعدہ روٹی اور سالن ملتا۔ کوئی تفریق یا امتیاز نہ تھا۔ طالبان علم کو آپ کپڑا اور نقدی بھی مرحمت فرماتے۔ سادات کی بڑی قدر و منزلت کرتے۔ نادار اور یتیم لڑکیوں کی اپنی گرہ سے شادی کرواتے۔ غرضیکہ جو بھی آپ کے پاس حاجت مند آتا۔ بامراد لوٹتا۔

آپ کے مکشوفات اور کرامات بے حد و بے حساب ہیں۔ چونکہ آپ مقام غوثیت پر فائز تھے اس لئے آپ سے کرامات کا صدور امر واقعی تھا۔ اگر آپ کی کرامات اور مکشوفات کو جمع کیا جائے۔ تو اس کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ آپ کی ایک کرامت درج کرتا ہوں ورنہ آپ کی کرامات کا اس جگہ ذکر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ جبکہ آپ کا وجود مبارک ایک زندہ کرامت تھا۔ اور اس وقت بھی سالکان طریقت کے لئے مشعل راہ ہدایت ہے۔

جناب حضرت شیخ دین محمد صاحب المعروف شیخ صاحب شکر پورہ فرماتے تھے کہ مجھے میرے شیخ یعنی حضرت ہڈہ ملا صاحب نے فرمایا تھا کہ ایک بار آپ سے پوچھا گیا۔ کہ ”غوث“ کی کیا شناخت ہے۔ حضرت اخون صاحب سوات نے فرمایا کہ اس کو ٹھے کی چھت میں جو لکڑیاں پڑی ہوئی ہیں اگر غوث کہہ دے کہ یہ ایک لکڑی سونے کی ہے اور ایک لکڑی چاندی کی تو ایسے ہی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ہڈہ ملا صاحب نے فرمایا کہ جب ہم نے چھت کی طرف دیکھا تو ایسے ہی تھا۔ یعنی ایک لکڑی سونے کی تھی اور ایک چاندی کی۔ مگر فوراً آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ کہہ دے کہ یہ لکڑیاں ہی ہیں تو وہ لکڑیاں ہوتی ہیں۔ ہڈہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دیکھا تو لکڑیاں ہی تھیں۔ جناب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ہڈہ ملا صاحب نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہم سمجھ گئے کہ آنجناب مقام غوثیت پر فائز ہیں۔

حضرت اخون صاحب سوات کے دو فرزند بنام عبدالحنان میاں گل اور عبدالخالق میاں گل تھے۔ بادشاہ سوات عبدالخالق میاں گل صاحب کے فرزند ارجمند عالی مرتبت میاں گل

عبدالودود صاحب تھے۔ آپ نے خود بنفس نفیس اپنی حکومت ۱۲ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اپنے بیٹے شہزادہ محمد عبدالحق جہاں زیب خان کو عطا کر دی۔ حکومت پاکستان نے والی سوات کو میجر جنرل کا اعزاز دیا۔

وصال

حضرت اخون صاحب مجاہد اسلام پیکر عزم و استقلال، مجسمہ سنت نبوی، سرشار عشق لم یزلی سرگروہ سلسلہ قادریہ زاہد یہ غوث وقت، حضرت عبدالغفور صاحب ۷ محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء بروز پیر واصل بحق ہوئے۔

مزار

آپ کا مزار اقدس سید و شریف سوات میں مرجع خلائق ہے۔

خلفاء

آپ کے خلفاء کی تعداد چار پانچ سو سے زائد ہے۔ لیکن بڑی کوششوں کے باوجود مندرجہ ذیل حضرات کے اسماء گرامی ملے ہیں۔

- ۱- حضرت شیخ الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب قادری قدس سرہ۔
- ۲- حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب بن حضرت مولانا محمد اکرم صاحب رحمۃ اللہ علیہا متوفی ۱۳۰۸ھ مزار گور تان ڈھڈیاں شاہ پور ضلع سرگودھا (پنجاب میں ہے)۔
- ۳- حضرت مولانا نجم الدین صاحب المعروف ہڈے ملاں صاحب قدس سرہ ضلع جلال آباد علاقہ مشرقی افغانستان۔
- ۴- حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب المعروف پیر صاحب مانکی شریف قدس سرہ ضلع نوشہرہ۔
- ۵- حضرت مولانا قاضی سلطان محمود صاحب قادری قدس سرہ آوان شریف ضلع گجرات پنجاب۔
- ۶- حضرت مولانا الحاج ولی اللہ صاحب عرف تیرہ ملاں صاحب قدس سرہ مزار شریف ماموں زئی اور گزئی تیراہ۔
- ۷- حضرت مولانا میاں فضل الہی صاحب المعروف مشرمیاں صاحب حضور قدس سرہ۔
- ۸- حضرت مولانا شیخ لالہ صاحب قدس سرہ ویسھہ کامل پور ساکن دمان پور علاقہ چھچھہ۔
- ۹- حضرت مولانا میاں ولی محمد صاحب پشتون شاعر کامل پور ساکن دمان پور علاقہ چھچھہ ضلع اٹک۔
- ۱۰- حضرت مولانا فیض محمد صاحب المعروف اخونزادہ مٹھی سکنہ لوگرام صاحبزادہ صاحب۔

قدس سرہ افغانستان

- ۱۱۔ حضرت مولانا محمد مسعود صاحب قدس سرہ ساکن موضع نرنی ادبہ مالا کنڈ ایجنسی
- ۱۲۔ حضرت مولانا رباب عبدالرحیم ولد عبدالکریم صاحب قدس سرہ موضع پڑانگ۔
- ۱۳۔ حضرت مولانا قاضی راز محمد صاحب قدس سرہ موضع جلالہ
- ۱۴۔ حضرت مولانا رحیم الدین صاحب قدس سرہ موضع نڑہ چینہ یا سرد
- ۱۵۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مہمند قدس سرہ موضع بہادر کلی ضلع پشاور
- ۱۶۔ حضرت مولانا نور محمد صاحب ولد سید نور قدس سرہ موضع تیرادی ضلع پشاور
- ۱۷۔ حضرت مولانا قاضی نصر اللہ جان قدس سرہ عالم وفاضل شہر پشاور
- ۱۸۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ۔ ضلع پشاور
- ۱۹۔ حضرت مولانا گل بابا صاحب احسن الدین صاحب قدس سرہ بمقام رجز چارسدہ
- ۲۰۔ حضرت مولانا شیخ عبدالحق صاحب سکندہ شیخ محمدی قدس سرہ ضلع پشاور
- ۲۱۔ حضرت مولانا صاحب منگور قدس سرہ ضلع سوات۔
- ۲۲۔ حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب المعروف شاہ بابا صاحب یا شاہ بابا قدس سرہ دیر
قریہ ریحانی کوٹ۔
- ۲۳۔ حضرت مولانا پالام ملاں صاحب قدس سرہ دیر
- ۲۴۔ حضرت مولانا تیملگرہ ملاں صاحب قدس سرہ دیر آجکل حضرت صاحبزادہ میاں گل
صاحب ہیں۔
- ۲۵۔ حضرت مولانا چپرے ملاں صاحب قدس سرہ دیر یا سوات بالا
- ۲۶۔ حضرت مولانا چپرے ملاں صاحب قدس سرہ ضلع صوابی
- ۲۷۔ حضرت مولانا حمید اللہ صاحب عرف اسوٹا بابا صاحب قدس سرہ صوابی
- ۲۸۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب کابلی قدس سرہ طور و مزار تورڈھیر بجوار دادا پیر
- ۲۹۔ حضرت مولانا گل احمد صاحب قدس سرہ۔
- ۳۰۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب قدس سرہ موضع امان کوٹ ضلع صوابی عالم فاضل
- ۳۱۔ حضرت مولانا قاضی عبدالرحیم یوسف زئی قدس سرہ موضع قرملی ضلع صوابی عالم عابد و زاہد
- ۳۲۔ حضرت مولانا اخوند فقیر صاحب قدس سرہ گڑھی عثمانی خیل مالا کنڈ ایجنسی
- ۳۳۔ حضرت مولانا صاحب کنڈیا عالم منطقی قدس سرہ آپ نے شرح مسلم تحریر فرمائی۔

- ۳۴۔ حضرت مولانا فضل احمد صاحب ہندی قدس سرہ سکندھ ہند اصوابی ان کے فرزند مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔
- ۳۵۔ حضرت مولانا امیر خان ابن محمد خان قدس سرہ موضع دلیسھ علاقہ چچھ
- ۳۶۔ حضرت مولانا محمد صاحب سندھ قدس سرہ کالو خان ضلع صوابی
- ۳۷۔ حضرت مولانا شیخ جانا صاحب قدس سرہ
- ۳۸۔ حضرت مولانا عبدالمطلب صاحب قدس سرہ کوٹھال ضلع صوابی
- ۳۹۔ حضرت مولانا اخوند حبیب اللہ صاحب قدس سرہ موضع صرنخ علاقہ دوآبہ
- ۴۰۔ حضرت مولانا شاہ فضل اللہ صاحب قدس سرہ الہ آباد مزار دکن میں ہے۔
- ۴۱۔ حضرت مولانا حاجی محمد ابراہیم صاحب قدس سرہ موضع بید منی علاقہ مہمند ایجنسی
- ۴۲۔ حضرت مولانا ملاں محسود صاحب قدس سرہ جنوبی وزیرستان
- ۴۳۔ حضرت مولانا ابوبکر صاحب عرف پاشی ملاں صاحب قدس سرہ
- ۴۴۔ حضرت مولانا فقیر شاہ صاحب فقہی عالم قدس سرہ دیر لوی موضع معیار ضلع مردان طور و سیمان جنوب ۴ میل کے فاصلہ پر۔
- ۴۵۔ حضرت مولانا اتکڑی ملاں صاحب قدس سرہ تیراہ یا افغانستان
- ۴۶۔ حضرت مولانا دچیری ملاں صاحب قدس سرہ علاقہ تیراہ
- ۴۷۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب قادری افغانی قدس سرہ متونی ۳ ذی قعدہ ۱۳۰۵ھ مزار دہلی
- ۴۸۔ حضرت مولانا بیک مانے صاحب قدس سرہ
- ۴۹۔ حضرت مولانا حافظ صاحب قدس سرہ رجوعیہ ضلع ہزارہ
- ۵۰۔ حضرت مولانا پیر فقیر اللہ صاحب المعروف فقیر بکوٹی قدس سرہ مزار بکوٹ ضلع پونچھ آزاد کشمیر
- ۵۱۔ حضرت مولانا سعد اللہ خان کوٹھی المعروف سر تور فقیر قدس سرہ (ننگے سروالا) آپ ملاں مستان کے نام سے بھی مشہور تھے۔ والد کا اسم گرامی حمید اللہ تھا۔ موضع ریگا بونیر کے رہنے والے تھے مالا کنڈ ایجنسی کے محاذ جنگ میں انگریزوں سے خوب جہاد کیا اور دیگر محاذوں میں بھی شامل رہے۔

- ۵۲۔ حضرت مولانا چیر ملاں صاحب قدس سرہ علاقہ تیراہ
- ۵۳۔ حضرت مولانا لکڑے ملاں صاحب قدس سرہ علاقہ محسودوزیرستان
- ۵۴۔ حضرت مولانا فقیر صاحب درہ عبدالمجید قدس سرہ بن میاں گل صاحب ارڑ میانہ
- ۵۵۔ حضرت مولانا محمد ایوب صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ۔
- ۵۶۔ حضرت سید حافظ سعد اللہ و حافظ سید حفیظ اللہ مصنف تذکرہ غفور یہ و سید محمد معظم شاہ پسر حضرت مولانا حافظ محمد سعید گیلانی بن سید محمد گیلانی رحمۃ اللہ علیہما جو کہ آپ کے استاد زادہ تھے ان سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے شاید خلفاء میں تھے۔
- اور سید محمد اکبر ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حمید گل رحمۃ اللہ علیہ تو نکڑی علاقہ کچھلی اور سید احمد گل مشوانی تھیکری ضلع ہزارہ جیسے مصنفین حضرات منسلک تھے انہوں نے جنگ امبیلہ پر لکھا ہے۔
- ۵۷۔ حضرت مولانا منزل شاہ صاحب بن مولانا مولوی فدا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما ساکن صریح ضلع چارسدہ
- ۵۸۔ حضرت مولانا مولوی قاضی سمیع الحق صاحب کڑوی بن حضور قاضی محمد غلام رحمۃ اللہ علیہما ساکن موضع کڑوی علاقہ اکبر پورہ تھانہ پتن ضلع نوشہرہ
- ۵۹۔ حضرت مولانا مولوی قاضی غلام محمد صاحب بن مولوی محبوب صاحب رحمۃ اللہ علیہما ساکن عمر زئی ضلع چارسدہ
- ۶۰۔ حضرت مولانا مولوی عبدالقدیم صاحب بن حضرت مولانا مولوی قاری عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہما ساکن موضع بابڑہ ضلع چارسدہ۔
- ۶۱۔ حضرت مولانا مولوی سرسید باچہ بن سید اورنگ شاہ رحمۃ اللہ علیہما موضع میان ڈھیری
- ۶۲۔ حضرت مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب قدس سرہ موضع میان ڈھیری ضلع صوابی مزار افغانستان میں ہے۔
- ۶۳۔ حضرت مولانا مولوی مرید محی الدین بن حافظ سلطان محمد رحمۃ اللہ علیہما محلہ ڈاگی ضلع نوشہرہ۔
- ۶۴۔ حضرت مولانا مولوی احمد بابا بن حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہما ساکن یار حسین ضلع صوابی
- ۶۵۔ حضرت مولانا مولوی قاضی عبدالمجید ولد حضرت قاضی صفی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما

- مزار موضع پر مولیٰ ضلع مردان۔ آجکل حضرت قاضی حبیب الحق صاحب مدظلہ ہیں۔
- ۶۶۔ حضرت شیخ چترال ملا صاحب مزار مبارک قاشقار چترال کے جنوب میں ۴ میل کے فاصلہ پر دونوں بھائی تھے۔ دونوں خلفاء میں سے تھے۔
- ۶۷۔ حضرت شیخ کنڈیا ملا صاحب بڑے عالم زاہد ساکن کنارہ دریا سندھ ریاست کوہستان سوات
- ۶۸۔ حضرت شیخ قاضی صاحب کلاں موضع اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
- ۶۹۔ حضرت شیخ قاضی صاحب کنٹر علاقہ کابل
- ۷۰۔ حضرت شیخ صاحب زادہ صاحب عبدالقادر صاحب تورڈھیر۔ مادہ تاریخ وفات بشر ربّہ یعنی جنّہ ۱۳۸۲ھ
- ۷۱۔ حضرت شیخ صاحب زادہ لطف اللہ صاحب تورڈھیر
- ۷۲۔ حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب متونی ۲۳ جمادی ۱۳۰۶ھ تورڈھیر
- تینوں حضرات قاضی فضل اللہ صاحب قدس سرہ کے صاحب زادے عالم تھے۔ فاضل صاحب درس و تدریس تھے۔ والد بزرگوار سے اجازت سوات صاحب قدس سرہ سے پائی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔
- ۷۳۔ حضرت شیخ بابا صاحب اتمان زئی ان کے پوتے اسمعیل صاحب اسرائیل بڑے عالم فاضل تھے۔
- ۷۴۔ حضرت مولانا سید پیر صاحب ترنگزئی بڑے بھائی حاجی ترنگزئی صاحب
- ۷۵۔ حضرت مولانا میاں محمد وسیم کا کاخیل سوات قدس سرہ
- ۷۶۔ حضرت مولانا مولانا عبداللہ جان صاحب علاقہ بنوں قدس سرہ۔
- ۷۷۔ حضرت مولانا قبلہ سید عبداللہ شاہ صاحب قدس سرہ۔ مزار نوشہرہ۔ ان کی اولاد میں حضرت بادشاہ صاحب امیر جی رحمۃ اللہ علیہ
- ان جیسے سینکڑوں حضرات خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے واللہ المستعان۔

وظائف سلسلہ قادریہ جنیدیہ مبارکہ

مشائخ عظام سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ مریدین کو تزکیہ نفس کے لئے استغفار شریف کا حکم دیتے ہیں۔

ہر ذکر کے شروع میں اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھیں

استغفار شریف:- استغفر الہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واتوب الیہ۔

دن رات میں تین سو تیرہ (۳۱۳) مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ استغفار شریف کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ جنیدیہ کے نو (۹) اسباق ہیں اور ہر سبق کی تعداد ایک ہزار (۱۰۰۰) ہے۔

(۱) نفی اثبات:- لا الہ الا اللہ (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم

طریقہ:- لفظ (لا) کو زیر ناف سے زور سے زور کے ساتھ داہنے کندھے تک اٹھائیں (الہ) کو دماغ تک اور (الا اللہ) کو قوت سے دل پر ضرب دیں۔

(۲) اثبات: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھ کر پھر إِلَّا اللَّهُ الْإِلَهَ الْكَافِرُ دکر کریں۔ (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَسَلَّمَ
طریقہ: ایضاً

(۳) راقبہ:- رو بہ قبلہ ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں سانس و زبان بند کر کے دل کو ماسوائے اللہ جل شانہ سے فارغ کر کے قلب میں تصور کامل سے اللہ۔ اللہ۔ اللہ بقدر چار رکعت نماز یا پانچ منٹ تک ورد کریں، مراقبہ کے دوران سانس ختم ہو جائے تو ناک کے ذریعے سانس لیں۔

(۴) اسم ذات: اللہ اللہ اللہ (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ) جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَآلُهُ

طریقہ:- دل پر ضرب لگا کر پڑھیں اور ساتھ میں یہ خیال بھی ہو کہ اے اللہ تو موجود ہے۔

(۵) اسم ذات مطلق: ھُو، ھُو، ھُو (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ) جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَآلُهُ
طریقہ:- ایضاً۔

(۶) اللہ ھُو (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ) جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَآلُهُ

طریقہ: ”اللہ“ کو سانس کے ذریعے باہر نکالیں اور ”ہو“ کو دل پر ضرب دیں۔
 تنبیہ: ”اللہ“ کے ”ہا“ کے بعد ضرور سکتہ کرنا چاہیے اس لئے کہ ”ہو“ میں داخل نہ ہو جائے
 یعنی فقط ”الَّا ہو“ نہ ہو جائے

(۷) هو اللہ (بعد تکرار سو (۱۰۰) مرتبہ جَلَّ جَلَالَهُ وَعَمَّ نَوَالَهُ
 طریقہ: ایضاً

(۸) ذکر عجز و نیاز: أَنْتَ الْهَادِي أَنْتَ الْحَقُّ لَيْسَ الْهَادِي إِلَّا هُوَ۔

(۹) درود قادریہ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَ عِتْرَتِهِ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ۔

(نوٹ: ان اسباق کی باقاعدہ پڑھائی کے لئے اس سلسلہ مبارکہ کے کسی کامل پیر

و مرشد کی بیعت اور اجازت لازمی ہے۔)

بسم الله الرحمن الرحيم

شجرہ طریقت

جنید یہ قادریہ

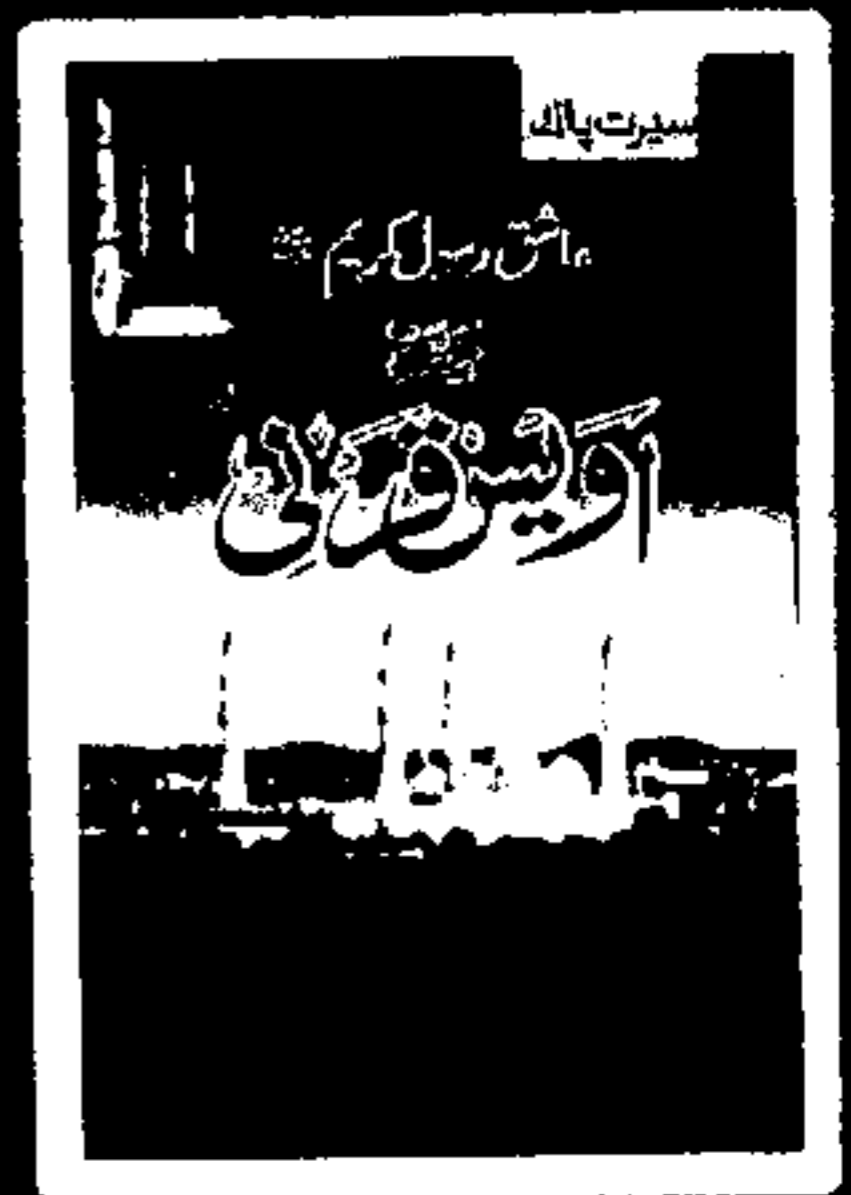
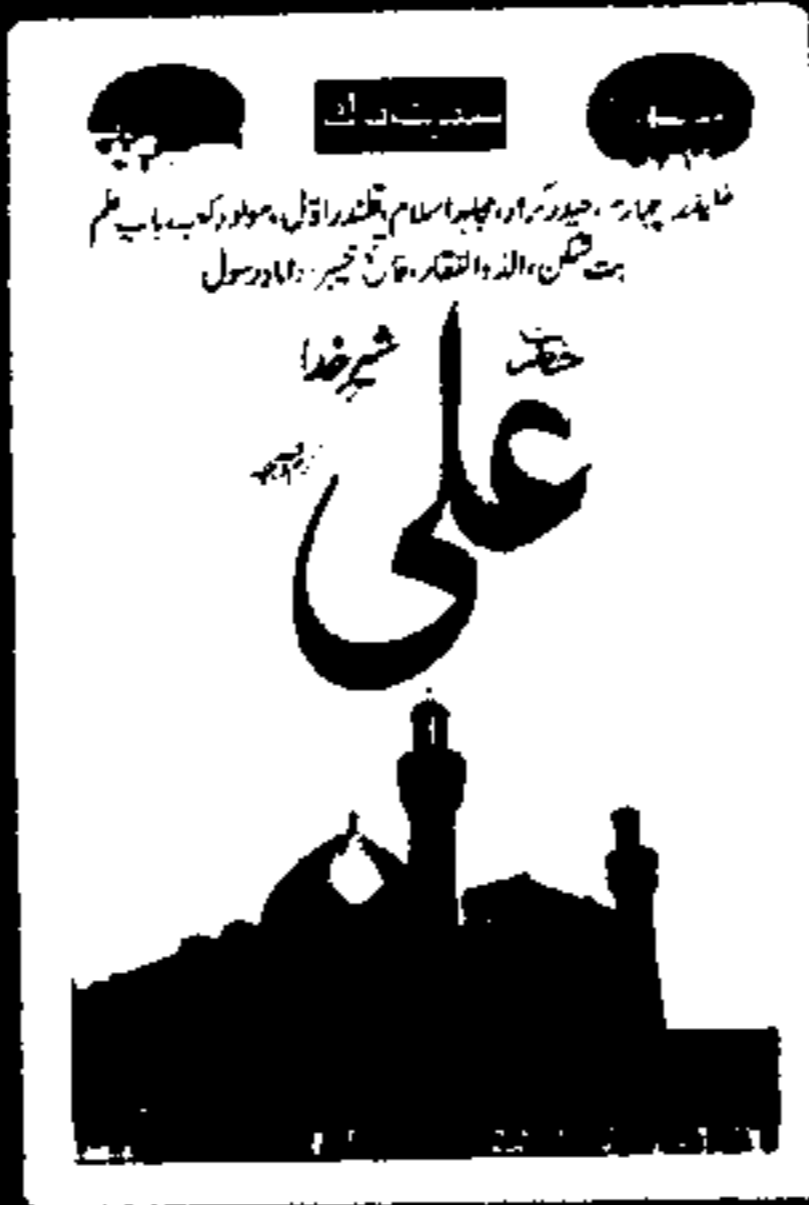
- ۱ اے خدا وندا تو شان کبریا کے واسطے ۲ تو ہے رحمان و رحیم اور قادر مطلق ہے تو
- ۳ سن میری فریاد یا رب مصطفیٰ کے واسطے
- ۴ سید خیر البشر کا عشق ہو ہم کو نصیب ۳ ہے میری یہ التجا تجھ سے الہ العالمین
- ۵ امتی ہیں ہم محمد مصطفیٰ کے واسطے
- ۶ شیخ حسن بصری کا اسم پاک لایا ہوں شفیع ۶ رحم فرما حضرت داؤد طائی کے طفیل
- ۷ شیخ حبیب عجمی رئیس الاتقیاء کے واسطے
- ۸ حضرت عبد اللہ سری سقطی کی خاطر شاد کر ۸ حضرت معروف کرخی پیشوا کے واسطے
- ۹ نور بغدادی جنید راہنما کے واسطے
- ۱۰ حضرت بو الفرح طرطوسی کی خاطر سرخرو ۱۰ حضرت بو الحسن ہنکاری کی چشم فیض سے
- ۱۱ تو کرے رب العلا اس با خدا کے واسطے
- ۱۲ نفس شیطان سے پناہ دے میرے پروردگار ۱۲ بوسعید الشیخ مخزومی مبارک کے طفیل
- لب پہ جاری ذکر ہو تیری رضا کے واسطے
- بخش دے میرے گناہ اپنی سخا کے واسطے

- ۱۳ حادثاتِ عصرِ حاضر سے ہمیں محفوظ رکھ
سید عبدالقادر غوث الوزی کے واسطے
- ۱۴ حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ ولی
سید السادات کے لطف و عطا کے واسطے
- ۱۵ حضرت شاہ منور شاہ الہ آبادی کا ذوق
ہو ہمیں حاصل فقط تری رضا کے واسطے
- ۱۶ شاہ عالم دہلوی کے علم و عرفاں کے طفیل
علم و حکمت کر عطا علم الہدی کے واسطے
- ۱۷ میں ہوں گردابِ بلا میں غرق اے پروردگار
تو بچائے گا مجھے اپنی بقا کے واسطے
- ۱۸ عارف باللہ رئیس الاصفیا کے واسطے
واقف اسرار حق حضرت جنید با خدا
- ۱۹ صدق سے لبریز کر تو میرا قلب ناتواں
حضرت صدیق صاحب با حیا کے واسطے
- ۲۰ حضرت حافظ محمد عمر زئی بحر علوم
دے علوم معرفت اس پر ضیاء کے واسطے
- ۲۱ شیخ جی حضرت شعیب با خدا کے واسطے
۲۲ عارف کامل مجاہد معون اسرار حق
- ۲۳ وادی پر کیف کے مرد مجاہد کے طفیل
کر ہمیں مغفور اس مرد خدا کے واسطے
- ۲۴ حضرت عبدالغفور از وادی سید و شریف
کامل و اکمل مجاہد بے ریا کے واسطے
- ۲۵ حضرت عبدالوہاب از مانگی کا معتقد
بہرہ ور کر تو مجھے اس پارسا کے واسطے
- ۲۶ بخش دے ساری خطائیں اور تو کر دے معاف
پیر شلمانی کی تسلیم و رضا کے واسطے
- ۲۷ قلب کی بیماریوں سے تو ہمیں محفوظ رکھ
حاجی گل صاحب کی زہد و تقا کے واسطے
- ۲۸ طوطی بوستانِ قادر بلبلِ باغِ جنید
پیر رحمت کریم صاحب کامل پیشوا کے واسطے
- ۲۹ بندہ عاصی سلیم اقبال مشتاقِ جنید
خلق کی خدمت کرے تیری رضا کے واسطے
- ۳۰ برکتِ شجرہ جنیدی پر ضیا کے واسطے
گردش آفاق سے یا رب ہمیں محفوظ رکھ
- سارے اسمائے گرامی اولیاء کے واسطے

ماخذ

- تذکرۃ الاولیاء -
- سفینۃ الاولیاء -
- مرآة الاولیاء -
- کشف المحجوب -
- علماء و مشائخ سرحد -
- روحانی رابطہ -
- احوال العارفين -
- تاریخ پشاور -
- صوفیائے سرحد -
- سندھ کے صوفیائے نقشبند -
- مہر منیر -
- ماہنامہ ”الحسن“ -
- تذکرہ مشائخ چشت -
- شخصیات سرحد -
- اولیائے ملتان -
- اولیائے لاہور -
- احوال و آثار حضرت میاں محمد عمر چمکنی -
- تذکرہ حضرت سید شاہ دولہ گجراتی و حضرت سید منور علی شاہ الہ آبادی -
- مصنف صوفی عابد میر سلطانی

مخیر مایٹ سٹورز کے مخیر کتابیں



Azeem & Sons Publishers

Ministry Centre 22 Urdu Bazar Lahore

Ph: 0427234806, 7345332